ہے یہی تیرے زمانے کا امام برحق

تذکرہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح

امیر تبلیغ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

لی دار التالیف بجنور یوپی

یہ تذکرہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر تبلیغ ثانی ہیں آپ امیر تبلیغ اول حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے فرزند ارجمند اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کاندھلوی کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں تبلیغی کام جو بنگلہ والی مسجد سے میوات پہونچا اور وہاں اصلاح کا وہ کام انجام دیا کہ میواتیوں کو بام عروج پر پہونچا دیا اور وہاں سے پھر ہندوستان کے قریہ قریہ میں پہونچا دیا اور اب یہی کام عالمگیر ہو چکا ہے اور دنیا کے غیر معروف گوشوں میں پہونچ چکا ہے۔ اسی کام کی بدولت کالے گوروں کا غریب اور امیر کا امتیاز ختم ہوا اور ہزارہا بگڑے ہوئے انسانوں کو رہنما بنا دیا۔ یہ صرف اسی بندۂ خدا حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی محنت کا ثمرہ ہے۔ آپ کے تفصیلی حالات اس کتاب میں سمو دئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بہت قلیل مدت میں بکثرت طبع ہو چکی ہے۔

ناشر

عابد الرحمٰن۔ بی۔ اے مظاہری

تذکرہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ

یعنی

رئیس التبلیغ حضرت مولانا شاہ محمد یوسف قدس سرہ

کی زندگی اور تبلیغی سعی و عمل کے مکمل حالات

مؤلف

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری

ناشر

مدنی دار التالیف بجنور یوپی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

طبع اول ـــــــــــ دو ہزار ـــــ دسمبر ۱۹۶۶ء
طبع دوئم ـــــــــــ ایک ہزار " "
ناشر ادارہ فروغ علم دہلی

طبع سوم اضافہ کے ساتھ ـــــــــــ مکتبہ عبادیہ ہلدور

نام کتاب ـــــــــــ تذکرہ مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ

مؤلف ـــــــــــ مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری

سن طباعت ـــــــــــ دسمبر ۱۹۹۵ء

ناشر ـــــــــــ مدنی دار التالیف بجنور۔ یوپی۔

کتابت ـــــــــــ محمد سلیم صدیقی قاسمی

ملنے کا پتہ ـــــــــــ مدنی دار التالیف محلہ مردہگان
ـــــــــــ بجنور۔ یوپی

Rs. 45.00

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد!

تذکرہ مولانا یوسف صاحبؒ امیر تبلیغ کے تین اڈیشن طبع ہوکر نایاب ہو گئے پہلے دو اڈیشن 'ادارہ فروغ علم' دہلی نے اور تیسرا اڈیشن مکتبۂ عبادیہ ہلدوڑ ضلع بجنور نے شائع کیا۔ اب کتاب برسوں سے نایاب ہے بکثرت حضرات کی فرمائش پر یہ چوتھا اڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

عابد الرحمٰن بی اے، مظاہری
بن
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
مدنی دار التالیف، محلہ مردھگان بجنور

حرفِ اوّل

ادارہ فروغِ علم دہلی

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے   وہ فقر جس میں پوشیدہ ہو روحِ قرآنی

ادارہ فروغِ علم فخر و مسرت کے ساتھ امام وقت رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی سوانح پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ ادارہ کی پہلی کتاب ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر ادا کرتے ہیں کہ ہماری پہلی پیشکش ایک ایسے انسان کی سوانح ہے، جو اس دور میں مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور انسانوں کیلئے عموماً مشعلِ راہِ ہدایت اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقِ حیات پر خود پوری طرح عمل کرتے ہوئے اس زندگی میں کامیابی کا یقین پیدا کرنے کیلئے محنت کرتے ہوئے اور کراتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت جی (لوگ پیار و محبت سے اسی نام سے پکارتے تھے اور یہ نام اسقدر مشہور ہو گیا کہ اب شاید ہی کوئی ناواقف ہو) کی زندگی کی ہلکی سی جھلک اس کتاب میں ملیگی ہلکی سی اس لئے کہ کوئی کتاب کسی کی زندگی کا بدل نہیں ہو سکتی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ جس دعوت کو پیش فرماتے تھے وہ دعوت بحمداللہ اس وقت بھی موجود ہے اور اس کام کا عملی مطالعہ حضرت علیہ الرحمتہ کی زندگی کا مطالعہ ہے۔ تاہم سوانح میں بہت سے واقعات جمع ہو جانے سے مورخ کیلئے مواد اکٹھا ہو گیا ہے اور جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا وہ کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسقدر عظیم انسان تھا اور اس دور کے بلاشبہ امت کی کشتی کے ایک ملاح تھے۔ ممکن ہے یہ کسی قدر مبالغہ معلوم ہو لیکن اس میں بڑی حقیقت ہے

حضرت جیؒ کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا جو علامہ اقبال رح نے اپنے چند اشعار میں فرما دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو امت کی رہنمائی کیلئے جس انسان کی تلاش تھی شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت رح کو اس دور میں انہیں صفات سے نوازا تھا جن حضرات نے حضرت کو قریب سے دیکھا اور انکی تقریروں کو سنا وہ اس کی تائید کریں گے اقبال نے کہا۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھکو دکھا کر رخِ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

حضرت جی رح کی پوری دعوت یہی تھی کہ جو کچھ نگاہوں کے سامنے ہے اور جس میں زندگی کا بننا بگڑنا نظر آتا ہے یہ ایک دھوکا ہے۔ اصل زندگی موت کے بعد کی زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندگی بنتی ہے اور بگڑتی ہے۔ انسان اگر اللہ کے حکموں کو پورا کرنے کے لئے محنت کرتا رہے اور آخرت کی فکر میں لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس دنیا میں بھی تمام کامیابیاں عطا فرمائیں گے اور آخرت میں بھی اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکموں کو توڑ کر زندگی گذاری جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ تمام ظاہر اور موجودہ اسباب کیساتھ زندگی بگاڑ دیں گے پوری دعوت کا محور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پاک اور نورانی طریقوں پر زندگی کی کامیابی کا یقین اور اس کے لئے محنت یہ اس کلمہ کی حقیقت ہے اور اسی حقیقت کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ کامیاب فرما دیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس محنت کی توفیق مرحمت فرمائے آمین

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی نے بڑی محنت و کاوش اور بڑے اخلاص اور دردمندی سے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ مفتی صاحب مدظلہ کی ذات اب محتاج تعارف نہیں۔ موصوف کی بہت سی تصانیف سامنے آ چکی ہیں "حیات امام ابوحنیفہ" اور "حیات شیخ الہند" وغیرہ بہت مقبول ہو چکی ہیں اور یہ کتب مفتی صاحب مدظلہ

کی تحقیق و جستجو اخلاص اور محنت کی آئینہ دار ہیں موصوف اس وقت یوپی کے مشہور شہر بجنور میں مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم میں خاموشی کے ساتھ خدمت علم و دین میں مصروف ہیں اور ساتھ ہی افتاء اور تحریر اور تقریر سے بھی دین کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ لگے ہیں اللہ تعالیٰ موصوف سے امت کو نفع پہنچائے ادارہ مفتی صاحب مدظلہ کا بیحد مشکور ہے کہ انہوں نے حضرت جی رح کی سوانح کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ہم حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی کے بھی بے حد ممنون ہیں کہ حضرت موصوف نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود وقت نکال کر مفصل مقدمہ تحریر فرمادیا فجزاہم اللہ خیرا

امید ہے کہ ادارہ مولانا موصوف کی مستقل کتب کی اشاعت کی سعادت حاصل کرے گا انشاءاللہ

ناظرین کرام سے دو گذارشیں ہیں:

پہلی گذارش تو یہ ہے کہ آپ اس کے محض مطالعہ پر اکتفاء نہ کریں بلکہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ کی دعوت پر لبیک کہیں اور حضرت جو مطالبہ ہم سب کے سامنے رکھ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے اس مطالبہ پر عملاً قدم اٹھائیں۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ جو خامیاں ہماری کوتاہی کی بنا پر اس کتاب میں رہ گئیں ہیں ان سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشنوں میں ان کو دور کیا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص عطا فرمائے اور اس پیش کش کو قبول فرمائے اور کوتاہیوں سے درگذر فرمائے۔

خادم

منیجر ادارہ فروغ علم

حسنِ کردار ہے انسان کا معیارِ حیات
زندگی بنتی نہیں وقت کے پیمانوں سے

(کوکبؔ)

حسنِ یوسف

از:۔ حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالسَّلَامُ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ. پروردگار عالم خالق کائنات قادر مطلق نے انسان کو عجوبہ قدرت اور اشرف المخلوقات بنایا اور اپنی گوناگوں نعمتوں سے اس کو سرفراز فرمایا۔ مختلف صلاحیتیں اس میں ودلعیت رکھی اور اپنی صفات جمال وجلال کا مظہر تام بنایا

انسان کو جسم وروح سے مرکب بنایا گیا۔ یہ مادی بھی ہے اور روحانی بھی اپنے وجود بقا اور ترقی وعروج میں مادیات کا بھی محتاج ہے اور روحانیت کا بھی اسلئے انسان کی پیدائش سے پہلے اسکی مادی اور روحانی تمام ضروریات کو فراہم کیا گیا۔

جس طرح کائنات عالم کو مادی ضروریات پورا کرنے کیلئے وجود عطا کئے تاکہ اُن کے ذریعہ جدوجہد سے ذرائع معاش حاصل کرے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

اسی طرح اسکی روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ایک نظام زندگی اور دستور العمل بنایا گیا اس نظام زندگی اور دستورالعمل کی قبولیت کا نام اسلام ہے جس کی تکمیل انبیاء اور رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی جو تمام نوعِ انسانی کے لئے آخری ہدایت خداوندی ہے یہ بندگی کی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کا آغاز ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اور انجام واختتام نبی آخرالزماں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر ہوا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ومرسلین اس روحانی سلسلہ کی

کڑیاں ہیں یا عمارتِ اسلام کی پائیدار اینٹیں بنی نوعِ انسان کے اجسام کی پیدائش اور روئے زمین پر رہائش سے پہلے روزِ ازل میں تمام ارواحِ انسانی کو پیدا کیا گیا اور ان سے اپنی ربوبیت اور خدائی کا اقرار لیا گیا جس کا منشاء مقصد بھی یہی تھا کہ مادی اجسام میں آنیکے بعد اپنے پروردگار کی عبادت و بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ اسکو روحانی پرواز حاصل ہو اور اس کے روحانی کمالات اور جواہرات منظرِ عام پر آئیں۔ شرافت و کرامتِ انسانی کا روئے زمین پر جلوہ نظر آئے اور اجسام انسانی رشکِ ملائکہ بن جائیں جو پروردگار عالم کی ایک روحانی اور سراسر نورانی مخلوق ہے جس کا کام ہی اپنے پروردگار کی بندگی و عبادت اور اطاعت و فرماں برداری ہے یہ پاکیزہ مخلوق بالکل معصوم ہے گناہ اور نافرمانی کا اس میں مادہ ہی نہیں۔

اس کے بالکل برعکس شیطان اور اسکی ذُریات کو طغیانی اور سرکشی کی فطرت پر بنایا گیا ان میں عبادت و اطاعت کی صلاحیت ہی نہیں تخلیق انسانی سے پہلے اسکی زندگی کے لئے یہ دو راستے بنائے گئے رحمانی اور شیطانی، کیونکہ انسان کی فطرت میں دونوں مادے ودیعت کئے ہوئے ہیں، رحمانی صراطِ مستقیم بھی عبادت و اطاعت کی شاہراہ ہے جو ایک ہے اور روزِ ازل سے کھلی ہوئی ہے اور شیطانی راستے بیشمار ہیں جس راہ سے یہ طغیانی اور سرکشی آئے نافرمانی کا جذبہ ابھرے وہی شیطانی راستہ ہے جو تباہی کی جانب لیجاتا ہے شیطانی راستوں کی جانب شیاطین دعوت دیتے ہیں اور انسانوں کو گمراہ کرنے کیلئے طرح طرح کے جال پھیلاتے ہیں۔

ضرورت تھی کہ رحمانی صراطِ مستقیم کی جانب دعوت دینے والا بھی ایک پاکیزہ گروہ بھیجا جائے جو انسانوں ہی میں سے ہو جن کی فرشتوں کے ذریعہ تربیت اور حفاظت کی جائے یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جماعت ہے جو اپنی روحانیت اور نورانیت میں فرشتوں سے مشابہت رکھتی ہے اور خطا و لغزش سے محفوظ اور مامون ہے اور دوسری جانب نوعِ انسانی سے تعلق رکھتی ہے ان ہی کی طرح بشر ہے، روزِ ازل ہی میں دوسرا معاہدہ ان انبیاء اور رسولوں کی روحوں سے یہ لیا گیا کہ جب نبی آخر زماں صلی اللہ

علیہ وسلم کے ذریعہ دین اسلام تکمیلی شان کے ساتھ بھیجا جائے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت وحمایت کرنا۔

درحقیقت یہ روزِ ازل کا دوسرا معاہدہ بھی تمام ارواح انسانی سے ہے جو ان کے مذہبی پیشواؤں کی وساطت سے ان کی امتوں اور پیروں کاروں سے لیا گیا جس کی وجہ سے کل کائناتِ انسانی مذہب اسلام کی نصرت وحمایت کی پابند ہے اور جو امتیں بھی نبی آخرزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد روئے زمین پر تھیں یا ہیں اس معاہدہ کی پابند ہیں۔ اس معاہدہ کو اصل پورا کرنے والی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت تھی جس میں ہر فرد منتخب اور برگزیدہ تھا جنہوں نے اسلام کی دعوت اور نصرت وحمایت میں ہر قربانی پیش کی جس کا اعتراف قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا:۔ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اور اس قربانی کے صلہ میں پروردگار عالم کی جانب سے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کا دائمی پروانہ گروہ صحابہ کو عطا کیا گیا۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو رہنمائی کی سند عام عطا فرمائی اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ

ع جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

صاحب سوانح رح کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات وواقعات سے خصوصی شغف اور لگاؤ تھا جس کا زندہ ثبوت ان کی کتاب "حیاۃ الصحابہ" ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی وعلمی زندگی کا بہترین شاہکار ہے جس کے نتیجہ میں اسلام کی دعوت اور نصرت وحمایت کے وہ تمام جذبات اور رجحانات قلب میں سما گئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خصوصی امتیاز تھے اس کے ساتھ ساتھ مشکوٰۃ نبوت سے بھی تعلق رہا اور حدیث نبوی میں پورا پورا انہماک۔ گویا قلب کا تعلق شمع نبوت سے بھی رہا اور ان پروانوں سے بھی جن کے ذریعہ دین حق کی ہدایت کی روشنی عالم میں پھیلی دل کی دنیا کو بدلنے کے لئے یہ امور اصل اصول ہیں جو براہ راست مرکز رشد وہدایت سے وابستگی ہے اور اللہ ورسول کے تعلق کی اصل بنیاد ہے پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ

دین کی اشاعت اور عمومیت کا جذبہ وراثت میں باپ دادا سے بھی منتقل ہوا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کا بستی حضرت نظام الدین اولیاء بنگلہ والی مسجد میں قیام دین کی اشاعت اور عمومیت ہی کے لئے تھا میوات جیسے جاہل خطہ میں جہاں ہر نوع کی مشرکانہ رسوم مسلمانوں میں رائج تھیں دین کی واقفیت اور ذوق کا پیدا ہو جانا آپ ہی کی جدوجہد اور مساعی کا ثمرہ تھا آپ صرف تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ پڑھنے والوں کی اس طرح تربیت فرماتے تھے کہ انھیں دینی بصیرت، دینی واقفیت، دینی ذوق اور دینی پختگی نمایاں نظر آتی تھی اردو میں ان کو مسائل کی اتنی واقفیت تھی کہ غلط مسائل پر مولویوں کو ٹوک دیتے تھے، امانت داری دیانتداری، حق گوئی، تقویٰ و پرہیزگاری ان کی امتیازی شان تھی۔ میوات کے ابتدائی سفروں میں میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ جس مقام پر بھی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کا کوئی شاگرد مقیم تھا وہ دینی مرکزیت اور مرجعیت کی شان رکھتا تھا مگر یہ دائرہ بہت محدود تھا آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد صاحب نے اس کو اور زیادہ وسعت دی پھر بھی میوات کے ایک محدود حلقہ میں یہ سلسلہ محصور رہا۔

حضرت مولانا محمد صاحب کے وصال کے بعد جب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب بستی حضرت نظام الدین اولیاء میں منتقل ہوئے تو اس سلسلہ کی عمومیت اور افادیت اور زیادہ پھیل گئی اور میوات کے دائرہ سے نکل کر ہندوستان کے اطراف میں پہنچ گئی اور اب تو ایک عالمگیر شہرت اختیار کرلی جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

اب دنیا کے مختلف ممالک یورپ اور امریکہ اور حجاز وغیرہ سے لوگ اس دعوت کے کام کی افادیت اور اہمیت کو محسوس کر کے اور اپنے علاقوں میں عملاً تجربہ کر کے ہندوستان آکر اسی میوات کے خطہ میں اور دوسرے علاقوں میں گھومتے ہیں۔ میوات کے لوگوں کو بھی اس کام کی برکت سے اللہ نے ملکوں ملکوں اس دعوت کے کام کو پہنچانے کی سعادت عطا فرمائی یورپ امریکہ اور افریقہ سے جو حضرات جماعتوں میں گھوم کر واپس آئے اور اس کے بعد جو جماعتیں وہاں سے آئیں ان سب کی کارگذاری اور تاثرات معلوم ہو کر اندازہ ہوا کہ جو

کام بڑے بڑے ادارے کرنے میں ناکام رہے وہ کام خدا نے اس سیدھی سادی نقل و حرکت اور محنت کے ذریعہ کرادیا اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضؓ کی محنت سے بڑی مشابہت رکھتی ہے۔

دین کی اشاعت وخدمت کا جذبہ محض باپ دادا ہی سے نہیں ملا بلکہ یہ خاندانی ورثہ ہے جس کا نسلاً بعد نسلٍ حصہ ملا۔

اس خاندان کے مورث اعلیٰ مفتی ابوسعید صاحب قادری رازی رح جو حضرت امام فخرالدین رازی کے ہمعصر تھے سنہ ۶۰۱ھ میں ملک عراق شہر امی سے مکران کے راستہ ہندوستان تشریف لائے اور قصبہ کیرانہ وجھنجھانہ میں آئے یہ سلطان شہاب الدین محمد غوری کا زمانہ تھا سلطان نے آپ کا اعزاز واکرام کیا اور شیخ الاسلام کا خطاب عطا کر کے ان قصبات کی دینی رہنمائی آپ کے سپرد کی اس کے بعد سے یہ خاندان ہر دور میں علم وفضل اور اشاعتِ دین میں نمایاں طور پر ممتاز رہا۔ افتاء اور قضاۃ اس خاندان میں مستقل رہی مفتی ابوسعید صاحب قادری رازی کے ایک فرزند شیخ کمال الدین تھے جن کی اولاد سے شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق جھنجھانوی ہیں جو سلسلہ طریقت کے مشہور ومعروف مشائخ میں ہیں

دوسرے فرزند شاہ قطب شاہ تھے جن تک صاحبِ سوانح کا سلسلۂ نسب پہونچتا ہے جو سوانح میں مذکور ہے اس سلسلہ کے بعض بزرگوں کے کچھ حالات میں نے قلمبند بھی کئے ہیں جو "حالاتِ مشائخ کاندھلہ" کے نام سے شائع بھی ہو گئے ہیں

قدرت نے مزید یاوری یہ کی کہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت فیوضہم العالیہ ہمہ تن اس کام کی جانب متوجہ ہو گئے کیونکہ حضرت موصوف بھی آخر اسی خاندان کی شمع ہدایت ہیں اور اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ حق تعالیٰ اس فیضان کو تادیر قائم رکھے اسوقت تو جماعت ولی اللٰہی کے آخری مرجع اور مسلّم مقتدا اور امام آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مرغوب اور مقبول دین حق کے

بارے میں جدوجہد اور جانی و مالی قربانی ہے یہی جہاد فی سبیل اللہ کا مقصود ہے کہ زور بازو، زور زبان، زور قلب ہر طرح سے باطل کا مقابلہ کرے اور باطل کو سرنگوں کرے اور اس سلسلہ میں ہر نوع کی قربانی بے دریغ کرے کیونکہ مومن و مسلمان کا مال اور جان، عزت و آبرو سب جنت الفردوس کے معاوضہ میں خریدا ہوا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

للّٰہ الحمد کہ آفریدمرا ؛ باہزاراں گنہ خریدمرا

ایمان اور اس کے فروغ و عروج کے لئے جدوجہد، جانی اور مالی قربانی بھی اس تجارت کا اصل سرمایہ ہے جس پر آئندہ زندگی میں منافع اور ثمرات مرتب ہوتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ الآیۃ

مزید انعام و اکرام اور لطف و احسان یہ کہ اس سرمایہ کو لگا دینے کے بعد اس کے سارے منافع انسان ہی کو ملتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی پروردگار عالم خود اس سے مستغنی اور بے نیاز ہے مَن جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ مومن و مسلمان کے لئے بھی معراج ترقی اور عروج ہے جس نے جس قدر مساعی اور قربانیاں دیں اسی قدر عروج و ترقی پایا اور مقرب بارگاہ ہوا اس تجارت کے اصل منافع انبیاء کرام علیہم السلام نے حاصل کئے اس مقدس اور برگزیدہ جماعت کو بھیجا اسی لئے گیا تھا اور ان کی امتیازی اور خصوصی شان ہی یہ تھی ان کے بعد پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی جنہیں نبی آخر زماں کی نصرت و حمایت کے منتخب کیا گیا تھا جو عبادت و بندگی اور اطاعت و فرماں برداری میں نقوش ثانوی تھے اور اغراض نفسانی سے پاک و صاف۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں بھی جو فرق و امتیاز تھا وہ اسی دعوت دین کی جدوجہد اور راہ مولیٰ میں جہاد کی بناء پر تھا مجاہدین اولین اور مجاہدین آخرین سے

ارفع واعلیٰ شمار کئے جاتے تھے ۔ صاحب حیاۃ عزیز گرامی نے اس سلسلہ میں کسقدر جدو جہد کی اور اپنی قوتوں کو جس طرح اس راہ میں خرچ کیا اس کے اجمالی نقوش سوانح نگار نے زیر نظر سوانح میں پیش کر دئیے ہیں جو مولف کی جانب سے ان کی خدمت میں عقیدت ومحبت کے چند پھول ہیں اور ان کی وابستگان کے لئے بہترین یادگاری تحفہ اور نمونۂ عمل ہیں مگر افسوس صد افسوس جس راستہ پر وہ گامزن تھے جس مقصد کی جانب رہنمائی کر رہے تھے اس پر پہنچنے سے پہلے امیر کارواں قافلہ کو درمیان راہ میں چھوڑ گیا کشتی ساحل تک نہ پہونچ پائی تھی کہ ناخدا چل بسا کیونکہ ابھی تک انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی دعوت اور طرز زندگی کی مشق ہی تھی تاکہ امت مسلمہ میں دوسری قوموں کو جذب و کشش کی صلاحیت اور قابلیت رونما ہوجائے اور وہ ان کو اپنے میں مدغم کر سکیں جو انسانی خیر خواہی اور ہمدردی کا اصل تقاضا ہے اور انبیاء کرام کی بعثت اور نبوت ورسالت کا اصل مقصود ہے۔

کیا عجب ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم العالی کے شغف وانہماک سے کشتی ساحل سے لگ جائے اور کارواں منزل مقصود پر آجائے

غرض عزیز محترم گرامی قدر ومنزلت نے جس قدر اس راہ میں جانفشانی وسعی وقربانی دی اسی قدر پرواز نصیب ہوئی اور مرتبہ کمال پایا جس کا حقائق شناس نگاہوں نے اعتراف کیا۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب جنہوں نے سوانح کے نقش ونگار قائم فرمائے ہیں میرے بزرگ بھی ہیں اور میرے بزرگوں سے وابستہ بھی، سوانح نگاری کا خاص ذوق رکھتے ہیں. مشہور اہل قلم اور صاحب تصنیف بزرگ ہیں اس لئے مجھ ایسے عامی آدمی کی توصیف وتحسین سے کتاب بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے۔

یورپ کا سنجیدہ اور سمجھدار طبقہ آج اپنی مادی تباہ کاریوں سے خود پریشان ہے

اس کو اسی امن و سلامتی اور تسکین قلب کی طلب و جستجو ہے جس کے لئے مذہب اسلام کو بھیجا گیا اور عالمگیر و ہمہ گیر مذہب قرار دیا گیا۔ صرف سلیقہ کے ساتھ ان تک اسلام پہنچانے کی دیر ہے ان حالات میں مسلمانوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے ؟
واقعات سے متاثر ہو کر یہ چند باتیں لکھی گئیں خدا کرے قبول خاطر ہوں

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

خاکسار محمد احتشام الحسن
کاندھلہ ضلع مظفر نگر
۱۹ر اپریل سنہ ۱۹۶۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

حامداً ومصلیاً۔ حضرت مولانا یوسف صاحب قدس سرہٗ سے میری پہلی ملاقات ۱۹۵۸ء میں ہوئی تھی، اگرچہ دیکھنے اور مصافحہ کرنے کی حد تک ملاقات اس سے پیشتر سے تھی، لیکن گفتگو، بات چیت کی نوعیت کی ملاقات سن مذکورہ سے ہوئی میں نے اس وقت ہی محسوس کر لیا تھا کہ یہ شخص اس مرتبہ کا ہے کہ اس کے الفاظ، عادات واطوار کو محفوظ رکھنا چاہیئے، اس شخص کے لئے نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لئے

میری ان سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، نظام الدین پہونچ کر بھی اور اجتماعات میں بھی اور مراسلت کے ذریعہ بھی جس سے میرے مذکورہ خیال کی تصدیق ہوتی رہی ہر اگلی ملاقات پچھلی ملاقات کی تصدیق ہوتی تھی اور وہ خیال رفتہ رفتہ یقین کے درجہ میں داخل ہوتا رہا۔ نوبت بانیجا رسید کہ دسمبر ۱۹۶۴ء میں سہارنپور کا اجتماع ہوا اور یہ عاجز راقم الحروف اس میں شریک ہوا، حضرت جی رح تقریر سے فارغ ہوئے اور کھانے کیلئے دسترخوان پر تشریف لائے، رات کے گیارہ بجے ہونگے میں بھی حاضر تھا اور احباب بھی تھے سب ایک دوسرے سے باتوں میں مشغول تھے حضرت جی مجھ سے مخاطب ہوئے۔

یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ میں نے حضرت جی سے کبھی اپنا خیال ظاہر نہیں کیا تھا، آج کی مجلس میں سوچ رہا تھا کہ حضرت جی اپنے بچپن کے کچھ حالات بیان فرمادیتے تو میری جمع کردہ یادداشت میں ایک تسلسل قائم ہو جاتا۔ حضرت جی نے غالباً اس خیال کو محسوس کر لیا اور اپنے ابتدائی حالات بتلانے شروع کر دئیے جن کو میں نے ان ہی کی روایت سے اس کتاب میں نقل کیا ہے افسوس کہ یہ سلسلہ جلد منقطع ہو گیا اور اس کے بعد ان کی زبان کے بجائے دوسروں کے زبان وقلم کا سہارا لینا پڑا۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات یہ سمجھیں کہ مجھے ذوق تالیف و تصنیف ہے جسکی وجہ سے میں اسی ادھیڑبن میں لگا رہتا ہوں. یہ بات نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا وجود نہ ضرورت ہے بلکہ ادائیگی حق ہے جہاں تک ضرورت کا تعلق ہے خدام الدین لاہور کے حضرت جی نمبر، اور الفرقان لکھنؤ کے یوسف نمبر نے اس کو پورا کر دیا ہے، یہ اگرچہ اپنی جگہ درست ہے کہ کسی دوست نے میرے اس خیال کو حضرت جی کے وصال کے بعد الجمعیۃ اخبار میں خبر کے طور پر شائع کر دیا اس کے بعد ہی مذکورہ دونوں نمبر وجود میں آئے اور لکھنؤ کے حلقہ کی طرف سے بھی یوسف نمبر جمال یوسفی" کے نام سے ایک کتاب کا اعلان ہوا. بایں ہمہ میں نے یہی سوچا کہ برسہا برس سے جو خیال اس منزل تک آیا ہو اسکو اب تشنۂ تکمیل نہ چھوڑنا چاہیئے اس لئے بنام خدا اس کتاب کی تالیف کو بدستور جاری رکھا۔

بلا تصنع عرض کرتا ہوں اب تک حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کے قلم سے جتنی کتابوں کو وجود عطا فرمایا ہے انمیں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں ہے جو ایک جگہ بیٹھ کر لکھی گئی ہو بلکہ کچھ قیامگاہ پر، کچھ بس کے اڈوں، بسوں، ریلوے اسٹیشنوں، ریل گاڑیوں، اور حد یہ ہے کہ بعض دفعہ دوکانوں کے تختوں پر قلمی کاوشوں کا سلسلہ جاری رہا ہے، اور خصوصاً یہ کتاب تو تمامہ اسی طرح لکھی گئی ہے، شاید یہ حضرت جی کے تصرفات روحانیہ کی وجہ ہو انہوں نے فرمایا تھا۔

> "دین ایک جگہ بیٹھ کر سمجھ میں نہیں آتا، دین نقل و حرکت کرنے سے سمجھ میں آتا ہے. دیکھو قرآن ایک مقام پر نازل نہیں ہوا ہے، کبھی گھر میں، کبھی سفر میں کبھی جنگ و جہاد میں۔"

الحاصل یہ کتاب ضرورت نہیں بلکہ ادائیگی حق ہے اور اس حیثیت سے اسکو ضرورت کا درجہ بھی دیدیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اس زمانہ میں مغربیت اور اس کا نظام جس بری طرح ذہنوں پر مسلط ہے جس نے سوچنے کا اسلامی طرز فکر بالکل فنا کر دیا ہے اور حد یہ ہے کہ موجودہ علماء کا ایک بڑا طبقہ اور جماعت اسی کو اپنا عقیدہ بنائے ہوئے ہے

ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ جس کثرت کے ساتھ اسلامی نقطہ نظر کی اشاعت کی جائے کم ہے، حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے "موجودہ مغربیت کا توڑ تبلیغی جماعتوں کی بیحد و حساب نقل و حرکت اور ان چھ نمبروں کی اشاعت ہے" اس پر عاجز نے بہت سوچا بالآخر شرحِ صدر ہوگیا اور اب میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں: دنیا و آخرت کی کامیابیاں اِدھر ہیں۔"

بعض احباب نے مجھ سے کہا "میاں، انکی سوانح حیات میں کیا ہوگا وہی چھ نمبر اور تبلیغ" بات صحیح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی تو یہی نشر و اشاعت اسلام ہے، میں بلا جھجک کہتا ہوں حضرت جی رحؒ اسلام کے داعی، سراپا داعی، بلکہ ایک ایسے انسان تھے کہ جن کا نام یوسف کے بجائے "دعوت اسلام" رکھدیا جائے تو درست ہوگا۔ لہٰذا اس کتاب میں ان کی حیات کے مطابق دعوت ہی دعوت ہے

میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی حیات کو ان ہی کے الفاظ اور ارشادات سے ترتیب دوں مگر میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی اور کام ادھورا رہ گیا۔ تاہم میرا یہ نقطہ نظر کتاب میں موجود ہے اسی وجہ سے میں نے اس کتاب میں بھرپور کوشش کی ہے دعوتی چیزیں تبلیغی کام اور اس کے فوائد حضرت جی رحؒ کے الفاظ میں زیادہ سے زیادہ آجائیں

آخری باب ارشادات کے عنوان کے تحت حضرت جی رحؒ کے ملفوظات اور ان کی تقریروں کے ذریعہ حضرت جی رحؒ کے نقطہ نظر کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، آخر میں ایک تقریر بھی بعینہٖ نقل کردی گئی ہے میرے نزدیک وہ تقریر پوری دعوت کی جان ہے۔

یہ میں جانتا ہوں کہ داعی کے مرتبہ کے مطابق میں اس کتاب کو ترتیب دینے میں قاصر رہا ہوں، اسلئے میری یہ تالیف حضرت جی کے حالات کے بارے میں نقش آخر تو نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ جب اس طرح کی بہت سی چیزیں جمع ہوجائیں گی تو کوئی مؤلف نقش آخر بھی ترتیب دے سکے گا۔ میری یہ سطریں ہفتہ کے دن ۱۰ ر رجب المرجب ۸۳ھ کو گنگوہ میں وجود میں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

طبع ثانی

حضرت جیؒ کے وصال کو دس سال ہو چکے ہیں اور میری اس حقیر کتاب کی طبع اول کو بھی اتنا ہی عرصہ ہو رہا ہے۔ کتاب کی مقبولیت اور اسکے اقتباسات کی اخبار اور رسائل میں کافی اشاعت ہو چکی ہے۔ اس عرصہ میں پوری دنیا میں عموماً اور اندرون ملک خصوصاً بہت سے اہم واقعات اور حالات پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے شب و روز کے تغیر و تبدل، حالات کے نشیب و فراز کے دوران ہمدردانِ ملت اور بہی خواہانِ اسلام نے حضرت جیؒ اور ان کی دعوت کی اہمیت کو محسوس کیا ہے اور ہمیں نے ہی نہیں بلکہ بہت سے اہل علم و فکر حضرات نے ملت کے حق میں حضرت جیؒ کے عطا کردہ نسخہ کو مفید جانا ہے۔ یہ بات دیگر ہے کہ بعض افراد یا بعض مسلم تنظیموں کو تبلیغی جماعت کے نام سے دلچسپی نہ ہو بلکہ دوسرے طرز فکر اور ڈھانچہ سے وابستگی ہو لیکن ہم نے جب ان کے دلوں کی دھڑکنوں کو محسوس کیا ہے تو تبلیغی نسخہ سے فرار و پرہیز کرتے نہیں پایا بلکہ حضرت جی رح کے بارے میں صاف اعلان کرتے سنا ہے:۔

> "وہ بہت صاف ذہن اور دماغ رکھتے تھے ان کے افکار نہایت پاکیزہ تھے اور موجودہ زمانہ میں ان سے زیادہ اچھا اور واضح لائحہ عمل پیش نہیں کیا جاسکتا۔"

ممکن ہے بعض اس کو غلوئی العقیدت قرار دیں لیکن کسی الزام کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جو الزام دلائل سے عاری ہوتا ہے وہ تعصب یا حسد کہلاتا ہے

طبع ثانی کے اس ایڈیشن میں، میں نے جگہ جگہ تھوڑے وضاحتیں کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ حضرت جی رح کا نقطہ نظر کتنا پاکیزہ تھا۔ چنانچہ مختلف اقتباسات ملفوظات کی تشریح اسی وجہ سے کی گئی ہے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ حضرت جی رح کی اس مختصر سوانح حیات کو غیر معمولی مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی اور اس کے مقابلہ میں بڑی سوانح کو بھی اتنی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ وجہ غالباً کتاب کا اختصار اور جامعیت ہے وللہ الحمد۔

موجودہ ایڈیشن میں میں نے مختلف حضرات کی پیش کردہ ترمیم اور اضافہ کو بھی شامل کر دیا ہے، اب انشاء اللہ دوبارہ ترمیم اور اضافہ کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔

والسّلام

عزیز الرحمٰن غفرلہ

مدنی دارالافتاء ، مدنی دارالتالیف

بجنور۔

۲۰ ردسمبر ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ اوّل

خاندانی تعارف

آسمانِ رشد و حکمت کا درخشاں آفتاب

دورِ حاضر کا وہ یوسف بیمثال ولاجواب

امیر الاسلام و رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی حیاتِ طیبہ کے ان چند اوراق کو ان کے خاندانی تعارف سے اس وجہ سے شروع کیا جارہا ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ وہ جس خاندان کے چشم و چراغ تھے وہ اپنی دینداری، خلوص و للہیت اور خدمتِ خلق و اسلام میں ہندوستانی مسلمانوں کا ویسا ہی گھرانہ تھا جیسا کہ دہلی کا ولی اللٰہی گھرانا، اگر اُس خاندان کے تمام افراد (از اصاغر تا اکابر) کو گوہرِ شب چراغ آفتاب و ماہتاب کہا جاسکتا ہے تو بلاشک و شبہ اِس کاندھلوی خاندان کو "ایں خانہ تمام آفتاب است" کا صحیح مصداق قرار دیا جاسکتا ہے۔ بلاشک اس گھرانے کے تمام افراد از اصاغر تا اکابر بکھرے ہوئے گوہرِ بے بہا اور ستارگان شرمندۂ آفتاب و ماہتاب ہیں چنانچہ سطورِ ذیل سے یہ بات بخوبی واضح ہوجائے گی کہ حضرت رئیس التبلیغ نے جس خاندان میں جنم لیا اور جن گودوں میں تربیت و پرورش پائی وہ اپنے زمانہ کی مقدس ہستیاں اور بے مثال آغوش تھیں۔

نسب نامہ

مولانا محمد یوسف صاحبؒ بن مولانا محمد الیاس صاحبؒ، بن مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ، بن غلام حسین صاحبؒ، بن حکیم بخش صاحبؒ، بن حکیم غلام محی الدین صاحبؒ

بن مولوی محمد ساجد صاحب، بن مولوی محمد فیض صاحب، بن مولوی محمد شریف صاحبؒ بن مولوی محمد اشرف صاحب، بن شیخ جمال، بن محمد شاہ، بن شیخ بابن شاہ، بن شیخ بہار الدین صاحب، بن مولوی شیخ محمد، بن شیخ محمد فاضل بن شیخ قطب شاہ [1]

آپ کا سلسلہ نسب جناب مفتی الٰہی بخش صاحب اور مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے جناب مولوی محمد شریف صاحب پر جاکر مل جاتا ہے اسطرح آٹھ پشت بعد آپ مفتی الٰہی بخش و مولانا مظفر حسین صاحب ہم جد ہو جاتے ہیں۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے

مفتی الٰہی بخش صاحب

مفتی الٰہی بخش صاحب حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے شاگرد رشید اور شاہان مغلیہ کے نزدیک نہایت باوقار شخصیت تھے حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے سلوک و شریعت دونوں قسم کی تعلیم حاصل کی اور جب حضرت سید احمد شہیدؒ نے اعلان جہاد کیا تو ان کے دست حق پرست پر بھی بیعت کی اور ۱۲۴۵ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا آپ کم و بیش چالیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ قصیدہ بانت سعاد کا اردو، فارسی، عربی اشعار میں ترجمہ آپ کی قابلیت کا مرقع ہے

مولانا مظفر حسین صاحب

حضرت مفتی صاحب مرحوم کے دوسرے بھائی مولانا محمود بخش صاحب تھے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب ان ہی کے فرزند ارجمند ہیں، آپنے مفتی الٰہی بخش صاحب اور ان کے بعد شاہ محمد اسحٰق صاحب سے تعلیم حاصل کی مفتی صاحب کے انتقال (۱۲۴۵ھ) کے بعد ہر دو قسم کی تعلیم کا سلسلہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب سے قائم کرلیا [2] آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے معاصرین اور محبین مخلصین میں سے تھے زہد و تقویٰ میں آپ کے زمانہ میں آپ کا مثل نہیں تھا [3]

---

۱ از قلم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ ۲ الرحیم کراچی اپریل سنہ ۱۹۶۵ء

۳ تذکرۃ المشائخ دیوبند

امی بی آپ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی ہیں امی بی کے بطن سے ایک صاحبزادی بی صفیہ تھیں جن کا عقد مولانا محمد اسماعیل صاحب پدر بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور جدّ محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے ہوا تھا۔

امی بی اپنے والدِ محترم حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی طرح نیک سیرت اور رابعہ صفت خاتون تھیں، ہر وقت ذکرِ الٰہی، اوراد و تسبیحات میں مشغول رہتی تھیں۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے تذکرۃ الخلیل میں بیان کیا ہے کہ جس وقت ان کا انتقال ہوا تو ان کے پوتڑوں میں سے عطر کی بو آرہی تھی۔[۱]

بی صفیہؒ یعنی حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی دادی بڑی جید حافظ تھیں انہوں نے قرآن پاک اس وقت یاد کیا تھا جس وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے تائے اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے والدِ محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ گود میں تھے۔ یہ بھی اپنی والدہ ماجدہ اور محترم نانے کی طرح نہایت پرہیزگار، عابدہ زاہدہ تھیں

حضرت بی صفیہ باوجود عورت ذات ہونے کے اور ان تمام مراحل و عواقب کے باوجود جو ایک حوّا کی بیٹی کو پیش آتے ہیں قرآن پاک سے گہرا شغف رکھتی تھیں۔ رمضان مبارک میں تو قرآن پاک کا دور شباب پر ہوتا تھا روزانہ ایک قرآن پاک اور مزید دس پارے ختم کرلیا کرتی تھیں اس طرح پورے رمضان میں چالیس قرآن پاک ختم کرتی تھیں۔ بال بچوں اور امورِ خانہ داری کی مصروفیات کے ساتھ درود شریف پانچ ہزار، اسم ذات پانچ ہزار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک ہزار نو سو، یا مغنی گیارہ سو، لا الٰہ الا اللہ بارہ سو یا حی یا قیوم دو سو الحمد للہ دو سو لا الٰہ الا اللہ دو سو اللہ اکبر دو سو استغفار پانچ سو افوض امری الی اللہ ایک سو حسبنا اللہ و نعم الوکیل سو، رب انی مغلوب فانتصر سو ربی انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین سو لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت

---

[۱] تذکرۃ المشائخ دیوبند، تذکرۃ الخلیل۔

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ سنو. قرآن پاک کی ایک منزل ان کے روزانہ کے معمولات تھے[۱]

ان ہی مقدس بی بی کے بطن سے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب پیدا ہوئے اور ان کے تیسرے بھائی حضرت مولانا محمد صاحب کی والدہ دوسری تھیں۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب

آپ کا قدیم آبائی وطن جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) ہے لیکن پہلی بیوی کے انتقال کے بعد جب آپ کا عقد حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی نواسی محترمہ بی صفیہ سے ہوگیا تو آپ نے کاندھلہ کی سکونت اختیار کرلی تھی، اسی وجہ سے اس سلسلہ کے حضرات کو کاندھلوی کہا جاتا ہے۔

دہلی میں آپ نے اس وجہ سے قیام فرمایا کہ یہاں آپ مرزا الٰہی بخش سمدھی بہادر شاہ ظفر کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے اور چونسٹھ کھمبہ کے پھاٹک کے اوپر کے مکان میں رہتے تھے اسی کے قریب ایک مسجد تھی (جسکو بنگلہ والی مسجد کہا جاتا ہے اور جہاں اب بھی تبلیغی مرکز ہے) وہاں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے

حضرت مولانا ایک خدا رسیدہ سیدھے سادے بزرگ تھے خدمت خلق اور اسلام کا جذبہ رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھا اجتماعات اور ہجوم کے دنوں میں لوگوں کے لئے پانی اور لوٹوں کا انتظام رکھتے تھے، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کسی مسلمان کی تلاش میں نکلے، باہر سے چند میواتی شہر میں مزدوری کرنے کے لئے آرہے تھے آپ نے ان سے دریافت کیا کہاں جاتے ہو، عرض کیا مزدوری کرنے، آپ نے فرمایا جو مزدوری تمہیں شہر میں ملے گی وہ یہیں مل جائیگی چنانچہ آپ اپنے ساتھ لائے اور نماز و قرآن پاک سکھانے لگے، جب ان کو یاد ہوگیا مزدوری دیکر رخصت کیا، یہ ہے بنگلہ والی مسجد سے شروع ہونیوالی تبلیغ اور مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد۔

---

[۱] تذکرۃ المشائخ دیوبند، تذکرۃ الخلیل۔ واضح رہے ان اوراد و اذکار مسنونہ کو قلب کے جاری کرنے میں خصوصیت حاصل ہے برسوں کے چلّوں سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو اذکار مسنونہ پر مداومت کرنے کو حاصل ہوجاتی ہے

مولانا کی اس للّٰہیت اور خلوص سے ان کے قلبی مقام کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ایک مرتبہ آپ نے حضرت قطب الاقطاب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی، فرمایا تمہیں بیعت کی کچھ حاجت نہیں اس لئے کہ بیعت کا مقصود تم کو حاصل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا یوسف صاحب نے فرمایا ہمارے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کی دو روپیہ ماہانہ تنخواہ تھی اور تین کام تھے یعنی امامت، اذان، تعلیم، اور یہ دو روپیہ بھی محض اپنے آپ کو کمتر ظاہر کرنے کی غرض سے لیتے تھے۔

اسی خلوص وللّٰہیت کا نتیجہ تھا کہ جب ۴ شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کو آپ کا انتقال ہوا تو ایک جم غفیر موجود تھا دہلی کے ہر طبقہ کے مسلمان حتیٰ کہ غیر مسلم بھی موجود تھے دہلی سے نظام الدین تقریباً ساڑھے تین میل ہے لیکن جنازے میں بلّیاں لگا دینے کے باوجود بہت سے لوگ کندھا دینے سے محروم رہے۔

مولانا محمد صاحب آپ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں اپنے والد صاحب مرحوم کی طرح پاک طینت تھے طبیعت منکسرانہ اور متواضع پائی تھی اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے لیکن عمر نے وفا نہ کی

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب آپ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے منجھلے صاحبزادے ہیں آپ کی ولادت ۱۲۸۷ھ میں ہوئی تاریخی نام بلند اختر ہے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی تھی، ادب و منطق کے علاوہ بقیہ کتابیں مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھیں فرماتے ہیں:-

مجھے سلّم ازبر یاد ہے تسبیح لے کر میں نے اس کی عبارت کو از اوّل تا آخر دو سو مرتبہ پڑھا ہے. تمام ادب میں استاد سے میں نے مقامات حریری کے صرف ۹ مقامات پڑھے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ استاد نے کہدیا تھا کہ میرے مکان کو آتے جاتے راستہ میں پڑھ لیا کرو، اسلئے

میں ساتھ جاتا اور راستہ میں پڑھا کرتا تھا اکثر جگہ استاد فرما دیا کرتے تھے اس لفظ کے معنی مجھے یاد نہیں خود دیکھ لینا

میں نے حمد اللہ اٹھارہ دن میں پڑھا ہے، ظہر کے بعد اس کا سبق ہوتا تھا اس لئے میں صبح ہی سے اس کے حواشی کا مطالعہ کرنے کے لئے نانی اماں کی چھت پر جا بیٹھتا تھا اور بارہ بجے اُتر کر روٹی کھایا کرتا تھا بسا اوقات سبق میں استاذ سے بحث ہو جایا کرتی تھی۔"

جماعت علمائے دیوبند میں آپ کے حافظہ اور ذہانت کو مثالی طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اتنے غضب کا حافظہ تھا کہ طلبا کو نفحۃ الیمن، متنبی، حماسہ محض اپنے حافظہ سے املا کرا دی تھیں آج بھی ان کی لکھوائی ہوئی کتابیں موجود ہیں۔

حدیث شریف آپنے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے پڑھی اور جب تک حضرت گنگوہی حیات رہے آپ گنگوہ میں ہی مقیم رہے۔ حضرت گنگوہی سے بیعت ہو کر منازلِ سلوک بھی طے کئے حضرت گنگوہی کو ان سے اس قدر تعلق تھا کہ فرمایا کرتے تھے "محمد یحییٰ اندھے کی لاٹھی ہے۔"

آپ نے ۱۳۲۶ھ سے مظاہر علوم سہارن پور میں پڑھانا شروع کیا، پانچ سال تک آپنے مظاہر علوم میں مستقل تعلیم دی اور ایک پیسہ بھی اجرت کا نہیں لیا قرآن پاک سے آپ کو خاص شغف تھا اپنے متعلقہ امور کو انجام دینے کے بعد روزانہ قرآن پاک زبانی اس طرح ختم کر لیتے تھے کہ اُدھر مغرب کی اذان کے لئے موذن اللہ اکبر کہتا اور ادھر سورۂ ناس کے آخری حروف آپ کی زبان پر ہوتے

حضرت گنگوہی کی تقریر ترمذی اور تقریر بخاری کو آپ نے عربی میں قلمبند فرمایا ہے جس کو حاشیہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم نے شائع فرمایا ہے، ہر دو کتاب کی عربیت کو دیکھ کر آپ کو ادب کا ایک کہنہ مشق اور پختہ کار تسلیم نہ کرنا حق تلفی ہے۔

باوجود ان خوبیوں کے انتہائی متواضع تھے گویا آپ علم کے ایک سمندر تھے

جس کی سطح بالکل ساکن تھی اور اندر موجیں ٹھاٹھیں کھاتی رہتی تھیں ۔

حضرت گنگوہی رح کے انتقال کے بعد آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت ہو گئے تھے ان ہی سے آپ کو اجازت بیعت حاصل ہے ۱۳۴۶ھ میں آپ کا وصال ہو گیا، پس ماندگان میں ایک فرزند ارجمند، علم و عمل میں اکابر و اسلاف کا نمونہ، الطاف پیغمبر کی سنت کی چلتی پھرتی تصویر جانشین مشائخ چھوڑا دنیا آج ان کو عالم اسلام کا شیخ الحدیث کہتی ہے مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِفُیُوْضِہٖ وَبَرَکَاتِہٖ وَطُوْلِ حَیَاتِہٖ آمین

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح

آپ موجودہ دعوت و تبلیغ اسلام کے ہندوستان میں بانی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کے مخزن روزگار والد محترم ہیں، آپ کا تاریخی نام اختر الیاس (۱۳۰۳ھ) ہے

آپ اسی گھرانے کے تربیت یافتہ اور انہیں مقدس گودوں کے پروردہ ہیں جس کا تذکرہ ابھی ابھی ہوا ہے۔ آپ جس طرح سے بڑے ہو کر مقبول عوام و خواص تھے اسی طرح سے طفلی میں بھی نورچشمان اکابر تھے اس خاندان کی ولیہ خاتون آپ کی نانی حضرت امّی بی آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتیں اور فرماتیں "اختر مجھے تجھ سے صحابہ کی بو آتی ہے" کبھی فرماتیں "کیا بات ہے مجھے تیرے ساتھ صحابہ کی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں"۔ حضرت شیخ الہند رح فرمایا کرتے تھے: "جب میں مولوی محمد الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے ہیں"۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے پاس بیٹھ کر مطالعہ کرنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا "محمد الیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق نہیں آئے گا"۔

آپ نے ابتدائی تعلیم تو کاندھلہ رہ کر ہی حاصل کی لیکن ۱۳۱۴ھ یا ۱۳۱۵ھ میں آپ اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ گنگوہ تشریف لے گئے اور وہاں اپنے بڑے بھائی سے پڑھنا شروع کر دیا۔

درمیان میں آپ بیمار ہو گئے اور کافی عرصہ جناب حکیم مسعود احمد صاحب رح صاحبزادہ

حضرت گنگوہی کے زیر علاج رہے انہوں نے پانی پینے کا پرہیز بتلایا مگر اللہ اکبر آپ کا یہ استقلال کہ سات سال تک آپ نے پانی نہیں پیا ۱۳۲۶ھ میں آپ نے حضرت شیخ الہند سے دورۂ حدیث پڑھا اور ان کے بعد اپنے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے بھی دورہ پڑھا۔

باوجودیکہ حضرت گنگوہی بچوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے لیکن یہ آپ ہی کو خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کو بچپن ہی میں بیعت کر لیا تھا حضرت گنگوہی رح کے انتقال کے بعد آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے بیعت ہو گئے انہیں سے آپکو اجازت بیعت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت شیخ الہند رح کے ہاتھ پر بھی آپنے بیعت جہاد کی تھی۔

قیام گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد آپ نے اپنے فخر زمانہ اور نور چشمان اکابر بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں اور ۱۳۲۸ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں بھی درس دیا اور ۱۳۳۶ھ میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب کے انتقال کے بعد بستی نظام الدین تشریف لے آئے اور اس کام کو شروع کیا جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو پیدا فرمایا تھا بالآخر اصلاحِ امت کے ایک بہت بڑے کام کو پھیلا کر جولائی ۱۹۴۴ء میں آپنے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے اپنے نور چشم، مقبول بارگاہ الٰہی، یوسف ثانی یعنی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کو چھوڑا جنہوں نے مولانا کے نقوش پر کام کر کے اس تحریک دعوت کو عالمگیر بنا دیا۔ یاد رہنا چاہیئے کوئی چیز اسی وقت رواج پاتی ہے جب اس کی پشت پر کوئی دعوت ہو (موجودہ زمانہ میں پروپیگنڈا کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے) کوئی چیز کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو اگر اس کو دعوت یا پروپیگنڈہ کی پشت پناہی حاصل نہ ہو تو وہ زندہ نہیں رہ سکتی اور کوئی چیز کتنی ہی مضر کیوں نہ ہو لیکن اس کو دعوت اور پروپیگنڈہ کی حمایت حاصل ہو تو وہ رواج پا جائے گی چنانچہ موجودہ زمانہ میں ایک چیز کو پیدا ہونے میں دیر لگتی ہے لیکن رواج پانے میں دیر نہیں لگتی۔

اسلام کی افادیت مسلّم اس کی حقانیت اور صداقت کا اعتراف اور اقرار بلکہ

ں پر یقین کے لئے ہمارے ہاتھوں اسکی دعوت نہیں ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ اسلام کے خلاف غلط نظریات وافکار رواج پا جاتے ہیں اور اسلام کے نظریات اور افکار پیچھے ہی نہیں بلکہ معدوم ہوتے جاتے ہیں۔

اس جگہ یہ خیال نہ ہونا چاہیئے کہ ہم موجودہ قسم کے پروپیگنڈے کی کوئی شق کی طرف بلاتے ہیں نعوذ باللہ، بلکہ ہمارا منشار دعوت سے صرف اس قدر ہے کہ اشاعت اور حفاظتِ اسلام کی کوئی عملی تشکیل ہونا چاہیئے۔ ہمارے نزدیک موجودہ دعوت و تبلیغ سے زیادہ آسان اور مفید کوئی دوسری تشکیل نہیں ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اسلام کے لئے دوسری کوششوں اور خدمتوں کو حقیر جانتے ہیں حاشا وکلا۔ ہاں یہ ضرور عرض کرینگے۔ غور کر لینا چاہیئے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب

آپ حضرت مولانا یحیٰی صاحبؒ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بھتیجے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے چچازاد بھائی بھی ہوتے ہیں حضرت مولانا رؤف الحسن صاحب (جو آپ کے حقیقی ماموں ہوتے تھے) ان کی چھوٹی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا اور بڑی صاحبزادی سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا ۶ر ذیقعدہ ۳۰ھ میں عقد ہوا تھا، اس طرح حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ آپسمیں چچازاد اور خالہ زاد بھائی بھی ہوتے ہیں

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی جب پہلی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تو ان کے بعد آپ کا دوسرا عقد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی ہمشیرہ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی صاحبزادی سے ہوگیا اس طرح حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کے برادرِ نسبتی یا بہنوئی بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا پہلا عقد حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی پہلی اہلیہ محترمہ کی بڑی صاحبزادی سے ۳ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہوا اور ایجاب و قبول حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد

صاحب مدنی رحمہ نے کرایا۔ شوال ۱۳۶۷ھ میں ان اہلیہ محترمہ کا وصال سجدہ کی حالت میں ہوگیا مرحومہ نے ایک لڑکا صاحبزادہ مولانا محمد ہارون صاحب چھوڑا۔ ۱۳۶۹ھ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی دوسری صاحبزادی سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا عقد ثانی ہوا، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی، اس طرح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کے ذی النورین ہیں

حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی ولادت باسعادت ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ میں ہوئی آپ نے اکثر کتب درسیات اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے پڑھیں اور قرآن پاک بھی ان ہی کے سامنے حفظ کیا اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھیں، آپ کے ایام طفولیت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی صحبت بابرکت میں گذرے۔

شعبان ۳۲ھ میں حدیث شریف کے علاوہ آپ تمام درسیات سے فارغ ہوچکے تھے شوال ۳۲ھ میں جب حضرت مولٰنا خلیل احمد صاحبؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو دورہ حدیث بھی اپنے والدِ محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے پڑھا، مگر یہ خواہش باقی رہی کہ بخاری اور ترمذی حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے پڑھیں چنانچہ آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہوگئی۔

جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی عرض کردوں کہ حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ۱۳۳۹ھ میں ہوا اس طرح اس وقت حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی عمر تقریباً ۲۴، ۲۵ سال کی تھی اس بناء پر میں نے ان سے ایک سوال کیا، وہ یہ کہ حضرت! ریشمی خطوط کی تحریک کا تقریباً تمام زمانہ آپ کے سامنے سے گذرا ہے اگر آپ کو اس کے متعلق کچھ معلوم ہو تو ارشاد فرمائیں — جواباً ارشاد فرمایا:۔

"مجھے اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی، ہاں ہمارے پڑوس میں ایک بڑے میاں رہتے تھے وہ اس تحریک کے ایک رکن تھے ان سے سنا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ یاغستان میں پیغام رسانی کی خدمات ان کے

سپرد تھیں، ان کو کاغذ کے خوبصورت پھول بنانے کی مہارت تھی، ان پھولوں کو وہ فروخت کرتے ہوئے سرحد پہونچتے تھے اگر کوئی اسی پیغام والے پھول کو خرید نا چاہتا تو اس سے کہتے کہ اس پھول میں خرابی ہے اور اس سے اچھا پھول دکھاتے اور اس پیغام والے پھول کو اس طرح محفوظ کر کے یاغستان پہونچاتے۔"

شیخ الحدیث کا خطاب

آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:۔

"والد صاحب نے جب مجھے مشکوٰۃ شروع کرائی تو بڑے اہتمام سے غسل فرما کر اور دو رکعت نفل پڑھ کر شروع کرائی تھی اور بسم اللہ پڑھانے کے بعد دیر تک قبلہ رو ہو کر دعا مانگی تھی۔ اس کا تو مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا دعا مانگی تھی مگر میں نے اس وقت دیر تک صرف ایک دعا مانگی تھی کہ بار الہا، اب مجھ سے یہ حدیث کا مشغلہ ترک نہ ہو۔"

اللہ تعالٰی نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی، چنانچہ آپ روز اول ہی سے اب تک اسی مشغلہ میں لگے ہوئے ہیں بَارَكَ اللّٰهُ فِي فُيُوْضِهٖ وَبَرَكَاتِهٖ، آمین۔ چنانچہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ بذل المجہود کی تالیف میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے شریک کار رہے بالآخر انہوں نے آپ کو یہ خطاب مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"ماشاء اللہ مولوی زکریا اس خطاب کے اہل ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ حدیث میں ان کو کتنا تبحّر حاصل ہے۔"

عجیب اتفاق ہے، باپ بھی شیخ الحدیث اور بیٹا بھی شیخ الحدیث، پھر تمام عمر والد محترم نے بھی تعلیم دینے پر اجرت نہیں لی، ماشاء اللہ ہونہار فرزند ارجمند تاج المحدثین بھی الی یومنا ہذا، باپ کے نقش قدم پر ہے۔ مشائخ دیوبند میں اسی گھرانے کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جس نے درس و تدریس کو ذریعہ کسب معاش نہیں بنایا، آج یہ حضرات خیر القرون کی زندۂ جاوید مثالیں ہیں، رزق کفاف لینا چہ معنی دارد، بلکہ اس

طرف سے بالکل آڑ کر لینا مردانگی ہے۔ ایسے ہی حضرات کی بدولت آسمان پر رحمت کے بادل منڈلاتے ہیں اور زمین رزق کے دریا بہاتی ہے۔

تصنیف و تالیف

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی زندگی کا محبوب مشغلہ یہی حدیث ہے جس کے لئے انہوں نے دعا کی تھی آپ نے اردو زبان میں متعدد کتابیں لکھیں۔ آج وہ کتابیں تبلیغی نصاب میں داخل ہیں آج تک مشائخ دیوبند کی کتابوں میں بہشتی زیور کی اشاعت کو فوقیت حاصل تھی مگر اب وہ ان کتابوں سے بہت پیچھے جا پڑی ہے، یہ کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں یہ کتابیں نہایت شوق و رغبت کے ساتھ نہ پڑھی جاتی ہوں۔ موجودہ نسل میں دینداری، دین کی تڑپ، عملی قوت، یہ سب کچھ ان کتابوں کا طفیل ہے، متعدد چھوٹے چھوٹے رسالے، زبان سادہ اور صاف ہے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

(۱) فضائلِ تبلیغ (۲) فضائلِ نماز (۳) فضائلِ ذکر (۴) فضائلِ قرآن (۵) فضائلِ حج (۶) فضائلِ صدقات، دو حصہ (۷) حکایاتِ صحابہ (۸) شمائلِ ترمذی۔

فنِ حدیث میں عربی زبان میں چند معرکۃ الآراء کتابیں آج محدثین کے لئے خضرِ راہ کا کام کر رہی ہیں۔

(۱) اَلکَوکَبُ الدُّرِّی:۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تقریر جس کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے قلمبند کیا تھا اسکو عربی حاشیہ کیساتھ آپنے شائع کیا ہے۔

(۲) لَامِعُ الدَّرَارِی:۔ بخاری شریف پر حضرت گنگوہی رح کی تقریر جسکو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے قلمبند کیا اسکو طویل حاشیہ کے ساتھ آپنے شائع فرمایا ہے۔

(۳) اَوجَزُ المَسَالِک:۔ مؤطا امام مالک کی مشہور عالم کتاب، مؤطا کی زبان عربی میں چھ ضخیم جلدوں میں عظیم الشان شرح ہے۔

سلوک اور تصوف

آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے خلیفہ ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ ہر اعتبار سے ان کے سچے جانشین ہیں۔ اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ، غرضیکہ وہ تمام چیزیں جن کو تصوف کی جان اور روح کہنا چاہیئے وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں ودیعت فرما دی ہیں۔ تواضع، انکساری، تحمل اور ضبط و صبر، طلباء سے محبت، خلق سے مستغنی ہونا، مہمان نوازی غربا پروری اور نہایت اونچے درجہ کا کشف اور روشن ضمیری غرضیکہ متقدمین اکابر میں جو کمالات ہو سکتے تھے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ نے سمیٹ کر آپ کی شخصیت میں مرکوز فرما دئے۔ اگر ہمیں یہ خوف نہ ہوا ہوتا کہ حضرت جی قدس سرہٗ کے تذکرہ میں دیر ہو جائے گی تو ہم بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی زندگی کے تمام ضعبوں کو مختصراً ابھارتے۔ تفصیل کے لئے حضرت شیخ کی سوانح ہماری کتاب "ولی کامل" میں ملاحظہ فرمائیں۔

امیر تبلیغ مولانا انعام الحسن صاحب

آپ کی جائے پیدائش کاندھلہ ہے تاریخ ولادت ۱۹۱۸ء ہے والد محترم کا اسم گرامی مولانا اکرام الحسن ہے، جو حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے حقیقی بھانجے ہوتے ہیں، مولانا انعام الحسن صاحب عمر کے اعتبار سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے اگرچہ ایک سال پیچھے ہیں لیکن اس قدرتی فرق کے علاوہ زندگی کے تمام مراحل میں حضرت جی کے ساتھ ساتھ رہے۔

آپ نے قرآن پاک اور فارسی میں بوستاں تک تعلیم کاندھلہ میں رہ کر اپنے نانا عبدالحمید صاحب سے حاصل کی اس کے بعد ۱۹۲۸ء میں مرکز نظام الدین نئی دہلی میں چلے آئے اور عربی و فارسی کی بقیہ تعلیم یہیں رہ کر حاصل کی اور شوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے ابوداؤد شریف پڑھنے کیلئے داخل ہوئے ۳ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ کو حضرت جیؒ اور مولانا انعام الحسن صاحب کا عقد حضرت شیخ الحدیث صاحب کی صاحبزادیوں سے حضرت شیخ الاسلامؒ نے

پڑھایا، اور قریباً ایک سال بعد دونوں کی رسم رخصتی ایک ساتھ ادا ہوئی دونوں کا ولیمہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی ساتھ ہوا۔ اس کے علاوہ دونوں حضرات شاہ محمد الیاس صاحبؒ سے ایک ہی ساتھ بیعت ہوئے، دونوں نے حج بھی ایک ہی ساتھ کئے تبلیغ ودعوت میں دونوں ایک ساتھ رہے اور اس سفر میں جس میں حضرت مولانا یوسف صاحب رحؒ کا انتقال ہوا ہے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ ساتھ ہی تھے۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ارشاد فرمایا:۔

"میں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سنہ ۱۹۲۸ء سے آخر تک بجز چند مواقع کے ایک ہی ساتھ رہے بچپن سے ہم دونوں میں نہایت محبت تھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں کاندھلہ تھا تو میں نے سنا صبح کو یوسف دلی سے آرہا ہے تو وہ رات میں نے جاگ کر گذاری اس وقت میری عمر دس سال سے کم تھی۔

سنہ ۱۹۲۸ء میں' میں نظام الدین آگیا تھا، مولانا محمد یوسف صاحب ان دنوں کافیہ پڑھتے تھے، اور میں نے آکر بڑے حضرت جیؒ سے میزان منشعب کی تھی اور تین دن میں میزان اور پانچ دن میں منشعب ختم کر لی تھی، ہدایۃ النحو تک میں نے بڑے حضرت جی رحؒ سے پڑھا ہے مشکوٰۃ شریف مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے مجھ سے پہلے پڑھ لی تھی، البتہ جلالین شریف میں میرا اور ان کا ساتھ رہا ہے اس کے بعد بڑے حضرت جی رحؒ سے دورہ حدیث پڑھا اور اس کے بعد سنہ ۱۳۵۴ھ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ سے ابوداؤد شریف پڑھی اور دونوں نے سہ ماہی امتحان میں کامیابی کے اعلیٰ نمبر حاصل کرنے کی وجہ سے کوکب دری انعام میں حاصل کی۔

سنہ ۱۹۳۶ء میں جب میں بیمار ہوا تو کاندھلہ چلا آیا تھا کچھ عرصہ کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب دلی سے کاندھلہ تشریف لائے اور جس چارپائی

پر میں لیٹا ہوا تھا اسی پر میرے برابر لیٹ گئے اور فرمانے لگے ،
تمہارے جانے کے بعد تو ہم بات چیت سے بھی ترس گئے تھے اس
کے بعد ۱۹۵۰ء سے آخر تک میرا اور ان کا ساتھ رہا (ٹھنڈی سانس
لے کر فرمایا) بجز اس سفر کے جس میں وہ تنہا ہی سدھارے اور ہمیں
داغ مفارقت دے گئے "

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک ہیں آپنے پانچ مرتبہ "عمدۃ القاری" اور "فتح الباری" شروحات بخاری کا مطالعہ کیا ہے، اور فتاویٰ عالمگیری کو دو مرتبہ کامل اور ایک مرتبہ نصف تک پڑھا ہے۔ مدرسہ کاشف العلوم مرکز تبلیغ میں برسوں سے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، بخاری شریف کے پڑھانے اور اس کے ابواب التراجم میں بہت کافی مہارت رکھتے ہیں

حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحب کی حیات میں تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بالکل خاموش رہتے تھے البتہ مشوروں اور اجتماعات میں ضرور شرکت فرماتے تھے لیکن حضرت جی رح کے انتقال کے بعد جب آپ کی جانشینی عمل میں آئی تو میں نے ایک ساکت اور خاموش انسان کو متحرک اور فعّال پایا ، آنے والوں کا خیال، اور ہر صادر وارد کو ہدایات تبلیغ کرنا اور اجتماعات میں تقریریں غرضکہ مولانا اب ناقابلِ تسخیر عزم و حوصلہ کے انسان ہیں امید ہے کہ آپ کی رہنمائی میں یہ کام اور زیادہ بڑھ جائے گا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح جیسے محبوب اور مخلص رہنما کا انتقال اور ان کی جگہ حضرت مولانا انعام الحسن مدظلہ کا تقرر کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جس سے معاصرین اور حاسدین کے دلوں کو دھچکا نہ پہونچا ہو۔ بعض حضرات ایسے بھی تھے کہ جو اس منصب کیلئے اپنے کو ہر طرح موزوں سمجھتے تھے اور اس کا حقدار جانتے تھے ، امیدیں ختم ہو جانے کی وجہ سے تخریبی ذہن کو حرکت میں آجانا ہی تھا اور کچھ ناشائستہ امور ظاہر ہونے ہی تھے۔ ان مفسدات کے سدّباب کے لئے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے

حضرت شیخ الحدیث صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد ان بعض حضرات کو علیحدہ کر دیا یہ ایسا فیصلہ تھا کہ جس نے ہر دو بزرگوں کے خلاف بھڑکتی ہوئی آگ پر مٹی کے تیل کا کام کیا اور تبلیغی کام کے خلاف زبانی پروپیگنڈہ کے علاوہ پمفلٹ، کتابچے اور رسائل اخبارات میں مضامین شائع ہونا شروع ہوئے اور بعض مولانا صاحبان نے اپنی قدیم کھٹ کھٹی افتاد طبع کی بنا پر تقریروں میں زہر اگلنا شروع کر دیا۔ ان ایام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ایک مجلس میں بیان فرمایا تھا۔

"ان لوگوں (خارجین) کا کہنا ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو مکانات اور بلڈنگ بنانے کی وجہ سے علیحدہ کیا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہمارے خود مکانات موجود ہیں، بلکہ ان لوگوں کو ان کی مخصوص عادت کی بنا پر علیحدہ کیا ہے جو لوگوں کو عام طور سے معلوم ہے۔"

بہرحال اس جزدی واقعہ کی وجہ کچھ بھی ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ تبلیغ میں کام کرنے والے قدیم خدام ان لوگوں کے اخلاقیات سے مطمئن نہ تھے اسی وجہ سے سب کے مشورہ سے یہ فیصلہ ہوا تھا۔ اس ناخوشگوار واقعہ کے باوجود تبلیغی کام میں پہلے سے زیادہ ترقی ہوئی، اجتماعات اور مرکز میں لوگوں کی آمد اور تبلیغی کام سے لوگوں کی وابستگی پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی۔ یہ اگرچہ اس کام کی برکت اور حقانیت کی دلیل ہے لیکن یہ ہونے والے امیر کی محنت اور کوشش اور حسن تدبیر و عمل کا بھی نتیجہ ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف رح نے کام کو جس جگہ چھوڑا تھا کام وہاں سے اور زیادہ آگے نکل گیا۔ خود مولانا انعام الحسن صاحب کے یورپ اور افریقہ اسپین اور ممالک اسلامیہ کے متعدد دورے ہوئے اسی طرح ہندوستان کے قریہ قریہ اور شہر شہر میں گئے اور کام کی بنیادوں کو مزید مستحکم بنا کر آگے بڑھا دیا اللہ تعالیٰ اور زیادہ ترقی عطا فرمائے۔ آمین

مولوی محمد ہارون

آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی بڑی صاحبزادی کے لطن سے ۲۳، ۲۴ رمضان المبارک

کو پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بس یہی ایک فرزند ہیں، دوسری اہلیہ محترمہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

عزیزم مولوی محمد ہارون صاحب کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی بڑی صاحبزادی کا انتقال سجدہ کی حالت میں ہوا، مہینہ شوال سنہ ۱۳۶۷ھ تھا ان کے انتقال کے بعد حضرت شیخ .... نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح مولانا ممدوح سے سنہ ۱۳۶۹ھ میں کر دیا تھا اس طرح آپ شیخ الحدیث کے ذی النورین ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولوی محمد ہارون بیمار ہوا، اس کے سر پر ایک ایسا خطرناک پھوڑا نکلا تھا کہ صورت حال نازک ہو گئی تھی میں نے یہ دیکھ کر مولوی محمد یوسف صاحب کو بلایا، جلد آؤ، مولوی محمد یوسف صاحب کو گھر میں پہونچنے میں کچھ دیر ہو گئی اور دیکھ کر باہر آئے اور تبلیغی سفر پر باہر جانے لگے تو میں نے کچھ توقف کے لئے کہا تو جواب دیا:

"حضرت! جب یہ پیدا ہوا تھا تو میں نے اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ اے خدا اگر اس لڑکے سے تجھے دین کی خدمت لینی ہے تو اسے زندہ و سلامت رکھ ورنہ مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں ہے۔"

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی دعا قبول ہو گئی ہے بحمد اللہ سب وہی آثار ہیں، میں نے ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں مولوی محمد ہارون صاحب کو آپ کے پیروں سے چمٹے دیکھا ہے، فرمایا مفتی صاحب مجھے اس کی طرف سے فکر بہت ہے۔"

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف کے جب یہ کام سپرد ہوا تھا تو ان کی عمر بھی اس وقت غالباً اتنی ہی تھی جتنی اس وقت مولوی محمد ہارون کی تھی۔

باب دوم

ایامِ طفولیت، تعلیم و تربیت اور نکاح وغیرہ

مکتوب شیخ الحدیث

اس جگہ تبرکاً حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے حالات پر مشتمل حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کا ایک مکتوب گرامی پیش کیا جا رہا ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی پوری زندگی کا اجمالی خاکہ ہے، اور یہ پوری کتاب اسی مکتوب کی تفسیر و شرح ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:۔

"عزیز مولانا محمد یوسف مرحوم کی ولادت ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء شنبہ کو ہوئی، ۲ رجمادی الثانی دوشنبہ کو عقیقہ ہوا تھا اس کے بعد اس کے سوا کیا کہوں،

کان مملوکی فاضحی مالکی ❊ انّ ھذا من اعاجیب الزمن

ابتدا میں وہ میرا چھوٹا بھائی تھا، شاگرد تھا، زیر تربیت تھا وہ میری نالائقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اپنے والد یعنی میرے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی بہ نسبت اس ناکارہ سے بہت ڈرتا تھا چچا جان کے احکام کو وہ پدرانہ ناز کی وجہ سے اور اپنے بچپن کی وجہ سے کبھی ٹال دیتا تھا لیکن اس ناکارہ کی سخت مزاجی کی وجہ سے میرے کہنے کو نہیں ٹالتا تھا، چچا جان کو بسا اوقات یہ ارشاد فرمانا پڑتا تھا، یوسف سے فلاں کام لینا ہے تمہارے

کہنے سے جلدی کردے گا۔

دہلی کے احباب کا چچاجان پر بہت اصرار تھا کہ صاحبزادہ سلمہٗ کو شادی میں ضرور ساتھ لائیں مگر مرحوم (حضرت مولانا محمد یوسف صاحب) اپنے طلب علم میں اس قدر منہمک تھا کہ اس کو یہ حرج بہت ناگوار ہوتا، بسا اوقات اس کی نوبت آتی کہ ان اوقات میں اگر اس ناکارہ کا دہلی جانا ہوا تو عزیز مرحوم مجھ سے جاتے ہی وعدہ لے لیتا "بھائی جی خلاف جگہ جانے کو کہیں" چچاجان مجھ سے ارشاد فرماتے "یوسف کو بھی ساتھ لیجیو"! تو میں یہی معذرت کرتا کہ اس نے آتے ہی مجھ سے یہ وعدہ لے لیا ہے کہ میں نہ کہوں۔

اس کے بعد مرحوم نے ہوائی جہاز سے وہ پرواز کی کہ وہ آسمان پر پہونچ گیا اور یہ ناکارہ زمین پر ہی پڑا رہا اور اس کی بلندی کو دیکھتا رہا چچاجان کے وصال کے بعد ہی اس نے ایک پرواز کی جس کے متعلق اس ناکارہ کا اور حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کا یہ خیال ہوا کہ چچاجان نور اللہ مرقدہٗ کی نسبتِ خاصہ منتقل ہوئی ہے، اور ہر ہر بات پر اس کا خوب مشاہدہ ہوتا، اسکے بعد اس کی ترقیات کو دیکھتا رہا، حضرت مدنی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت شخص کے سامنے بھی اپنی بات کو نہایت جرأت اور بے خوفی سے کہنے کا ظہور ہوا اور وہ بڑھتا ہی رہا اس کے بعد حضرتِ اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار و تجلیات کا ظہور ہوا، کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ خاص شفقت اور محبت کا یہ ثمرہ ہو۔

ان ہی چیزوں کا یہ اثر ہوا کہ جو اس ناکارہ نے شروع سا شعر میں ظاہر کیا کہ پھر یہ ناکارہ اس سے مرعوب ہونے لگا کہ اس کے اصرار پر مجھے

مخالفت دشوار ہوگئی، اسی کا اثر تھا کہ گذشتہ سال اپنی انتہائی معذوریوں، مجبوریوں، امراض کی شدت کے باوجود جب مرحوم نے اس پر اصرار کیا کہ تمہیں حج کو میرے ساتھ ضرور چلنا ہے تو مجھے انکار کی ہمت نہ پڑی اور جب میں نے اپنے امراض کا اظہار کیا اور کہا میرے اعذار کو نہیں دیکھتے ہو تو مرحوم نے یہ کہا خوب دیکھ رہا ہوں مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ضرور چلیں، آخیر میں اللہ جل شانہ نے اپنے لطف وکرم کی وہ بارش فرمائی کہ مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی بہت سی چیزیں کھلی محسوس ہوتی تھیں اس قسم کی چیزیں نہ لکھنی آتی ہیں، اور نہ لکھنے کو جی چاہتا ہے صرف ایک عورت کے خواب پر اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔ خواب تو مرحوم کے حادثہ کے بعد لوگوں نے عجیب عجیب دیکھے اور لکھے لیکن یہ خواب چونکہ اس ناکارہ کے نزدیک لفظ بلفظ واقعہ ہے اس لئے لکھوا رہا ہوں، اس حادثہ پر اپنے تعلقات کے موافق نیز اپنے قلبی ضعف وتحمل کے موافق اثرات تو بہت ہی عام ہوئے لیکن ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ کسی وقت بھی چپ نہ ہوتی تھی، ہر وقت روتی رہتی تھی، بار بار وضو کرتی اور تسبیح لے کر بیٹھ جاتی، وہ اسی حال میں ایک دفعہ وضو کر کے تسبیح لے کر بیٹھی تھی کہ اس کو غنودگی آگئی، اس نے عزیز مرحوم کو دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ کیوں پاگل ہوگئی ہے مرنا تو سبھی کو ہے تعلق مالک سے پیدا کرنا چاہئے، اس پر اس نے والہانہ انداز میں یوں کہا، حضرت جی! یہ ایک دم کیا ہوگیا، مرحوم نے کہا کچھ بھی نہیں، کچھ دنوں سے جب میں تقریر کیا کرتا تھا تو مجھ پر تجلیاتِ الٰہیہ کا خاص ظہور ہوتا تھا، اس مرتبہ جب میں رات کو تقریر کر رہا تھا تو ان کا اتنا زیادہ ظہور ہوا کہ میرا قلب ان کا تحمل نہ کرسکا اور دورہ پڑ گیا، اس کے بعد مجھے گلاب کا ایک بہت بڑا پھول سنگھایا گیا

اس کے ساتھ میری روح نکل گئی، بس اتنی سی بات ہوئی۔

عزیز مرحوم کی پہلی شادی میری سب سے بڑی لڑکی سے ۳ محرم ۱۳۵۷ھ کو مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ میں ہوئی تھی حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ نے نکاح پڑھایا تھا چونکہ پہلے سے کوئی تجویز نہ تھی عین وقت پر چچا جان نے فرمایا نکاح کا ارادہ ہے، اس لئے اس وقت رخصت نہ ہوئی تقریباً ایک سال بعد چچا جان نوراللہ مرقدہ کی ایک آمد پر اسی طرح فوری طور پر بلا سابقہ تجویز کے رخصت ہوگئی، ۲۳ ر ۲۴ ر رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ دوشنبہ، سہ شنبہ کی درمیانی شب میں ۱۲ بجکر چالیس منٹ پر عزیز ہارون سلمہ، کی ولادت ہوئی، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے اس کو اپنے باپ اور دادا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

فقط، والسلام۔ زکریا مظاہر علوم، ۱۲ محرم ۱۳۸۵ھ

دوسرا مکتوب گرامی

عزیز یوسف کی اہلیہ یعنی والدہ ہارون تقریباً ایک سال تک تپ دق میں مبتلا رہ کر ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں نظام الدین ۲۹ ر شوال ۱۳۶۶ھ شب دوشنبہ مغرب کی نماز کے سجدہ میں جبکہ وہ اشارے سے نماز پڑھ رہی تھی اور سجدہ کے لئے اشارے سے سر جھکا رکھا تھا دفعتاً انتقال کرگئی، اس کے انتقال کے بعد میں نے عزیز مرحوم کو حکماً منع کر دیا تھا کہ دوسرا نکاح نہ کیجیو، اس لئے کہ تمہارے مشاغل کا ہجوم تمہیں حقوق کی ادائیگی کی اجازت نہیں دیتا ہے اسوقت تو اس نے بڑی خوشی سے قبول کرلیا، مگر چند سال بعد اس نے ضرورت کا اظہار کیا، تو میں نے کہا بڑے شوق سے جہاں تمہاری رائے ہو وہاں تحریک کردوں، مرحوم نے کہا اگر کرونگا تو آپ کے ہاں کرونگا، کہیں اور کرنیکا ارادہ نہیں ہے

ایام طفولیت

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ۲۵ ر جمادی الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ ر مارچ ۱۹۱۷ء بروز منگل کاندھلہ میں پیدا ہوئے

بعض اخبارات نے آپ کی ولادت نظام الدین دہلی کی بتلائی ہے وہ غلط ہے. آپکا عقیقہ ۲ر جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ کو ہوا

عام طور سے بچوں کے حالات کو بچپن میں اس وجہ سے بھی نظر میں نہیں رکھا جاتا کہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ زیر تربیت بچہ آئندہ چل کر کیا بننے والا ہے اس وجہ سے بڑے بڑے قائدین و لیڈروں کے بچپنے کے حالات اور ان کے جزئیات سے دنیا ناواقف ہوتی ہے، حد یہ ہے کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کے عالم طفلی کے جزئیات دنیا کے سامنے نہیں ہیں، اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے تمام حرکات و سکنات عالم طفلی ہی میں خیر اور نورانیت کا پہلو اپنے اندر نمایاں طور پر لئے ہوئے ہیں لیکن ان نفوس قدسیہ کے مستقبل سے بجز ذات گرامی حق سبحانہ وتعالیٰ کے اور کوئی واقف نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ بچپن میں کیسے تھے ان کے حرکات وسکنات کیا تھے ان سب کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ بھی ایک انسان کا بچہ تھے انکی فطرت بھی بچوں کی سی فطرت تھی، وہی ہنسنا بولنا، کھیلنا کودنا، رونا ان کو بھی آتا تھا لیکن ان سب چیزوں کے باوجود یہ کہنا زیادہ دشوار نہیں ہے کہ حضرت مولانا نے جن آغوشوں میں پرورش پائی تھی اور جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ خاندان خیر القرون کا نمونہ تھا، عورتوں، مردوں، لڑکیوں، لڑکوں میں ذکر، تلاوت قرآن، نماز، مذاکرہ علمی سنت اور اسوۂ صحابہ کے چرچوں کی نورانیت، اور خیر و برکت سے کاندھلہ بھرپور تھا بھلا خیال فرمائیے جس گھر کی عورتوں کا مشغلہ کھانا پکانے جھاڑو دینے میں تسبیح اور تلاوت قرآن ہو جو سینے پرونے کے وقت حضرات صحابہ کے واقعات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مذاکرہ کرتی ہوں، جن کی شب و روز کی زندگی سادہ اور سنت کے مطابق ہو ان کا دودھ پینے والے اور ان کی آغوش میں پرورش پانے والے بچے یقیناً عام بچوں کی طرح نہ ہوں گے۔ حضرت جی رحنے ایکدفعہ ارشاد فرمایا۔

"میری والدہ جب میں بہت چھوٹا تھا مجھے صبح کی نماز کے لئے اٹھایا

کرتی تھیں اور میں اٹھ کر پھر سو جایا کرتا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ میری صبح کی نماز قضا ہو جاتی، ایک دن میری والدہ نے حضرت جی (والد صاحب) سے کہا کہ میں یوسف کو روزانہ اٹھاتی ہوں مگر یہ پھر سو جاتا ہے، فرمایا یوسف لوگوں کو نماز کے لئے اس قدر اٹھائیگا کہ تھکے گا نہیں[1]۔"

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی یہ پیشین گوئی حرفاً حرفاً صادق آئی اور اللہ کے اس مخلص بندے نے لوگوں کو کلمہ و نماز کے لئے اس قدر اٹھایا کہ دنیا کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا جہاں کلمہ و نماز کی آواز نہ پہونچادی ہو، بلکہ ہمت مردانہ تو ملاحظہ فرمائیے کہ اس علاقہ میں جہاں زندقہ اور الحادہی پیدا ہوتا ہے یعنی یورپ اور امریکہ، روس تک میں اللہ کے اس محبوب بندے نے اللہ کا نام پہونچایا۔ بلاشبہ دعوت الی اللہ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسرے شاہ ولی اللہ ہیں۔

مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" بچپن کا زمانہ جو اپنی غیر شعوری کیلئے مشہور ہے اس میں بھی حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے اس اکلوتے فرزند کا عجیب و غریب مشغلہ تھا۔ جب مولانا کی عمر تین سال کی ہوگی، آپ والدہ محترمہ کے ساتھ سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے یہاں آئے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری دریافت کرتے کہ "ہاں بھائی کہاں جاؤ گے؟" تو کہتے "حج کو جاؤں گا۔" فرماتے "کس پر بیٹھ کر جاؤ گے؟" تو کہتے "اس بکری کے بچہ پر بیٹھ کر جاؤنگا۔" اس پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری بہت خوش ہوتے[2]

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ایک مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا:- "ایک مرتبہ میں سہارنپور تھا میں کسی بات پر کیا ضد سوار ہوئی کہ میں نے کھانا نہیں کھایا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مجھے اپنے ساتھ کھلایا کرتے تھے، مجھے بہت سمجھایا، بہلایا

---

[1] روایت بذریعہ مکتوب از محمد زبیر صاحب کیرانوی [2] حضرت جی نمبر خدام الدین لاہور۔

مگر میں یہی کہے گیا کہ میں تو آپ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاؤں گا، گھر کی عورتوں نے سمجھایا بھی ڈرایا بھی مگر میں اپنی بات پر قائم رہا بالآخر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اٹھے اور اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ سے آٹا گوندھا، روٹی پکائی اور مجھے اپنے ہاتھ سے کھلائی تب جاکر میں سویا لے

عالم طفلی کی یہ چند باتیں اگرچہ کوئی اہمیت کے قابل نہیں ہیں لیکن یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری جو حضرت گنگوہی رح کے اجل الخلفاء اور شیخ وقت تھے جن کی روحانیت کے تمام اکابر معتقد تھے، حضرت تھانوی اور حضرت شیخ الہند جنکو شیخ وقت سمجھتے تھے، ان کی گود، انکی شفقت، انکی خصوصی نظر التفات بیکار نہیں ہوسکتی تھی میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ ان بزرگانہ نظروں نے مولانا محمد یوسف صاحب کو یوسف ثانی بنا دیا تھا

طالب علمی کا زمانہ

جب مولانا کی عمر سات سال کی ہوئی تو آپ اپنے والد ماجد کی خدمت میں بستی نظام الدین چلے آئے اور یہاں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا اور گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک سے فارغ ہو گئے ؎ اس کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے انکو اور ان کے چند ساتھیوں کو میزان الصرف شروع کرائی، پندرہ بیس دن میں اس کتاب کو مولانا نے اپنے مخصوص طریقۂ درس کے ساتھ ختم کرا دیا، اس کے بعد صرف میر شروع کرائی اور اسمیں تعلیلات، ہفت اقسام کی پوری مشق کراکر پنج گنج دوسرے استاد سے پڑھوائی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے پڑھانے کا مخصوص طرز تھا وہ سبق کی پوری تیاری طلبا رہی سے کراتے تھے یہی معاملہ ابتدائی کتابوں کا تھا، طلبا کو کاپی دیدی جاتی اور قرآن پاک دے دیا جاتا اور حکم ہوتا کہ قرآن کے الفاظ کو لکھو اور یہ بتلاؤ کہ اس کا صیغہ کیا ہے، کون سے باب سے ہے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں جمع مفرد وغیرہ، اس

لے بروایت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

؎ آپکو مدینہ منورہ سے مولانا سید احمد صاحب نے حفظ قرآن پاک کی اعزازی سند بھی ارسال فرمائی تھی۔

طرح چھ پاروں تک ابتدائی کتابوں کی مشق کی جس کی وجہ سے بہت سے قرآنی الفاظ اور ان کے معنی یاد ہو گئے

نحو میر پڑھانے میں بھی بہت مشق کرائی گئی، اس میں سولہ اقسام منصرف، غیر منصرف اسمائے اشارات، موصولات وغیرہ کو خوب مشق کرا کر اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا جاتا تھا نحو میر کے بعد قصیدہ بردہ شروع کرایا اور اس کو اس طرح پڑھایا کہ طلبار از خود بتلائیں. مثلاً

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمٍ ❊ مَزَجْتَ دَمْعًا جَرَىٰ مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ

ہمزہ استفہام کے لئے" من حرف جار، تذکر باب تفعل سے، یعنی یاد کرنا، جیران جمع جار کی وغیرہ. قصیدہ بردہ کے بعد قصیدہ بانت سعاد' اور حضرت شاہ ولی اللہ کی چہل حدیث' غرضکہ طالب علم سے پوری محنت لی جاتی تھی، مولانا عبید اللہ صاحب کا بیان ہے کہ اگر طالبعلم نظام الدین کے مدرسہ کاشف العلوم سے دوسرے مدرسہ میں جا کر داخل ہونا چاہتے تو ان کا امتحان داخلہ نہیں لیا جاتا تھا اور یہ بات مدارس میں مشہور ہو گئی تھی کہ نظام الدین کے مدرسہ کاشف العلوم کے بچوں کی استعداد اتنی پختہ ہے کہ انکے امتحان کی ضرورت نہیں ہے

یہ تو ہے ابتدائی کتابوں کا حال، بڑی کتابوں کی تیاری بھی طلبار ہی سے کرائی جاتی تھی. حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا،

" حضرت جی (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب) نے جب ہمیں مشکوٰۃ شریف شروع کرائی تو میرے ذمہ سبق کی تیاری میں حضرات صحابہ کے حالات کی تتبع تھی اور دوسرے ساتھیوں کے ذمہ مسائل اور اختلاف مذاہب رکھے جب ہم پڑھنا شروع کرتے تو ہم میں سے ہر ایک سے حدیث کے متعلق ان چیزوں کو دریافت کیا جاتا تھا جو جس کے ذمہ تھیں."

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا فرمانا تھا کہ پڑھانے سے غرض طلبار میں مطالعہ کی استعداد پیدا کر دینا ہے، آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح قرآنی آیات کی تفسیر قرآنی آیات سے کرنا چاہیئے اسی طرح حدیث کی تفسیر حدیث شریف سے بھی کرنی چاہیئے اسلئے مولانا نے اپنے یہاں نصاب میں بہت سی کتابیں حدیث کی داخل کرلی ہیں [1]

---

[1] روایت مولانا عبید اللہ صاحب۔

U-109741

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ مولانا کو حدیث اور دینی کتابوں سے بہت زیادہ لگاؤ تھا، ادب میں دیوانِ علی، دیوان حسان پڑھاتے تھے، حدیث میں مستدرک حاکم وغیرہ بھی پڑھاتے تھے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ارشاد فرمایا:

"میں نے اور مولانا محمد یوسف صاحب نے مستدرک حاکم کا سبق حضرت جی (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) سے صبح کی نماز سے قبل پڑھا ہے" ۱؎

پڑھانے میں بڑے حضرت جی اس قدر مستعد تھے کہ تینتیس تینتیس سبق پڑھاتے تھے ایک سبق تو مسواک کرتے ہوئے ہی پڑھا دیتے، قرآن شریف حفظ تو صبح کی اذان سے پہلے ہی سُن کر فارغ ہو جاتے تھے۔

طلبا باوجودیکہ آس پاس کی مسجدوں میں بٹھا دیئے جاتے لیکن مولانا کا اس قدر رعب تھا کہ طلباء کوئی شرارت نہیں کر سکتے تھے، مولانا کا فرمانا تھا جس استاد کا طلبا پر رعب نہ ہوگا، وہ نہیں پڑھا سکتا ۲؎

سہارنپور میں آمد

شوال سنہ ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ مظاہر علوم سہارنپور میں تشریف لے آئے اور مختلف کتابیں یہاں پڑھیں سنہ ۱۳۵۲ھ میں اپنے والد صاحب سے مشکوٰۃ شریف اسی شان سے پڑھی جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے اس کے بعد شوال سنہ ۵۲ھ میں ابوداؤد شریف وغیرہ پڑھنے کیلئے حضرت شیخ الحدیث مولٰنا محمد زکریا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں میں نے اعلان کیا کہ جس طالب علم کے سہ ماہی امتحان میں سب سے اعلیٰ نمبر آئیں گے اسکو بذل المجہود کامل دی جائیگی اور اگر ان اعلیٰ نمبروں میں چند طلباء شریک ہوئے تو ہر ایک کو کوکب دری انعام میں دی جائیگی اس سال چار طلباء کے یکساں اور اعلیٰ نمبر آئے، وہ چار طالب علم یہ ہیں (۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (۲) حضرت مولانا انعام الحسن صاحب (۳) حضرت مولانا منظور احمد صاحب

۱؎ روایت مولانا انعام الحسن صاحب ۲؎ روایت مولانا عبیداللہ صاحب۔

بھاگلپوری (۴) حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مجاز حضرت تھانوی رح،
چنانچہ ان چاروں کو ایک ایک نسخہ کوکب دری کا دیا گیا۔

نکاح

۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ کو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا سالانہ جلسہ تھا جس میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ جیسے اکابر تشریف لائے ہوئے تھے، موقعہ غنیمت جان کر حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ارشاد فرمایا، حضرت مدنی موجود ہیں جی چاہتا ہے کہ یوسف وانعام کا عقد ہوجائے، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا مجھے کیا عذر ہے بندہ جناب کی مرضی کے تابع ہے، چنانچہ حضرت مدنی رح سے عرض کیا گیا حضرت نے دونوں کا ایجاب وقبول کرایا اور اس دن کے جلسہ میں آپ نے پوری تقریر نکاح اور اس میں سادگی کے متعلق فرمائی

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہمارے خاندان میں کچھ دستور سا ہوگیا ہے کہ لڑکی کا عقد اس کے اقرب نامحرم سے کیا جاتا ہے

اقرب نامحرم

ہندوستان میں ہندو مشرکین کا یہ شعار ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کی شادیاں ابعد ترین رشتہ داریوں میں کرتے ہیں بلکہ ان کا طریقہ ہے کہ بالکل اجنبی سے شادی کرتے ہیں ہم نے تو یہ بھی دیکھا ہے بلکہ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ شہر کی شہر میں شادیاں نہیں ہوتیں لہذا جن مقتدایان ملت اور علمائے اسلام کو احیاء شریعت نبویہ کا ذوق ہوتا ہے وہ ہر اس طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں جو غیر اسلامی ہوتا ہے۔

خیر القرون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے یہاں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رض کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رض سے کیا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش (جو آپکی چچی امیمہ کی بیٹی

ہیں) سے ہوا، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رض بھی رشتہ میں آپ کے چچا ابو سفیان کی بیٹی ہوتی ہیں غرضیکہ حضرات صحابہ میں اس قسم کی بکثرت مثالیں موجود ہیں لہذا اقرب نامحرم سے نکاح کرنے میں جہاں مشرکین کے شعار کا رد ہے وہاں ایک قسم کی سنت نبویہ اور سنت صحابہ رض کا احیاء بھی ہے۔

ولیمہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کے ایک سال بعد چچا جان حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رح پھر سہارنپور تشریف لائے اور رخصتی کے لئے فرمایا تو میں نے عرض کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شب عروسی تو ان کے والدین کے یہاں ہو گئی تھی۔ اس لئے یہیں یہ رسم ادا ہو جائے گی پھر ولیمہ کے لئے فرمایا تو میں نے عرض کیا ولیمہ بھی یہیں ہو جائیگا۔ اس پر فرمایا یہ تو آپ کی طرف سے ہوگا، میں نے عرض کیا کیا مضائقہ ہے آپ قیمت ادا کر دیجئے گا

اس جگہ قابل غور یہ چیز ہے، ولیمہ بھی ہوا اور رخصتی و نکاح بھی ہوا لیکن ان سب چیزوں میں سنت اور اسوۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر خیال ہے جو کام بھی کیا جا رہا ہے اس میں براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے نور حاصل کیا جا رہا ہے، ہمیں فخر ہے کہ ہمارے تمام اکابر کی زندگیاں ظاہری بزرگانہ ٹیپ ٹاپ سے پاک ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رض کی زندگیوں کے عین مطابق ہیں۔

بابِ سوم

حضرت جی کا علمی مقام

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ غیر معمولی علمی صلاحیتوں کے مالک تھے جبھی تو اس ایک عالمگیر تحریک کی سربراہی کر رہے تھے جس کی بنیاد کتاب و سنت اور اسوۂ صحابہ پر ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ ان کی دعوت کو دنیا میں بلا سوچے سمجھے قبول کر لیا گیا ہو یا ان کی تحریک پر کوئی اعتراض نہ ہوا ہو بلکہ جب لوگوں نے اس تحریک کو خوب ٹھونک بجا لیا اور عملی طور پر، نیز حضرت جی رح کے بیانات میں لوگوں کو اپنے شکوک و شبہات کے جوابات شافی وکافی مل گئے تب یہ تحریک مقام مرجعیت میں داخل ہوئی ہے میں نے بڑے بڑے نقادوں کی تحریریں پڑھیں کہ جن کے اقلام نے حضرت جیؒ کی تحریک کے سامنے اپنی سپر ڈالدی اور بجز کلمات خیر کے اور کچھ نہ لکھ سکے۔[1]

اس جگہ ہم حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے علمی مقام پر بحث کرتے ہوئے ان کی تصنیفات و تالیفات، درس و تدریس اور بعض علمی مسائل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں ان ہی چیزوں سے کسی آدمی کا علمی مقام معلوم ہو سکتا ہے۔

حضرت جی رح کو شروع ہی سے کتب بینی اور مطالعہ کا بہت زیادہ شوق تھا باوجود دعوتی ہجوم کار کے وہ مطالعہ کتب کیلئے وقت نکال ہی لیتے تھے، اسفار میں وہ تھوڑے سے وقفہ کو مطالعہ کتب کے لئے غنیمت شمار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے ان کی خدمت میں اپنی کتاب "حیات امام اعظم ابو حنیفہ رح" پیش کی۔ دوسری ملاقات میں فرمایا: اس کو میں نے فلاں سفر میں پڑھ لیا ہے اچھی کتاب ہے اور محنت سے لکھی ہے

---

[1] ملاحظہ فرمائیے ترجمان القرآن ۱۹۳۶ء، فاران کراچی جون ۱۹۶۵ء معارف اعظم گڈھ اپریل ۱۹۶۵ء

مطالعہ کتب کا یہ ذوق حضرت جی رح کو ابتدا ہی سے تھا، دہلی کے بازار میں جاتے تو کتب خانوں کا چکر لگاتے، دلی کے کباڑیوں کی دوکانوں پر اچھی اچھی کتابیں معمولی قیمت پر مل جایا کرتی تھیں چنانچہ آپ کباڑیوں کی دوکانوں پر اسی شوق میں چکر لگایا کرتے تھے طلب کتب اور مطالعہ کا یہ ذوق آپ کا اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس کے سامنے اپنے والد صاحب کی دعوت و تبلیغ کی پرواہ تک نہیں کرتے تھے بلکہ چھپے چھپے پھرا کرتے تھے اس اشتغال بالعلم کی وجہ سے حضرت جی رح کی نظر میں بہت وسعت پیدا ہوگئی تھی، درس و تدریس، تصنیف اور تقریر میں علمی رنگ بہت نمایاں نظر آتا تھا۔

مولانا کے تحریری ذوق کے متعلق تو اتنا عرض ہے کہ آپ کو ابتدائے طالب علمی سے اس کا ذوق تھا، درسیات کا ترجمہ کرنا ان پر حواشی اور فوائد لکھنا، مضامین لکھنا یہ سب چیزیں آپ کی طالب علمی کا محبوب مشغلہ تھیں[1]۔ حضرت جی رح نے ایک مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا

"بڑے حضرت جی رح جب مجھے میوات جماعتوں کے ساتھ بھیجا کرتے تھے تو میں بیل گاڑی کے چھکڑے میں اپنی کتابیں رکھ لیتا تھا اور راستہ بھر پڑھتا چلا جاتا تھا اور قیامگاہ پر پہونچنے کے بعد جو کچھ مجھ کو لکھنا ہوتا تھا لکھ لیتا تھا۔"

بیل گاڑی کا سفر اور اس کے جھٹکے پھر اس میں مطالعہ کا شغل دشوار کام ہے لیکن مولانا کا ذوق ان تمام دشواریوں پر غالب تھا جب ہی تو چند بیش قیمت کتابیں وجود میں آگئیں۔

امانی الاحبار یہ امام طحاوی رح کی کتاب "شرح معانی الآثار" کی عربی شرح ہے جس کو حضرت جی رح نے تحریر فرمایا ہے، اب تک کتاب کی دو جلدیں چھپ سکی ہیں، تیسری جلد کا مسودہ موجود ہے غالباً ابھی اس حصہ پر کام ہو رہا تھا کہ قاصد اجل آگیا۔ پہلے حصہ میں بڑے سائز کے ۳۷۶ صفحات، اور دوسرے حصہ میں ۴۴۳ صفحات ہیں۔

اس کتاب کی شرح کو مولانا نے کیوں اپنا مشغلہ بنایا؟ اس کے بارے میں ارشاد

---

[1] روایت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہم۔

تو کتاب کے نام ہی میں موجود ہے یعنی بزرگوں کی آرزو تھی کہ اس کتاب کی شرح لکھی جائے چنانچہ راقم الحروف کی جتنے اکابر سے ملاقات ہوئی ان کو متمنی پایا کہ کوئی کسی طرح سے اس کتاب کی شرح لکھدے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو تو اس کتاب سے ایک گونہ عشق سا تھا، انہوں نے خود بھی اس کتاب کے سلسلے میں کچھ کام کیا تھا جیسا کہ سطور ذیل سے معلوم ہوگا، حضرت جی نے اپنی اس شرح کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

"کَانَ دَأْبِیْ فِیْ سَالِفِ الزَّمَانِ لَمَّا کُنْتُ مُشْتَغِلًا بِالْکُتُبِ الدَّرْسِیَّۃِ کُنْتُ اَخْتَارُ کِتَابًا مِّنْهَا لِاُعَلِّقَ عَلَیْهِ تَعْلِیْقًا لِتَکُوْنَ اَوْقَاتِیْ غَیْرُ اَوْقَاتِ الدَّرْسِ مَصْرُوْفَۃً فِیْ هٰذَا التَّعْلِیْقِ حَتّٰی وَصَلَتِ النَّوْبَۃُ اِلٰی کُتُبِ الْحَدِیْثِ فَاَخَذْتُ کِتَابَ مَعَانِی الْاٰثَارِ"[۵۱]

(جب میں گذشتہ زمانہ میں کتب درسیہ میں مشغول تھا تو میری عادت یہ تھی کسی کتاب کو حواشی و فوائد لکھنے کے لئے منتخب کرلیتا تھا تاکہ اوقات درس کے علاوہ میرے اوقات مصروف و مشغول رہیں یہاں تک کہ کتب حدیث کی نوبت آئی تو میں نے شرح کے لئے کتاب معانی الآثار کو اختیار کیا۔)

اس کتاب کی شرح میں حضرت جی رح نے نہایت انہماک سے کام کیا اور بہت کافی روپیہ بھی صرف کیا۔ حضرت جی رح کو معلوم ہوا کہ مصر کے کتب خانہ میں علامہ حافظ بدرالدین عینی کی اس کتاب پر ایک ضخیم شرح موجود ہے چنانچہ ڈیڑھ ہزار روپیہ کے مصارف سے اس کتاب کے فوٹو حاصل کئے۔[۵۲] حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم نے فرمایا:

"یہ مولانا محمد یوسف صاحب ہی کی ہمت تھی کہ اتنا روپیہ صرف کرکے اتنی دور سے اس کتاب کے فوٹو حاصل کئے۔"

میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم سے دریافت کیا کہ علامہ عینی ہی کی شرح کیوں نہیں شائع کردی، تو ارشاد فرمایا کتب خانے والوں نے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ اس کو شائع نہیں کرائیں گے اور اتفاق سے یہ کتاب آخر میں حاصل ہوئی تھی

---

۵۱ مقدمہ ص ۲۸ ج ۱ ۵۲ روایت شیخ الحدیث زید مجدہم۔

حضرت جی رح اس کتاب کی شرح کو مختلف اوقات میں لکھتے تھے، مغرب کی نماز کے بعد نوافل سے فارغ ہوکر اپنے کتب خانہ میں بیٹھ جاتے تھے اور کتابیں اتارنے کے لئے دو تین طلبار کو اپنے پاس بٹھا لیتے تھے، ایک دفعہ مغرب کے بعد پہونچنے کا اتفاق ہوا تو اوپر بلالیا، کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں طرف کتابیں کھلی رکھی ہیں اور حضرت جی رح باری باری سے ان کا مطالعہ کر رہے ہیں، خود ہی ارشاد فرمایا "یہ امانی الاحبار کی تیاری کر رہا ہوں"۔

کتاب کی خوبی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حدیث میں حنفی مسلک میں یہ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ میں نے سیدی وسندی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ سے سنا ہے کہ شرح معانی الآثار از امام طحاوی، حدیث کے فن میں ہائی کورٹ کا درجہ رکھتی ہے، ایسی عظیم الشان کتاب کی شرح بھی اتنی ہی شاندار ہونا چاہیئے، سو الحمد للہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اس کا حق ادا کر دیا۔

اس شرح کے شروع میں حضرت جی رح نے ۶۸ صفحات پر کتاب کا عظیم الشان مقدمہ لکھا ہے جس کے دو باب ہیں پہلے باب میں سولہ فائدے یعنی سولہ فصلیں ہیں اور دوسرے باب میں دو فائدے یعنی دو فصلیں ہیں، پہلے باب کے فوائد میں امام طحاوی اور انکی کتاب کے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے، اور دوسرے باب کے دو فائدوں میں سے ایک میں سند کا ذکر ہے اور دوسرے فائدے میں ان امور کا ذکر ہے جن کا التزام واہتمام حضرت جی رح نے اس کتاب میں فرمایا ہے۔ تقریباً ۳۶ صفحات پر کتاب کے اسمار الرجال اور اشارات کی فہرست ہے جو خود مستقل ایک اہم عنوان ہے۔

میری ناقص رائے میں حضرت جی رح کی یہ کتاب فن حدیث میں اسلاف کے طرز پر نہایت عمدہ اور غیر فانی شاہکار ہے جب زمانہ مستقبل کا مورخ اور محدث اس کتاب کو دیکھے گا، اس کو فن حدیث میں حضرت جی رح کی جلالت علمی کا نہ بجز اعتراف کرنا پڑیگا بلکہ اس کو معتقد ہونا پڑے گا۔

اس جگہ میں یہ بات عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جس دن حضرت جیؒ کا وصال ہوا اس دن میرے ایک دوست مولانا زاہد حسن صاحب عمری نے فرمایا کہ رات میں نے

ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ ہمارے گھر حضرت نانوتوی رح اور حضرت شیخ الہند رح کا جنازہ رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارے یہ دونوں اکابر ہندوستان میں دو بڑی تحریکوں کے مالک ہیں۔ حضرت نانوتوی علمی تحریک کے اور شیخ الہند جہادی تحریک کے، اور حضرت جی رح کی ذات میں یہ دونوں تحریکیں موجود تھیں اور ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

۲- حیاۃ الصحابہ رض

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رح کو حضراتِ صحابہ رض کی ذواتِ قدسیہ سے خصوصی تعلق بچپن ہی سے تھا، یہ جب بچہ ہی تھے، امی بی فرمایا کرتی تھیں: "الیاس کیا بات، میں تیرے ساتھ حضراتِ صحابہ رض کی صورتیں چلتی پھرتی دیکھتی ہوں۔" حضرت شیخ الہند رح فرمایا کرتے تھے: "جب میں مولوی محمد الیاس صاحب کو دیکھتا ہوں تو فوراً حضرات صحابہ رض یاد آجاتے ہیں۔" یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح حضراتِ صحابہ رض کے واقعات پڑھوا کر سنا کرتے اور ان سے کیف و سرور کی کسی دوسری دنیا میں مستغرق ہوجاتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے فخرِ زمانہ بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے ایک کتاب "حکایاتِ الصحابہ" لکھوائی۔

حکایاتِ الصحابہ رض اردو زبان میں پہلی کتاب ہے جو حضرات صحابہ رض کے مختلف احوال پر مختلف عنوان کے تحت ترتیب دی گئی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے تراجم انگریزی، جاپانی اور دنیا کی مختلف متعدد زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رح کی حضراتِ صحابہ سے عشق و محبت کی نہ بجھنے والی پیاس نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ وہ چاہتے تھے کہ حضراتِ صحابہ رض کی زندگیوں کو دعوت کے طرز پر پیش کیا جائے، اس کام کے لئے انہوں نے اپنے فخرِ زمانہ لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح کو منتخب کیا اور "امانی الاحبار" کا کام بیچ میں رکوا کر اس کتاب کو ترتیب دلوانا شروع کیا جس کا نام "حیاۃ الصحابہ" حضرت مولانا مولوی ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نے رکھا۔[1]

---

[1] بروایت قاری محمد رشید احمد صاحب خورجوی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو خود حضرات صحابہ رضؓ سے عشق تھا بچپن ہی سے حضرات صحابہؓ کے حالات و واقعات کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور دوسروں کو سنایا بھی کرتے تھے چنانچہ بچپن میں صمصام الاسلام اور محاربات الصحابہ کے پڑھنے اور سنانے سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی حیات میں عشاء کی نماز کے بعد سیرت کی کتابوں کے سنانے کا دستور تھا اور اس خدمت پر مولانا کی حیات میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ مامور تھے اور بعد وصال بھی تا حیات انہوں نے اپنا یہی معمول بنائے رکھا، پھر والد محترم نے جب مشکوٰۃ شریف پڑھانی شروع کی تھی حضرات صحابہ رضؓ کے حالات کی تتبع ان کے ذمہ کر دی تھی، یہی وجہ تھی کہ امانی الاحبار کی شرح کو بیچ میں چھوڑ کر حیاۃ الصحابہ کو والد محترم کے تعمیل ارشاد میں ترتیب دینا شروع کیا۔

حیاۃ الصحابہ کیا ہے اس کے متعلق اپنی ناقص رائے تو یہ ہے کہ اس طرز پر اسلامی لٹریچر میں اب تک کوئی کتاب ترتیب نہیں دی گئی حضرت مولانا علی میاں صاحب نے اس کتاب پر ایک مبسوط تبصرہ فرماتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔

وَقَدْ جَمَعَ هٰذَا الْكِتَابَ مِنْ اَخْبَارِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَسِيَرِهِمْ وَقَصَصِهِمْ وَحِكَايَاتِهِمْ مَا يَنْدُرُ وُجُوْدُهٗ فِيْ كِتَابٍ وَّاحِدٍ الخ

(مؤلف نے اس کتاب میں حضراتِ صحابہ رضؓ کی وہ خبریں، سیرت، قصے، حکایتیں جمع کر دی ہیں کہ جن سب کا وجود ایک کتاب میں نادر تھا۔)

سیرت، تاریخ، حدیث، رجال، طبقات کی کتابوں سے حضرات صحابہ رضؓ کے وہ حالات کہ جنمیں دعوت کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں ہے چھانٹ چھانٹ کر اس کتاب میں جمع کر دئے ہیں بڑے بڑے علماء کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ "کیا اس قسم کے واقعات موجود ہیں لیکن انہوں نے جب اس کتاب کو مع حوالہ دیکھا تو انہیں اپنی کم علمی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جلالت قدر کا اعتراف کرنا پڑا۔

حضرت جی رحؒ کے پاس وقت بہت کم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں برکت دی تھی وہ اپنی مصروفیتوں میں سے بھی وقت نکال لیتے تھے جولائی ۱۹۶۲ء میں

جب میں حاضر ہوا تو حیاۃ الصحابہ پر نظر ثانی اور تصحیح کا وقت انہوں نے عشاء کی نماز کے بعد نکالا تھا چونکہ کتاب سنانا ان کے معمولات میں تھا اس لئے وہ اس وقت حیاۃ الصحابہ سنایا کرتے تھے، شروع میں بہت دیر تک عبارت پڑھتے اور جہاں ضرورت ہوتی ٹھیک کرتے، اس کے بعد باب پر ایک تفصیلی تقریر کرتے، اس دن اتفاق سے علم کا بیان تھا مولانا نے غالباً میری طبعی مناسبت کی وجہ سے بیان فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال مطلوب ہیں اور اعمال والی زندگی فضائل سے پیدا ہوتی ہے، پہلے فضائل کو بیان کرنا چاہیے تاکہ اعمال زندہ ہوں اعمال کے وجود میں آنے کے بعد صحت وفساد کا سوال پیدا ہوتا ہے اس وقت مسائل کی ضرورت ہوگی۔"

تقریر فرمانے کے بعد جب حجرہ میں تشریف لے گئے تو مجھ سے دریافت کیا "کیا خیال ہے؟" میں نے عرض کیا اگر تعریف نہ سمجھی جائے تو عرض کروں میں نے آپکی تقریر کو بہت غور سے سنا مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ اردو میں قرآن پاک پڑھ رہے ہیں، آپ کے بیان کے وقت میں یہی سوچ رہا تھا کہ قرآن کی جو آیت آپ دلیل میں پیش کر رہے ہیں، وہی اس کا شان نزول ہے۔ اس پر مسکرا دئے

حیاۃ الصحابہ کی تین جلدیں ہیں پہلی جلد ۲۰×۳۰ کے ۶۱۲ صفحات پر اور دوسری جلد ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، تیسری جلد بھی اتنی ہی ضخیم ہے جس کا پروف آجکل مولانا انعام الحسن صاحب پڑھ رہے ہیں۔ اتفاق سے حیاۃ الصحابہ کے کافی حصہ کا تین جلدوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے جو بہت مقبول ہے اور پاکستان میں مولٰنا سہیل احمد صاحب نے حیاۃ الصحابہ کو جدید عربی میں لانے کی اجازت بھی حضرت جی رح حاصل کر لی ہے۔

۳۔ مختصر الطحاوی

امام طحاوی رح کی کتاب "شرح معانی الآثار" متاخرین و متقدمین سب ہی کی منظور نظر ہے، پہلے حضرت مولانا الیاس صاحب نے اس کتاب کی تلخیص شروع کی، ان کے بعد حضرت جی رح نے

اس کی تلخیص کی۔

حضرت جی رح نے اختصار و تلخیص میں یہ کیا کہ پہلی فصل میں احادیث، دوسری فصل میں آثار صحابہ اور تیسری فصل میں امام طحاوی کی بحث و نظر کو لکھا ہے۔ حضرت جی رح نے باب صلوٰۃ مسافر تک اس کی تلخیص کی۔ اس کے بعد مولانا عبید اللہ صاحب نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے۔

احقر راقم الحروف نے زمانہ طالب علمی میں شرح معانی الآثار کی دونوں جلدوں کی اسی انداز میں تلخیص کی تھی، افسوس کہ وہ مسودہ ضائع ہو گیا۔

۴۔ چھ نمبر

حضرت جی مرحوم نے احادیث کی روشنی میں تبلیغی جماعت کے چھ نمبروں پر بھی کچھ لکھا ہے۔ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے، اس کی فہرست یہ ہے :۔

۱	کلمہ طیبہ	از صفحہ ۱ تا ۱۶	۵	اکرام مسلم	از صفحہ ۱۷ تا ۴۷
۲	الصلوٰۃ	" ۱۷ تا ۲۰	۶	نفر فی سبیل اللہ	" ۵۷ تا ۹۰
۳	العلم	" ۲۱ تا ۴۴	۷	النیۃ	" ۹۱ تا ۲۴۳
۴	الذکر	" ۴۵ تا ۷۰	۸	ترک لایعنی	" ۲۴۴ تا ۲۷۳

درمیان میں کہیں کہیں خالی صفحات بھی ہیں اور کہیں کہیں حواشی پر اضافہ بھی ہے کتاب کا انداز بیان یہ ہے کہ ہر ایک عنوان پر بکثرت احادیث اور آثار صحابہ کو ذکر کیا ہے گویا احادیث و آثار سے ان نمبروں کی اہمیت کو ثابت کیا ہے یہ کتاب ابھی مسودہ کی صورت میں ہے

دو کتابوں کی خواہش

مذکورۃ الصدر دو کتابیں مطبوعہ اور دو کتابیں غیر مطبوعہ ہیں ان کے علاوہ حضرت جی کی خواہش تھی کہ دو کتابیں اور تحریر فرمائیں (۱) مَاذَا یُرِیْدُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنَّا

(۲) مَاذَا یُرِیْدُ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی مِنَّا

بات دراصل یہ ہے کہ آج کل دنیا میں یہود و نصاریٰ کی تہذیب اس کثرت

سے رائج ہے کہ بڑے بڑے علمار صلحار اور محدیہ ہے کہ خانقاہوں میں گوشہ گیر حضرات بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں ہیں جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں دشمنوں کی تہذیب نے پنجے گاڑ دیئے ہیں وہاں سے اسلامی تہذیب رخصت ہو چکی ہے اور افسوس کی بات یہی ہے کہ ہم اسی میں خوش ہیں۔ اگر اتفاق سے ٹوک دیا جائے تو اسلامی تہذیب کی تخفیف پر اتر آتے ہیں۔ حضرت جی رح نے اس مرض کو اچھی طرح محسوس کیا اور اس کے علاج کے لئے ان دو کتابوں کی تالیف کی خواہش ظاہر فرمائی۔

درس و تدریس

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رح کا طریقہ درس مروجہ طریقہ درس سے ذرا کچھ مختلف تھا وہ طلبار سے زیادہ محنت کرانے پر زیادہ زور دیتے تھے یہی وجہ تھی کہ ان کی درسگاہ سے نکلے ہوئے طلبار جب کسی دوسرے مدرسہ (دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی وغیرہ) میں جا کر داخل ہوتے تو ان درسگاہوں میں انکو بلا امتحان داخلہ داخل کر لیا جاتا تھا [1]

ان کے طریقہ درس میں یہ بھی داخل تھا کہ وہ منتہی طلبار سے ابتدائی طلبار کو درس دلایا کرتے تھے [2] اس سے جہاں ابتدائی طلبار کی تعلیم ہو جاتی تھی وہاں منتہی طالب علم کی استعداد میں اضافہ ہوتا تھا، اور اپنے استاد کی نگرانی میں ایک لائق استاد بن جاتے تھے گویا ایک قسم کی ٹریننگ ہو جاتی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے زمانہ طالب علمی ہی سے پڑھانا شروع کیا اور آخر وقت تک اس کو اپنا محبوب مشغلہ بنائے رکھا، تقریروں اور بیانات، جماعتوں کی نگرانی اور انتظام نیز تصنیف و تالیف سے جتنا وقت بچتا طلبار کو پڑھانے میں صرف کرتے۔

ایک دفعہ راقم الحروف نے مولانا سے اپنی درسی مصروفیات کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں پڑھانے سے اس قدر تھک گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے

---

[1] روایت مولانا عبید اللہ صاحب [2] روایت حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم

دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کر کے کچھ دن تبلیغ میں لگا دوں، تو فرمایا:۔

"ہرگز نہیں تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے اور تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے، لوگ نہیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالف ہیں حالانکہ یہ غلط ہے ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حد یہ ہے کہ خود پڑھاتے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کیساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو۔"

حضرت جی اکثر و بیشتر ابی داؤد شریف کا درس دیا کرتے تھے، میں نے دیکھا ہے کہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر حضرت درس کی تیاری کرتے اور پھر طلبا کو اپنے پاس بلا لیتے تھے۔ حضرت جی رح کے سامنے پڑھنے والے طالب علم کا بیان ہے کہ حضرت جی رح ابتداء الواب پر تفصیلی کلام کیا کرتے تھے اور اس کے بعد حدیث کے ساتھ اختلافِ مذاہب اور حنفی مسلک کی دلیلیں بیان فرمایا کرتے تھے [۱]

ایک تفسیری مسئلہ

ایک مرتبہ آیت مبارکہ "لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ" الآیۃ کے ذیل میں ایک طویل تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا [۲]

"اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسان کی ضرورت کے لئے بنایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں وہ سب انسان کی ضرورت کے لئے ہیں اور محدود ہیں۔ لیکن انسان ضرورت سے آگے بڑھ کر خواہش کی منزل میں جب داخل ہوتا ہے تو خواہش لامحدود ہیں ایک محدود جگہ میں لامحدود خواہشوں کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ خواہشیں پوری ہونے کی جگہ جنت ہے اور جنت کی تمام چیزیں غیر فانی ہیں اور

---

[۱] روایت حافظ محمد شفیع صاحب میواتی [۲] اتفاق سے مدینہ بجنور میں، ارجون کو جناب محمد ثانی کے الفاظ میں ضرورت اور خواہش کے عنوان کے تحت اس تقریر کا خلاصہ شائع ہو گیا ہے۔

لامحدود ہیں اسی چیز کو قرآن پاک میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ الآیۃ (جنت میں وہ سب چیزیں موجود
ہیں جس کی تمہارے نفوس خواہش کریں گے۔)

میرے ایک دوست بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت جی رح سے دریافت کیا کہ ہمیں آپ کے مبلغ آیت مبارکہ انْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا (یعنی ہلکے اور بھاری ہر حال میں خدا کی راہ میں نکل جاؤ) سنا کر لائے ہیں تو کیا احکام جہاد سننے کا وقت آگیا ہے۔ اس پر حضرت جی رح نے فرمایا کہ یہ سوال مجھ سے صرف دو آدمیوں نے کیا ہے۔ ایک شامی وفد کے قائد نے اور دوسرا آپ نے، میں نے انکو جو جواب دیا تھا وہی آپکو سناتا ہوں اس کے بعد حضرت جی رح نے آیت مبارکہ اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْآمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ پر پورے ڈھائی گھنٹے اپنی خصوصی مجلس میں تقریر فرمائی، نیز فرمایا کہ "اَلرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ" سے عام مفسرین نے جو کچھ مراد لیا ہے میری رائے اسکے برعکس ہے یعنی رکوع و سجدہ سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں تھوڑا ابھی جھکو اور پورا ابھی جھکو یعنی اللہ کی راہ میں حسب تقاضائے جان و مال تھوڑا اور سارے کا سارا خرچ کرو، غرضیکہ اس طرح اس آیت کی تفسیر فرمائی کہ جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت پوری طرح روشن ہوگئی۔

سیرت کا ایک مسئلہ

نہٹور ضلع بجنور کے علماء نے خصوصی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے وفود، لشکر قبائل اور علاقوں میں بھیجے ہیں وہ سب دعوت کے لئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جہادوں کی تعداد ایک روایت کی بناء پر ۲۳ ہے اور دوسری روایت کی بناء پر ۲۹ ہے ان میں سے نو کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "بعث مقاتلا"

آپنے جنگ کیلئے بھیجا، بقیہ سب کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ دعوت کے لئے بھیجا تھا، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک جنگ میں ایک کافر کو زخمی کیا تھا۔"

اس جگہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ حضرت جی رح نے سیرت کو کس نہج سے پڑھا اور اس کا کس طرح تجزیہ کیا ہے۔ یہ بات دراصل ایک عظیم مطالعہ اور اس میں بڑے غور و خوض کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

ملفوظات اور تقریریں

ان تمام چیزوں کے علاوہ حضرت جی رح کی تقریریں، خصوصی مجالس میں علماء اور ہر طبقہ کے لوگوں سے ان کے مرتبہ اور سمجھ کے مطابق بات کرنا اور اسی دوران میں اپنے تبلیغی کام کو نہایت احسن طریقہ سے پیش کر دینا یہ ان کی عالمانہ سمجھ بوجھ کی دلیل ہے چند تاجروں سے گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

"اسلام کے ارکان میں کسب معاش داخل نہیں ہے لیکن حیرت یہ ہے کہ ہم لوگ ارکانِ اسلام کو تو ضائع کر رہے ہیں اور جو غیر ارکان ہیں ان میں اپنی زندگیاں کھپا رہے ہیں۔"

پاکستان میں آخری دورہ میں چند افسر آئے، ان کا تعارف آپ سے کرا دیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:-

"خیر القرون میں تو تعارف اعمال کے اعتبار سے کرایا جاتا تھا کہ یہ تہجد گذار ہیں، یہ قائم اللیل ہیں، یہ صائم النہار ہیں۔" ؎

تاریخ عالم اور سیرت پر حضرت جی رح کی گہری نظر تھی وہ دنیا کے گذشتہ اور موجودہ حالات سے بخوبی واقف تھے اور واقف ہی نہیں بلکہ ان کے بارے میں اپنی رائے بھی رکھتے تھے، دیکھنے والے بظاہر ان کو کلمہ و نماز ہی کا آدمی سمجھتے تھے، راقم الحروف کے ایک دوست بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جی رح نے ابتدائے اسلام سے لیکر موجودہ

؎ روایت بالواسطہ حاجی عبدالحمید صاحب گرتپوری ۱۲

زمانہ تک کی ان تمام تحریکاتِ اسلامیہ کو بیان فرمایا جو دنیا کے مختلف حصوں میں پیدا ہوئیں اور ختم ہوگئیں اور پھر ہر ایک کے متعلق اپنی رائے بھی ظاہر فرمائی کہ فلاں تحریک میں یہ خامی تھی، آخر میں اخوان المسلمون کی تحریک کے بارے میں بیان فرمایا کہ :-

"حسن البنا الشہید نے جب مصر میں اپنے متبعین کے زبردست مظاہرے کا اعلان کیا تو میں نے ان کو اپنے آدمیوں کے ذریعہ سے روکا، اور کہلوایا کہ "احیاءِ دین" کا جو کام آپ کر رہے ہیں اسے جاری رکھیئے وہ ایک عظیم الشان کام ہے، طاقت کا مظاہرہ نہ کیجیئے ورنہ حکومت کی طاقت آپ کی مفید تحریک کو بھی کچل ڈالے گی، لیکن وہ نہ مانے"

بالآخر یہی ہوا کہ اخوان المسلمون کی تحریک کچل دی گئی۔ اس کے بعد حضرت نے میرے دوست کو مخاطب کر کے کہا کہ اب تم خود بتلاؤ کہ ہم نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس کے علاوہ احیاءِ المسلمین و اسلام کا دوسرا طریقہ اور کونسا ہے؟

ان واقعات سے حضرت جی کی بالغ نظری اور بصارتِ علمی اور تدبر و فکر کا بخوبی اندازہ ہو رہا ہے۔

بابِ چہارم

افکار ــــــ اور ــــــ نظریات

یہ باب پہلے باب کا تکملہ ہے یعنی اسی کا ایک جزو. مقصود ان سطور کے اضافہ سے جہاں حضرت جی رح کے علمی مقام کو ظاہر کرنا ہے وہاں یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ حضرت جی رح کے بارے میں بعض حضرات کا یہ خیال "وہ تو صرف کلمہ و نماز کے آدمی تھے" غلط ہے حضرت جی رح کے بارے میں یہ خیال کوئی حاسد یا متعصب ہی رکھ سکتا ہے یا بالکل ان پڑھ کیونکہ صاحب فکر و نظر، معمولی صلاحیت والا آدمی نہیں بن سکتا اور اغیار کے نظریات کو یاد کر لینے سے بھی آدمی بالبصیرت نہیں ہو سکتا، یہ تو خداداد ایک ملکہ ہے جو علم و تقویٰ کے بعد پیدا ہوتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہمارے یہاں جہاں اور بہت سی خرابیاں ہیں ایک کم مائیگی یہ بھی ہے کہ صاحب فکر و نظر ہمارے درمیان بہت کم ہیں بلکہ نہیں ہیں. ذاتی طور پر میں ان حضرات کو قابل قیادت نہیں سمجھتا. جو ہیں تو ہمارے ہی لیکن نظریات دوسروں کے رکھتے ہیں. حضرت جی رح میرے نزدیک بہت بڑے صاحب فکر اور بابصیرت مسلمان تھے، دُور سے دیکھنے والا ان کو کچھ بھی کہدے لیکن جس کو چند منٹ بھی ان کی صحبت حاصل رہی وہ یہی کہے گا، ؎

وہ کم نصیب مقامِ نظر کو کیا جانے
جو اُن کے دل کی بلندی کا راز نہ جانے

میرے نزدیک اس قسم کی نظر و فکر والے صدیوں کی لوٹ و بدل کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور وہی ملت کو بنا جاتے ہیں۔ حضرت جی رح کی نظر و فکر کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے

اُمت بننے کا تصور

موجودہ زمانہ جس میں علاقوں اور انسانوں کی تقسیم کے ساتھ ساتھ الفاظ اور محاوروں کی تقسیم ہو گئی ہے چنانچہ ہمارے درمیان ایک گروہ ایسا ہے جو اردو ادب کے ذریعہ ہی طبقات کی تقسیم کرتا رہتا ہے اگرچہ زبان و محاورے کسی کی ملکیت نہیں ہوتے مگر انہوں نے ایسا ہی کر رکھا ہے چنانچہ اگر کوئی آدمی لفظ اُمت یا ملت بولتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ہے۔ اگر کوئی لفظ "قومیت" بولتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ہے

"خرد کا نام جنون رکھ دیا جنوں کا خرد"

ایسے زمانہ میں حضرت جی رح نے ایک تقریر فرمائی جس کا ایک ٹکڑا ذیل میں درج ہے۔ غور فرمائیں:۔

"یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔"

غور فرمائیے! حضرت جی رح نے موجودہ نظریات اور ان کی تخریبی کارروائی اور اس کا پس منظر کس طرح بیان فرمایا ہے۔ یہ بات کوئی معمولی نظر والا نہیں کہہ سکتا۔ ان جملوں میں حضرت جی رح نے "مسئلہ قومیت کی تردید فرمائی ہے۔ اور صاف طور سے بیان فرما دیا ہے کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" یہ نظریہ یہودیوں اور نصرانیوں کا ہے مسلمانوں کا نہیں ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے:

"امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں، ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ

امت کو ذبح کرتا ہے۔ اور حضورؐ اور صحابہ رضؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے۔ امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہلے خود ہم نے ذبح کیا۔ یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے۔"

یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنے نظریہ کی چھری ہمارے ہاتھ میں دے کر چلوادی اور بعد میں خود بھی خیر خواہ بن کر ہمارے ساتھ شریک ہو گئے۔ اس طرح امت مسلمہ کا مکمل زوال کر دیا۔ اور ہم یہی سمجھتے رہے کہ یہ بھی کوئی خدمتِ دین ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا،

"یہ امت اس طرح بنی ہے کہ اس کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔"

غور فرمائیے! حضرت جی کیا فرما رہے ہیں، بلا شک حضرت جی اس ہزارے کے مجدد تھے۔ مجدد وہی ہوتا ہے کہ اعمال میں تبدیلی کرائے اور نظریات اور عقائد کو پھیر کر پھر تیرہ سو سالہ قبل والا منظر دکھا دے

"ہے یہی تیرے زمانہ کا امام برحق"

حضرت جیؒ نے ارشاد فرمایا:۔

"میرے بھائیو! اور دوستو! اللہ اور رسول نے ان باتوں سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پیدا ہو اور پھوٹ کا خطرہ ہو"

ان تمام امراض کو شمار کرانے کے بعد جو خرابی کی جڑ ہیں فرماتے ہیں:

"اس کا علاج اور توڑ یہی ہے کہ تم اپنے کو حضور والی محنت میں لگا دو اور مسلمانوں کو مسجد میں لاؤ ایمان کی باتیں ہوں تعلیم اور ذکر حلقے ہوں دین کی محنت کے مشورے ہوں۔"

بات بظاہر ذرا سی معلوم ہوتی ہے اور کہنے والے کہہ دیتے ہیں: یہ تو مُلّا پنے کی بات ہے لیکن کوئی مفکر اور مجدد اپنی بات کہنے کے بعد اصلاح کیلئے سب سے پہلے پہلی اینٹ کو درست کرتا ہے، دیکھنے والے بھلے ہی کہیں کہ یہ اس اینٹ سے پُل کس طرح بنائے گا اور کس طرح اس خلیج کو پاٹے گا مگر خلیج کو پاٹنے کے لئے سب سے پہلے

بنیاد کی اینٹ درست کرنی پڑتی ہے۔

اسلام میں لچک

موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو زمانہ حال کی چمک دمک دیکھ کر کہتے رہتے ہیں اسلام میں لچک پیدا کرنی چاہیئے اور اس کو حالات اور زمانہ سے ہم آہنگ بنانا چاہیئے اس کے اندر سے فرسودہ پن دور کرنا چاہیئے۔ حضرت جی رح نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا ہے:۔

"آج کہتے ہیں کہ اسلام موجودہ زمانہ میں چلنے والا نہیں ہے۔ ٹھیک ہے! لینے کا ذہن رکھنے والوں میں دینے کا طریقہ کیسے چلے۔ اسلام کو اپنی خواہش اور اپنی حالت کے مطابق بناؤ گے تو وہ اسلام رہیگا ہی نہیں وہ تو تمہاری بنائی ہوئی ایک چیز بن جائے گی۔"

مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی مذہب ہو اس کے وجود میں آنے کا منشا ہی صرف ایک ہوتا ہے اور وہ یہ کہ زمانہ کے لوگ اپنے اعمال اور کردار کو مذہب کا پابند بنائیں اور اگر ایسا نہ ہو سکے بلکہ جس زمانہ میں جیسے لوگ ہوں اور جس قسم کے ان کے اعمال اور کردار ہوں ویسے ہی اس مذہب کے اصول اور قانون ہو جائیں، تو پھر مذہب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ پھر زمانہ کے چلن کا نام ہی مذہب ہو جائیگا اور اس مذہب کا جو بھی نام رکھ لیا جائے۔ چنانچہ یہ دیکھ کر کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مذہب کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارے لئے ایک آڑ اور رکاوٹ اور نفرت کی دیوار کھڑی کر دیتا ہے، ایسے پاگلوں سے کیا بات کہی جائے؟

ہماری گذارش صرف موڈرن مولاناؤں اور موڈرن مسلمانوں سے ہے، وہ یہ کہ حضرت جی رح نے پتہ کی بات کہدی ہے کہ مذہب اسلام ایک آسمانی اور خدائی مذہب ہے اس کے اصول اور قوانین خدا اور اس کے رسول کی عطا ہیں۔ ان کو رائج ہونا چاہیئے تاکہ بگڑے ہوئے انسان اس کے پابند ہو کر انسانیت کا نمونہ پیش کر سکیں۔ ان میں لچک جس قدر ہے وہ مقرر شدہ ہے اب مزید لچک پیدا کرنے کا مطلب تبدیلی اور تحریف کے سوا کیا ہے؟ تبدیلی اور تحریف کی صورت میں اسلام نہ ہوگا بلکہ اگل

کی خواہش کے مطابق کوئی دوسری چیز بن جائے گی۔

کامیابی اور ناکامی

آج کل ایجادات کی کثرت کی وجہ سے اور جدید نظامِ معیشت کو دیکھ کر لوگ اشیاء کی کثرت میں عزت اور کامیابی دیکھتے ہیں۔ حضرت جی رحہ نے فرمایا:-

• یہ خیال غلط ہے کہ ملک و مال ہاتھ میں آئے گا تو اسلام چمکے گا۔ ملک و مال تو اسلام کو زندہ درگور کر رہے ہیں۔ آج جن کے ہاتھوں میں حکومت اور اس کے خزانے ہیں وہ ابوبکر رضہ و عمر رضہ کے نمائندے نہیں بلکہ وہ قیصر، کسریٰ، شداد، نمرود کے نمائندے ہیں ان سے حیاتِ اسلامی کی توقع بالکل غلط ہے ان کے ہاتھوں اسلام کا حال دیکھ کر دل کہتا ہے "أَنّٰى يُحْيِي هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا" (اللہ اس مُردے میں جان کیسے ڈالے گا)۔"

ایک دوسری تقریر میں ارشاد فرمایا:-

"آدمی سمجھتے ہیں کہ کھیتی اور باغات سے زندگی بنتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قومِ سبا کو کھیتی اور باغات کے باوجود ہلاک کر دیا۔"

اسی تقریر میں آگے چل کر ارشاد فرمایا:-

"عزت اور ذلت روس اور امریکہ کے نقشوں (پلانوں) میں نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے یہاں اصول و ضوابط ہیں جو شخص یا قوم یا خاندان چمکانے والے اصول لائیگا اللہ تعالیٰ اس کو چمکا دے گا اور جو مٹنے والے کام کریگا اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیگا۔ یہود کی اولاد نے اصول توڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹھوکر مار کر ہلاک کر دیا۔ صحابہ کرام رضہ بت پرستوں کی اولاد تھے، انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چمکا دیا۔ اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے اس کے یہاں اصول و ضوابط ہیں جو بھی انکو اختیار کریگا چمکے گا۔"

اس کے بعد کامیابی کا راز بتلاتے ہیں۔

"کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کا حال ہے باہر کی چیزوں کے نقشہ کا نام کامیابی اور ناکامی نہیں۔ انسان کے اندر کی مایا اس کا یقین اور اس کے اعمال ہیں۔ انسان کے اندر کا یقین اور اس سے نکلنے والے اعمال اگر ٹھیک ہونگے تو اللہ تعالیٰ کامیابی کی حالت پیدا کر دینگے خواہ چیزوں کا نقشہ کتنا ہی پست کیوں نہ ہو۔"

مثلاً غزوہ بدر میں سامان اور چیزوں کے اعتبار سے تو حالات بہت کمزور تھے مگر شرکاء بدر کے یقین اور اعمال نہایت مضبوط تھے نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے کر و فر والے ناکام ہوئے اور کمزور سامان والے کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

"ایمان ظواہر پر اور ظواہر کے مطابق یقین کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ظواہر اور رواج، مشاہداتِ انسانیہ کے خلاف خداوند قدوس کی ذات وصفات اور ان کے والے اعمال اور ان اعمال کی خبروں پر یقین رکھنے کا نام ایمان ہے۔"

حضرت جی اعمال کے اوپر کیسا یقین رکھتے تھے؟

"حضور سے صادر ہونے والے اعمال کو خدا نے ایٹم بم سے زیادہ طاقتور بنایا ہے اور ایک ایک عمل کو عالم میں تغیر کا ذریعہ بنایا ہے (یاد رہے) صلوٰۃ استسقاء زمین کے حالات میں تغیر کا ذریعہ ہے۔"

حضرت جی رح کے یہ خیالات اور افکار تو تقریر اور ملفوظات کی روشنی میں ہیں اب ان کے مکاتیب کی روشنی میں ان ہی چیزوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب ۱

بستی حضرت نظام الدین

۱۶ ربیع الثانی

محترم ومکرم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ ملا، حالات کا علم ہوا اللہ

---

* مکتوب ۱ تا ۱۰ بنام [illegible] صاحب سنبھلی ہیں

تعالےٰ جلد پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے۔ میرے بھائی دعا کی قبولیت کے لئے دعا والا راستہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے اگر دعا والا راستہ نصیب ہوجائے تو پھر دعا کے ذریعہ تمام پریشانیاں دور ہوسکتی ہیں اور حقیقی کامیابی نصیب ہوسکتی ہے، دعا والا راستہ مال و ملک والا راستہ نہیں ہے بلکہ اعمال والا راستہ ہے جس کو لے کر حضرات انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ آخر میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا جامع اور مکمل طریقہ پیش فرمایا اور ایسی محنت چھوڑ کر تشریف لے گئے کہ اگر وہ محنت ہوتی رہے تو پھر انشاء اللہ ہماری زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کے احکامات داخل ہو نگے۔ تو پھر ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیاں سب درست ہوجائیں گی اور سکون والی زندگی نصیب ہوگی۔ اب ضرورت ہے کہ پہلے یہ محنت زندہ ہو اور اس کے لئے اوقات فارغ کر کے مقامی اور بیرونی نقل و حرکت میں پوری طرح شریک ہوا جائے۔ باہر جماعت میں نکل کر پہلے صحیح جذبہ اور اصول کی پابندی پیدا کی جائے اور ان کی مشق کی جائے اور مقامی اجتماع اور گشت اور روزانہ کی تعلیم میں خود شریک ہوتے ہوئے متعلقین کو پوری کوشش کر کے شریک کیا جائے۔ بندہ محمد یوسف غفرلہ بقلم عقیل احمد۔

مکتوب ۲

بستی نظام الدین
۲۲ ر ذیقعدہ ۷۸ھ

محترم و مکرم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جماعتوں کی نقل و حرکت، چہل پہل کا حال سنکر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کی کوششوں میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اوّل

جون میں ایک چلہ کی جماعت آنے والی ہے اس کا انتظار ہے امید ہے کہ جناب خود بھی تشریف لائیں گے۔ جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ پوری کوشش کرکے اس جماعت میں زیادہ سے زیادہ احباب کو جوڑ کر لایا جائے۔

"حزب البحر" اور کتاب ہے اور "الحزب الاعظم" الگ کتاب ہے ابھی فی الحال حزب البحر کی اجازت نہیں ہے اور الحزب الاعظم کا ورد فرمائیں۔ ماشاءاللہ سارے خواب اچھے اور مبارک ہیں اللہ تعالیٰ ان کی پوری خیر و برکت سے آپ کو سرفراز فرمائے۔ مقامی کام گشت و تعلیم، قرب و جوار کی تین تین دن کی جماعتوں میں نکلنے کی طرف بھی احباب کو جوڑتے رہیں اس جماعت میں جتنے احباب کو زائد سے زائد جوڑ سکیں جوڑ کر لائیں۔ فقط

بندہ محمد یوسف غفرلہ بقلم محمد مبین

مکتوب ۳

ازبستی حضرت نظام الدین

۲۷ رمضان المبارک

محترم و مکرم بندہ زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ مزاج اچھے ہوں گے۔ آپ کا گرامی نامہ صادر ہوا، کاشف احوال ہوا، مسرت ہوئی۔ اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماکر ہدایت کو عام فرمادیں اور ہم سب کو مزید ترقیات اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

اصل اجتماع ابھی سے شروع ہے وہ آخری ایام تو اختتام اجتماع کے ہیں قبل از اجتماع حقیقی محنت ہوگی کام متعدی ہوگا اور جتنا یہ کام پھیل جائے گا اس کے بقدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی نسبت نصیب ہوگی لہذا آپ اپنے یہاں سے ابھی سے احباب

کو چلّوں کیلئے نکالیں خصوصاً عید الفطر کے موقعہ پر ضرور نقد جماعتیں نکالیں اور اجتماع سے پہلے مضافات میں خوب جماعتیں پھرائیں. ہر ہر گاؤں جماعتیں کام کریں اور مضافات والوں کو اس پر آمادہ کریں کہ وہ اجتماع میں جماعت بنا کر شرکت کریں اور تشکیل کی صورت میں اپنے ہاں مقام پر ہر ماہ کے تین یوم اور ہر ہفتہ کے دو گشت روزانہ کی تعلیم تسبیحات کا اہتمام کریں. حالات سے مطلع فرماتے رہیں. آپ کے ماموں صاحب کو اللہ پاک صحت کاملہ عنایت فرمائیں. احباب کو سلام مسنون۔ بندہ محمد یوسف عفرلہ

مکتوب ۴

محترم و مکرم بندہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا، تمہارا خط ملا۔ حال معلوم ہوا اور تمہارے کام سے بہت مسرت ہوئی. اللہ رب العزت تمہاری مساعی جمیلہ کو بہت ہی قبول فرمادے اور رمضان شریف میں جو تم اجتماع کر رہے ہو اللہ پاک بہت ہی کامیابی کی صورت پیدا کریں اور اہل عالم کے لئے ایمان و عمل صالحہ علم و ذکر اور اخلاص اخلاق کو امت میں زندہ فرمادے۔ مقامی کام کو خوب بڑھایا جائے. نقد جماعتیں چلّوں کی بنا کر یہاں روانہ کریں. رمضان شریف قرآن و ہدایت اور اعمال کی صحت کا مہینہ ہے اگر ہم اس ماہ مبارک میں نکل کر اصولوں کے ساتھ دین کیلئے محنت کرینگے تو اللہ رب العزت کی ذات سے امید ہے کہ اہل عالم کیلئے ہدایت کا راستہ کھل جائیگا اسلئے اس ماہ مبارک میں ضرور جماعتیں نکالی جائیں. احباب کو سلام مسنون

فقط والسلام. بندہ محمد یوسف. بقلم رحمت اللہ

از بنگلہ والی مسجد

مکتوب ۵

محترمی و مکرمی. سلام مسنون

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا. بھائی بڑی

سعادت اس میں ہے کہ اللہ رب العزت دین کی فکر عطا فرما دیں۔ اسوقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اعمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقل اخلاص کر محنت کے بعد مسجد والے نقشہ کو زندہ کیا جائے اور چوبیس گھنٹے کے اوقات کا محاسبہ کیا جائے کہ کہاں خرچ ہوتا ہے اور کہاں خرچ ہونا چاہیئے تھا۔ اپنی ضرورتوں کے حصول کے بعد جو وقت بچے وہ غلط طریقہ سے خرچ نہ ہو بلکہ مسجد میں تعلیم و نماز، ذکر و دعا میں صرف ہو اور لوگوں کو اس میں مشغول رکھا جائے۔ ہفتہ کے دو گشت، مہینہ میں تین دن کی جماعتیں بنا کر برابر اپنے آس پاس کے علاقوں میں نقل و حرکت کرتی رہیں اس سے کام کی ایک فضا پیدا ہوگی خوب جم کر دعائیں کریں اور وقتاً فوقتاً نظام الدین ضرور آتے رہیں۔ تمام احباب سے سلام عرض کر دیں

بندہ محمد یوسف عفی عنہ بقلم نسیم اختر

مکتوب ۶

مکرم محترم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خط سے حالات معلوم ہوئے علالت طبیعت سے رنج و افسوس ہے۔ یہ مصائب اور بلایا تو مومن کے درجات بڑھانے کے لئے ہیں بس صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے ہر حال میں دین اور دعوت کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو اور ان اعمال مسجدی سے اللہ سے ملنے کا یقین کامل ہو جیسے آجکل تجارت، زراعت سے ملنے کا یقین ہے۔ اجتماع کی کامیابی کے لئے ہم سب دعا کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہ اسی سے دیر اور دور کے لئے جماعتیں نقد نکالیں اور دین متین کے پھیلنے کا ذریعہ بنائیں اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔

فقط بندہ محمد یوسف۔ بقلم احسان الحق

مکتوب ۷

محترم و مکرم وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

سلام مسنون۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہونگے۔ نامہ

آپ کا ملا حالات پڑھ کر خوشی ہوئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آئندہ ہونے والے اجتماع میں بھی کامیابی نصیب فرمائے۔ اصل میں اللہ رب العزت اس آدمی کی محنت پر دین کو زندہ فرمانے کا اور ہدایت کو عام کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں جو اس کے دین کی محنت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے والا ہو۔ اللہ پالنے والے ہیں اس یقین کے ساتھ اپنے تقاضوں کو دبا کر اور آگے پیچھے کر کے، دوکان اور بیوی بچوں کی مشغولیات میں کم وقت لگا کر اور اللہ کے دین کے لئے زیادہ وقت لگائیگا۔ اپنے آرام وراحت کو دین کے مطالبہ پر قربان کرے گا اللہ رب العزت ایسے شخص کو اس کی قربانی سے خوش ہو کر اس کی دعاؤں پر لوگوں کے قلوب کو ہدایت کے لئے اور دین کی طرف پھیرنے کا ارادہ فرماتے ہیں اس لئے الحمدللہ آپ جتنی محنت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس میں اور زیادتی فرمائے۔ مقامی کام کی ترتیب کو بھی قائم کریں۔ فقط والسلام

بندہ محمد یوسف بقلم الطاف احمد

مکتوب ۸

مکرم و محترم بندہ! وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط ملا تبلیغی جدوجہد اور دین کی سرسبزی اور آخرت کے سدھار کیلئے سعی وکوشش کا معلوم ہو کر مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور مزید توفیق بخشیں۔ آمین الحمدللہ علیٰ احسانہ یہاں پر بھی رمضان المبارک میں اوقات فارغ کر کے آنے والوں کی اس قدر کثرت ہے کہ ۱۸، ۲۰ سال کے عرصہ میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک مہینہ اور اسی کے ساتھ شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ چاروں مہینوں کی خیر وبرکات میں ہم آپ سب اہل علاقہ کا بھرپور حصہ نصیب فرماویں اور تمام عالم اسلام میں تفریغ اوقات کی توفیق حاصل ہو اور اعزار واہل وعیال کو فلاح دارین بخشیں اور

صحت وعافیت عطا فرمائیں۔ فقط والسلام، نیز احباب کی خدمت میں
ہدیہ سلام مسنون پہنچادیں اور تبلیغی حالات سے برابر مطلع فرماتے رہیں
بندہ محمد یوسف عفی عنہ بقلم محمد شفیع

مکتوب نمبر ۹

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جناب کا گرامی نامہ کاشف احوال ہوا حالات سے بڑی مسرت ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل ہے کہ بیک وقت تین جماعتیں آپ کے یہاں پہونچ گئیں اللہ تعالیٰ ان کے پہونچنے کو قبول فرماکر آپ کے یہاں کام کو انتہائی ترقی عطا فرمائیں۔ امید ہے کہ ان جماعتوں سے خوب فائدہ اٹھایا گیا ہوگا اور نقد جماعتیں بھی نکلی ہونگی۔

میرے محترم دین کی یہ مبارک محنت سارے عالم کیلئے باعث برکت ورحمت ہے جتنا زیادہ امت کے اندر اس کا رواج پڑیگا اور نقل وحرکت ہوگی اللہ تعالیٰ کے قہر کے دروازے بند ہوں گے اور امن وعافیت کے دروازے کھلینگے، اس لئے محنت کو خوب بڑھائیں۔ مقامی طور پر مسجدوں میں پابندی کے ساتھ تعلیم، ہفتہ کے دو گشت سویرے شام تسبیحات کی پابندی کی کوشش، اور ہفتہ میں ایک شب تمام احباب کے ساتھ مسجد میں شب گذاری کا پورا اہتمام فرمائیں اور مہینے میں تین دن کی جماعت کا اطراف میں بھیجنے کا نظم بنائیں کوشش فرماکر زیادہ سے زیادہ افراد کو یہاں روانہ فرمائیں جو لوگ جماعتوں میں وقت لگاکر واپس ہوں ان کو مقامی کام میں پورے طور پر جوڑنے کا آپ بھی اور آپ کے تمام رفقاء کوشش فرمائیں ورنہ تبلیغ کے زمانہ میں جو اثرات قائم ہوتے ہیں وہ مقامی کام میں نہ جوڑنے کی وجہ سے بہت جلد ختم ہوجاتے ہیں آپکے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور دین کی محنت کو پورے طور پر قبول فرمائے۔ تمام رفقاء اور مقامی

کارکنوں کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کر دیں۔ فقط والسلام

بنام محمد یوسف بقلم محمد خالد

مکتوب نمبر ۱

مکرمی و محترمی ارشدنا اللہ فی سبلیہ جدا و سعیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ باعث مسرت ہوا اللہ جل شانہ محض اپنے فضل وکرم سے اعمال میں مزید ترقی عطا فرمائیں زیادہ سے زیادہ محنت کرکے اپنے علاقہ سے فی گھر ایک ایک آدمی نکالنے کی سعی کی جائے اور ان کو تین چلوں کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اگر یہ رواج دنیا میں پڑ جائے تو امت کی تمام پریشانی دور ہوکر تمام عالم میں راحت و سکون آوینگے۔ ورنہ ایسے حالات آوینگے جیسے آجکل آرہے ہیں جو لوگ پہلے کام کر چکے ہیں انہوں کو زیادہ ٹائم نکال کر یہاں آنے کی کوشش فرمادیں کیونکہ میری غیر موجودگی میں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو کر پورے ہندوستان میں نقل و حرکت کر سکیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو دین کی سرسبزی والے کام کے لئے قبول فرمایا۔ اس شکر گذاری میں اگر ہمارے تمام مال وجان اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگا دیا جائے تب بھی کم ہے۔ حجاز مقدس عمرہ کے لئے میری روانگی ۱۸؍ اکتوبر کو رات کے ۹ بجے متیقن ہے۔ میری طرف سے سب جماعت والوں کو سلام اور دعا کہدیں۔ فقط

بندہ محمد یوسف عفی عنہ بقلم محمد ابوالقاسم

باب ۵ پنجم

سلوک اور تصوّف اور تعلیمات سلوک

سلوک اور تصوّف یا بالفاظ دیگر طریقت کا مقصود انسان کے قلب میں ملکہ یادداشت پیدا ہو جانا ہے جس کو شرعی اصطلاح میں احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ کیفیت جس طریقہ عبادت سے بھی حاصل ہو جائے وہی محمود ہے اس کے بعد اوراد مسنونہ اور اذکار مسنونہ میں زندگی گذارنا حاصل عبدیت ہے اس لئے اس جگہ ہم حضرت مولٰنا محمد الیاس صاحبؒ کی تعلیمات سلوک و تصوف کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں

ان تعلیمات کا ذکر اس جگہ اس وجہ سے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ جو اپنے زمانہ کے شیخ وقت تھے ان ہی تعلیمات اور ہدایات کی بدولت اس مقام پر فائز ہوئے تھے۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی تعلیمات کن بزرگوں کی تعلیمات سے مقتبس ہیں اس کے اثبات کے لئے ابتدائً بطور تمہید ان بزرگوں کی تعلیمات کا ذکر بھی لازمی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ

حضرت گنگوہیؒ حضرت شاہ محمد الیاسؒ کے شیخ ہیں ان کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحاس دور کے قطب الارشاد اور مجدد تھے لیکن مجدد کے لئے ضروری نہیں ہے کہ سارا تجدیدی کام اسی کے ہاتھ پر ہو بلکہ اسکے آدمیوں کے ذریعہ جو کام ہو وہ سب بھی بالواسطہ اسی کا کام ہے جسطرح خلفائے راشدین بالخصوص حضرات شیخین کا کام فی الحقیقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام ہے"[۱]

حلقۂ علمائے دیوبند میں سلوک و تصوف، شریعت و طریقت میں سنت کے مطابق مذاق صرف حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کا مرہون منت ہے، انہوں نے اپنے متبعین میں دین کا وہی تصور چھوڑا جو حضراتِ صحابہؓ اور خیر القرون میں تھا۔

حضرت گنگوہیؒ کا نظریۂ تصوّف

حضرت گنگوہی سلاسل اربعہ میں بیعت فرماتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے بیعت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا

"میں چاروں سلسلوں میں اس وجہ سے بیعت کرتا ہوں تاکہ مرید کے قلب میں دوسرے سلسلوں کی اہانت کا جذبہ پیدا نہ ہو جائے"[۲]

حضرت گنگوہی رح نے ذکر و فکر اور تسبیحات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:-

"ذکر جہر کی اب کچھ حاجت نہیں ذکر اصل میں تذکر قلب ہے اور جب ذکر قلبی حاصل ہوا اب زبان کی کچھ ضرورت نہیں خصوصاً صاحب ذکر جہر کو دل گھبراوے اس وقت ذکر زبانی کا ترک لازمی ہے جس ذکر سے دل کو سرور ہو اسکو کرنا چاہئیے مثلاً تسبیح، تہلیل، تحمید میں یا تفکر میں یا شکر میں یا جس پیرایہ میں حضور حاصل ہووے اس پر ہی قناعت کرو، اصل سب کا حضور ہے"[۳]

دوسرے خط میں حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:-

"اور شغل آپ کے واسطے بجز تلاوت قرآن شریف و اذکار ماثورہ و نوافل کوئی ضرورت نہیں یہی موجب ترقی اور باعث ازدیاد یقین ہونگے"[۴]

تیسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اب یہ شغل ہے جس کا مظہر کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے اور قرآن پاک، درود، حزب الاعظم اور وظائف حدیث،[۵]

---

[۱] ملفوظ ۱۴۷ [۲] ملفوظ ۱۳۷ [۳] مکتوب شیخ الاسلام ص۱۰ [۴] مکتوبات رشیدی [۵] ایضاً ص۱۱

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بڑے بھائی جناب مولانا محمد صاحبؒ جن کو اوراد مسنونہ، نماز، تلاوت قرآن پاک سے بڑا شغف تھا وہ جب حضرت گنگوہی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا۔

"آپ کو اس کی حاجت نہیں جو اس طریقہ اور ان ذکر و اذکار کا مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے" لہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقصود بالذات انسان میں عبدیت اور صفت احسان کا پیدا ہونا ہے یعنی جسم انسان تابع فرمان الٰہی اور مطیع ارشاد نبوی رہے اور شریعت پر عمل کرنا اس کی عادت ثانیہ بنجائے اور قلب انسان ہر حال میں ذکر خداوندی اور اس کے تصور میں لگا رہے انسان میں یہ کیفیت جس طرح بھی حاصل ہو جائے وہی محمود ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کا طریقہ

حضرت مجدد الف ثانی کا طریق سلوک بھی یہی ہے کہ وہ اذکار صوفیہ کیساتھ اذکار ماثورہ اور مسنونہ اور اتباع شریعت کو لازم اور ضروری قرار دیتے ہیں۔ میں نے حضرت مجدد الف ثانی رح کے بھی مکتوبات پڑھے ہیں اور حضرت گنگوہی رح کے مکتوبات بھی۔ میں نے دونوں حضرات کے مکتوبات اور ان کی تعلیمات میں ذرہ برابر فرق نہیں پایا

اس سے انکار نہیں ہے کہ حضرات صوفیہ نے جو اذکار تعلیم فرمائے ہیں انکو تصفیہ قلب میں بڑا دخل ہے۔ لیکن تصفیہ قلب ان ہی پر منحصر نہیں ہے اگر شیخ کامل ہو تو وہ محض تلاوت قرآن، کثرت نوافل، کثرت استغفار اور کثرت درود شریف سے سلوک کے تمام منازل طے کرا سکتا ہے، ہم مشائخ دیوبند کی تعلیمات تصوف کو دیکھتے ہیں کہ کسی شیخ کے یہاں چشتیت کا غلبہ ہے تو کسی کے ہاں قادریت اور نقشبندیت کا غلبہ ہے اور ان تعلیمات میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے انجام کار سب کا وہی ہے جو مومن کا مقصود حیات ہے اور بس۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا طریقہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے خود بھی صوفیاء

لہ مولانا محمد الیاس صاحب اور انکی دینی دعوت ص ۳۷

کے اذکار کیے ہیں اور اپنے مریدین کو بھی، چنانچہ انہوں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو ۱۹۳۵ء میں بیعت کیا اور بیعت کرنے کے بعد پاس انفاس تعلیم فرمایا اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو تین ہزار اسم ذات اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو بارہ ہزار اسم ذات تعلیم فرمایا اس کے علاوہ وہ حزب الاعظم اور حصن حصین کے پڑھنے پر بھی زور دیتے تھے۔[۱]

لیکن مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا طبعی رجحان اعمالِ مسنونہ اور اورادِ مسنونہ کی طرف زیادہ تھا چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میں ابتدا میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمہ اور تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور صبح و شام سو سو مرتبہ درود شریف، استغفار، تلاوت قرآن مع تصحیح قرأت اور نوافل میں تہجد کی تاکید اور اہل ذکر کے پاس جانا۔ علم بدون ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بدون علم کے بہت سے فتنوں کا دروازہ ہے۔[۲]"

علم و ذکر کی حقیقت

ذکر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

"علم و ذکر تھامے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے مگر علم و ذکر کی حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے، ذکر کی حقیقت ہے عدم غفلت، اور فرائض کی ادائیگی میں لگا رہنا اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رح نے بھی اپنے بعض مکتوبات میں یہی ارشاد فرمایا ہے ان کا ارشاد ہے کہ "نوافل میں اشتغال اور فرائض میں کوتاہی یہ خدا سے روگردانی ہے" اپنے ایک مکتوب میں وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "فرائض اس وجہ سے زیادہ افضل ہیں کہ ان کا تعلق براہ راست وحی خداوندی سے ہے۔" حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

---

[۱] روایت مولانا انعام الحسن صاحب [۲] ملفوظات صفحہ ۵۲

"حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقعہ پر اور جس حال میں اور جس مشغلہ میں ہو اس کے متعلق اللہ کے جو احکام ہوں ان کی نگہداشت رکھے اور میں اپنے دوستوں کو اسی ذکر کی زیادہ تاکید کرتا ہوں" ؎۱

اور تبلیغ میں نکال کر یہی کرایا جاتا ہے کہ خدا سے باغی زندگیوں میں تابعداری اور اطاعتِ خداوندی کا جذبہ اس قدر غالب ہو جائے کہ وہ کسی ماحول سے بھی متاثر نہ ہو کر اپنے اوقات کو شریعتِ حقّہ کے مطابق صَرف کرنے لگیں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ ریاضت ایک بڑی ریاضت ہے اور یہ مجاہدہ بڑا سنگین مجاہدہ ہے۔ مزید یہ کہ اس کا نفع متعدی ہے۔

ریاضت کا مفہوم

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ نے ریاضت کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے :-

"یہ تحریک در حقیقت اپنے لئے بہت بڑے درجہ کی ریاضت ہے افسوس کہ لوگ اس کی حقیقت کو سمجھتے نہیں" ؎۲

اور چونکہ حضرت پر اس کی حقیقت پورے طور پر منکشف ہو گئی تھی اس لئے وہ اپنے مریدین کو اس راہ میں زیادہ محنت کرنے کی طرف توجہ دلاتے تھے، ان کے یہاں سلوک کے تمام مراحل اور منازل تبلیغی جد و جہد میں طے ہو جاتے تھے وہ صوفیاء کے مقرر کردہ مراقبات کو زیادہ نہیں کراتے تھے ان کا فرمانا تھا کہ "جب تم گشتوں میں جاؤ اور متکلم کلام کرے تو تم خدا کا ذکر دھیان کر کے کرو، تمہارے قلوب کے اثرات اور ذکر کی برکتوں سے شیطانی اثرات ختم ہو جائیں گے" اور یہی حکم وہ تعلیمی حلقوں کے وقت دیا کرتے تھے اور یہی ان کے ہاں مراقبہ تھا ؎۳

مراقبہ کا مفہوم

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مراقبہ کا ماحصل اسقدر ہے کہ جو دھیان اور تصور ایک مخصوص ہیئت کے ساتھ کیا جاتا ہے وہی تصور ہمہ وقت باقی رہے اسی کو شریعت میں احسان کہا جاتا ہے اور حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ اسی پر زیادہ زور دیتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں :-

---

؎۱ ملفوظات صفحہ ؎۲ ایضاً ؎۳ روایت قاری محمد رشید صاحب خورجوی ۱۲

"نماز سے پہلے کچھ دیر نماز کا مراقبہ کرنا چاہیئے جو نماز بلا انتظار (مراقبہ) کے ہوگی وہ پھس پھسی ہوگی۔"

جب یہ کیفیت اور خصوصیت حاصل ہوجائے تو پھر انسان کے اندر سے شرارت کا مادہ تقریباً سب ہی نکل جاتا ہے اب اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے وہ خیر ہی خیر ہے

مولانا ارشاد فرماتے ہیں :-

"طریقت کی خاص غایت اللہ تعالےٰ کے احکام واوامر کا مرغوب طبعی اور نواہی کا مکروہ طبعی ہوجانا ہے۔"

اور یہی ایک مومن کی زندگی کا ماحصل ہے۔ حضرت مولانا نے عام طریقۂ تصوف سے ذرا کچھ آگے اپنے مریدین کیلئے ایسی چیزیں مقرر کی تھیں کہ جن کا نفع بھی متعدی ہو اور تاثیر بھی زیادہ۔ اس کیلئے ان کے یہاں تبلیغی جدوجہد، کثرت نوافل، کثرت اذکارِ مسنونہ مقرر تھی اور ان ہی تمام راہوں پر انہوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو چلایا تھا جس کے نتیجہ میں ہم نے دیکھا کہ مولانا اوراد واذکار مسنونہ، نوافل مسنونہ کے بہت زیادہ پابند تھے، حد یہ ہے کہ جس دن آپ کا انتقال ہونے والا تھا انہوں نے اس دن کی حزب الاعظم کی منزل پڑھ لی تھی![1]

حضرت جیؒ کی تعلیمات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تعلیماتِ تصوف سے خود ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تعلیماتِ سلوک کیا ہونگی مگر اس جگہ ہم ان کے چند خطوط نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے ایک مرید کو تحریر فرمائے ہیں

پہلا مکتوب

محترم ومکرم بندہ۔ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خداوند کریم سے امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہونگے۔ گرامی نامہ کاشف احوال ہوا دعاگو ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے آپکی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور بارآور بنائے۔

---

[1] روایت قاری رشید احمد صاحب خورجوی

دونوں جہاں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مال وجان کے خرچ کے طریقے بتا کر گئے ہیں کہ جان کا سب سے بڑا موضوع دعوت دین کی نقل وحرکت، ایمان کی مجلسیں، مابعد الموت کی باتیں، انبیاء کرام وصحابہ کے تذکروں میں جان کو لگا دیا جائے، پھر اعمال کی قیمت اثرات اور اعمال کی تفاصیل معلوم کرنیکے لئے اور دوسروں کو بتانے کے لئے جان خرچ ہو، اللہ کے ذکر تلاوت، عبادات، نمازوں میں ہماری جان کھپے ہم اپنے جتنے تقاضوں پر اپنے لئے جان لگاتے ہوں دوسروں کے ان سب تقاضوں میں جان لگائی جائے، جانی خدمت میں، مذہب، رنگ زبان، وطن کے لحاظ سے کوئی تفریق نہیں پھر جان کو کمائی اور گھر کے تقاضوں میں خرچ کیا جائے۔ ایسے ہی اپنے مال کو دین کی نصرت، نقل وحرکت علم لینے اور علم دینے میں خرچ کریں، ضرورتمند کی مال سے خدمت کی جائے ایسے تقاضوں پر مال بقدرِ حاجت قناعت کیساتھ لگے پھر مال کو گھر اور کمائی کے تقاضوں پر خرچ کیا جائے، معاشرہ میں تعلقات اور ہمدردی صرف اللہ والے بنکر اللہ کے تمام بندوں سے انصاف وعدل کے لحاظ سے ہو، ہر مظلوم کی مدد کریں اسے ظالم سے بدلہ دلائیں چاہے ظالم اپنے خاندان یا قوم یا وطن یا زبان سے ہو، جان ومال کے خرچ کی یہ ترتیب دوست ودشمن سب کے دلوں میں محبت ڈالدیگی ایسے ہی دنیا کی نعمتیں، دولتیں، حکومتیں قدموں پر آکر پڑیں گی صحابہ کرام رضؓ میں بھی یہی ترتیب تھی، اسے چھوڑ کر جان کا موضوع مال کمانا اور مال کا موضوع نفسانی تقاضوں پر لگا دینا ہی بنا کر یہ امت ذلت ومصائب میں مبتلا ہو چکی ہے۔

اس تبلیغ کے عنوان سے ہونے والی مقامی اور بیرونی محنت کا مقصد امت میں اس ترتیب سے جان، مال کو خرچ کرنا ہے اس ترتیب سے

قلوب میں نور کا فیضان عام ہوگا، طبائع فسر سے خیر، تخریب سے تعمیر، کفر سے ایمان، فسق و فجور سے طاعت، غفلت سے علم و ذکر، نفسانیت سے اخلاص کی طرف متوجہ ہونگی۔ اس محنت کو وجود میں لانے والوں کو دارین میں درجات محبوبیت سے نوازا جائیگا۔

مقامی کام میں اتنی ہی جان پڑیگی جتنے مقام سے احباب اور دوسرے علاقوں میں جاکر محنت کرینگے اور اصول و نہج کو پرانوں کے اختلاط کر کام چلائیں گے، اس راہ میں نکلنے میں تمام پریشانیوں کا حل ہونا سمجھ کر آخرت و جنت کے درجات و اجور کی ترغیب دلاکر اپنے ہمراہ احباب کو لانے کی سعی کریں اور جس مسجد کے قریب رہتے ہوں اس مسجد میں پابندی سے کسی نماز کے بعد فضائل کی تعلیم روزانہ کر لیا کریں ہر ہفتہ مسجد والے احباب کے ہمراہ ایک گشت اپنی مسجد کے ماحول میں کر لیا کریں۔ ہر ماہ اپنی مسجد کے احباب کی جماعت بنا کر آس پاس لے کر جانے کی سعی کریں، اکرام، ترغیب تواضع کی مشق کرتے ہوئے ہر ایک سے صرف نمبروں ہی میں بات کی جائے، تلاوت ذکر تسبیحات نوافل کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام کریں، انشاء اللہ یہ کام اپنے لئے خود ہی راستہ نکال لے گا، اصولوں پر جمنے کی کوشش کیجائے۔ والسلام

دوسرا مکتوب

جن اجتماعات کے متعلق آپنے دعا کے لئے تحریر فرمایا ہے ان کے لئے دعا کی جائے گی، خداوند کریم ان کو زیادہ سے زیادہ کامیاب کرے، لیکن میرے بھائی دعاء کے ساتھ ساتھ اجتماعات کیلئے پوری محنت و کوشش کی بھی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے

جن خوابوں کا تذکرہ کیا ہے انکا دیکھنا مبارک ہے جس کے لئے آپنے تحریر کیا ہے وہ قرآن پاک کی آیت نہیں البتہ اس کا مطلب دوسری آیت

سے ملتا ہے۔ درود شریف کے متعلق جو تحریر کیا ہے تو درود شریف برکت کا ذریعہ ہے امید ہے کہ روزانہ کی تعلیم، ہفتہ کے دو گشت، مہینے کے تین دن سال کا چلہ برابر دے رہے ہوں گے، اجتماع سے ایک جماعت لے کر یہاں آنے کی سعی کریں۔ والسلام

تیسرا مکتوب

آپ کا خط ملا، اصل میں بھائی قلوب کے پلٹنے والے صرف اللہ ہیں۔ ہم کو ضابطہ کے طور پر دو چیزیں عطا کی ہیں ایک محنت اور اس کے بعد کی دعا۔ آپ اخلاص کے ساتھ محنت کرتے رہیں اور رات کو دعاؤں کا بھی اہتمام کریں۔ کام جتنا اصولوں کی پابندی سے ہوگا، انشاءاللہ اتنی ہی حفاظت ہوگی، بزرگانِ دین سے بدظن نہ ہوں بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں ان کے پاس جب جائیں تو دھیان میں یہ نہ ہو کہ میں انکو کچھ دینے جا رہا ہوں بلکہ ہمیشہ یہی خیال رہے کہ مجھے کچھ حاصل کرنا ہے اور ان حضرات کو دعوت نہ دیا کریں جب کوئی زیادہ پریشانی سامنے آئے تو اپنے بڑوں یعنی صحابہ رضؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں کو یاد کر لیا کریں اللہ تعالےٰ آپ کو استقامت عطا فرمائیے، والسلام

چوتھا مکتوب

مکتوب آپ کا ملا، تراویح سے قبل فضائل رمضان سنانے سے مسرت ہوئی البتہ تعلیم کے ساتھ گشت اور دعوت کا انتظام بھی کیا جائے اس سے عمل کے جذبات بنتے ہیں اور گشتوں کے اہتمام سے دعوت کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور مقصود اس کام سے امت کے اندر دعوت کی استعداد کا پیدا کرنا ہے فضائل رمضان، رمضان کے ایام میں اور فضائل حج، حج کے موسم میں پڑھنا بہت مفید اور ضروری ہے، اس کے ساتھ دوسری کتابوں کو بھی سنانے اور سننے کا اہتمام فرمائیں۔ گشت کر کے مسجد میں لوگوں

کو جوڑ کر ایمان و آخرت کی محنت پر تیار کرنے کی سعی کی جائے ، رمضان المبارک کی محنت و نقل و حرکت کو اسلام کے وجود میں آنے اور کفر و ضلال کے ختم ہونے کے ساتھ خاص مناسبت ہے، عبادت اور محنت کو بڑھا کر دعاؤں کا خوب اہتمام کیا جائے ۔ والسّلام

پانچواں مکتوب

خط موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا، کام کے حالات معلوم ہوئے جن سے از حد مسرت ہے، اللہ تعالیٰ شانہ قبول فرما کر کام کا صحیح سلیقہ اور ایمانِ کامل سے نوازے ۔ آمین

آج امت کو گرانے کے لئے دین سے ہٹا کر اللہ کی نصرتوں سے محروم کرنے کے لئے اسمیں سے اجتماعیت کو ختم کر دیا گیا ہے، اور ہر جگہ کے مسلمانوں کو علاقائی، لسانی، مذہبی محدود گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے[1]۔ دیکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عالی کام سے مختلف طبقات، گروہوں میں جوڑ و اتفاق کی اعلیٰ شکلیں پیدا فرما دیتے ہیں کہ کسی سے بات چیت کرتے وقت اس رُخ پر بات چیت نہ کی جائے جس میں اسے اختلاف ہو اور اگر کوئی اختلافی بات لائے بھی تو اسے کہدیا جائے کہ ہم صرف چھ نمبروں پر بات چیت کرتے ہیں، مسلمان ہونے اور حضور ﷺ کا امتی ہونے کے لحاظ سے اکرام کرنا دوسرے کو بہت زیادہ قریب کرنے والا ہے۔ دونوں خواب مبارک ہیں درخت سے مراد دین متین ہے اور شیر سے مراد مہلکات و حوادثات ہیں جن سے بچنے کی بھی ضرورت ہے کہ دین پر چلنے اور دین پر محنت کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے جس کی طرف سے دوسرے خواب میں صراحتاً بتایا گیا ہے۔ احباب کو یہاں بھیجنے کی سعی کرتے رہیں دین کی محنت کے لئے قربانی پر آمادہ کرنا آسان ہے جب اس محنت سے زندگی کے تمام مسائل حل کرنیکا

---

[1] یہ اس نقطۂ نظر کی تردید ہے جسکو ہمارے درمیان ہمارے علماء کا ایک طبقہ بیان کرتا ہے۔

یقین آجائے۔ فقط والسلام

چھٹا مکتوب

خداوند قدوس سے امید ہے کہ آپکے مزاج اب بخیریت ہونگے، تفصیلی مکتوب موصول ہوا دینی مساعی سے از حد مسرت ہوئی اور بیماری و مرض کی خبر سے رنج و قلق ہے اللہ جل مجدہٗ اپنے فضل وکرم سے صحت وقوت باطناً و ظاہراً نصیب فرمائیں۔ میرے بھائی ناگواری اور تکالیف کے نامساعد حالات میں ایمان وعمل کی محنت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں بھی صحابہ کرام رضؓ سے مشابہت ہے اور اسی پر اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے خصوصی نصرتوں و رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ خصوصاً رمضان المبارک شؔ کے ماہ میں حضور صلعم کا افتتاحی سفر بدر کا اور اختتامی سفر فتح مکہ کا ہوا، دنیا میں حالات کو شر سے خیر اور فساد سے صلاح، شرک سے ایمان کی طرف لانے کا سبب ہی اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا، اس ماہ مبارک میں اس کیلئے اپنا علم نورانی کتابوں میں اتارا، فرشتوں اور کتابوں کا نزول اسمیں ہوا اس ماہ کی تیاری میں سارے سال جنت سجائی جاتی ہے اس کی آمد پر جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے۔ طاغوتی اور سرکش طاقتیں دنیا کے اندر مقید کر دی جاتی ہیں رحمتوں کی مخصوص ہوائیں چلتی ہیں مخلوق کی طرف خدا کی شفقت والی نظر ہوتی ہے اس وجہ سے اس ماہ میں خاص طور سے ہدایت لینے کی محنت کو مساجد کے اندر اعمال کو، عبادات ونقل وحرکت کو قرآن اور علم میں اشتغال کو اور دعاؤں کو خوب بڑھایا جائے اس ماہ کو اللہ کی راہ میں لگا دینا وہ اثرات وبرکات ثمرات دلاتا ہے جو دوسرے سینکڑوں مہینوں میں نہیں کمائی اور گھر کے تقاضے کو پورا کر کے سارا وقت مسجد میں لگا دیا جائے باہر نکلنے کی دعوت ہر ایک کو قوت سے دی جائے اور نیت یہ ہو کہ میرا مخاطب میرا اپنا دل ہے روزانہ کی تعلیم، ہفتہ کے دو گشتوں مہینہ کے تین دنوں کو ہر ایک

مسجد میں قائم کرنے کی سعی کی جائے اور اپنی مسجد میں اس کو اصولوں اور قربانیوں سے چلایا جائے یہاں آمد و رفت اور خط و کتابت سے تعلق بڑھانا بہت مفید رہے گا، حزب الاعظم کے لئے باوضو، قبلہ رخ اوّل آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔ والسّلام

ساتواں مکتوب

بعد سلام مسنون امید ہے کہ آپ بعافیت ہونگے خط سے حالات معلوم کر کے خوشی ہوئی اللہ رب العزت آپکو ہر نیکی میں سبقت کی توفیق عطا فرمائے خواب مبارک ہے ہمت سے کام کرتے رہیں چند اعمال ہیں اگر انکی پابندی کر لی جائے تو انشاءاللہ زندگی کا رُخ صحیح لائن پر آجائے گا وہ یہ کہ فرض نمازیں جماعت کیساتھ ادا کرنا، تہجد، اشراق، چاشت، اوّابین کے نوافل کا اہتمام قرآن پاک کی تلاوت ایک پارہ روزانہ وقت مقرر کر کے فرماتے رہیں۔ تلاوت قرآن پاک کا بہترین وقت تہجد کیوقت دیکھ کر پڑھنا ہے، استغفار، درود شریف، سوئم کلمہ کی دو تسبیح ایک صبح کے وقت ایک شام کے وقت پڑھا کریں باقی چار کسی ایک وقت میں۔ اجتماعی اعمال میں پابندی کرنا وہ یہ ہیں، فضائل کی کتابوں مثلاً فضائلِ نماز، فضائلِ ذکر، فضائل صدقات وغیرہ کتابوں میں سے روزانہ کسی ایک نماز کے بعد مسجد میں تمام نمازیوں کو ٹھہرا کر اہتمام سے عظمت کیساتھ سنانا یا سننا، ہفتہ میں دو دن گشت، ایک دن اپنی مسجد میں دوسرے دن دوسری مسجد میں، مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے دیہات قصبات میں جماعت لے کر جانا اور وہاں بھی مذکورہ اعمال کو چالو کرانا، سال میں ایک چلّہ یہاں آکر گذارنا اور ساری عمر میں تین چلّے یہاں کے مشورہ سے گذارنا۔ میرے دوست اگر ہمت کی جائے تو یہ کام نہایت آسان اور بے حد مفید ہے اور نہ کرنے والوں کے لئے دشوار ہے۔ مٹنے والی دنیا کے لئے آج اس سے

کہیں زیادہ محنت اور ہمت کی جارہی ہے لیکن کام آنے والی چیزوں کو دشوار بنا رکھا ہے۔ یہ ہے ہماری عقل کا فتور، آپ ہمت فرما کر ان تمام امور کو انجام دیتے رہیں اور ہر مہینہ بذریعہ خط اپنے حالات تحریر فرماتے رہیں چاہے یہاں سے جواب جائے نہ جائے، فقط والسّلام

آٹھواں مکتوب

آپ کا خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے اللہ رب العزت آپ حضرات کی کوششوں کو قبول فرما کر ایک ایسے طبقہ کو وجود بخشیں جو انبیاء والی محنت کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کو قربان کرنے والا ہو، بھائی مقامی کام بہت اہم ہے اور اس میں صحیح ترتیب کے ساتھ محنت کرنے میں اوقات وصول ہوتے ہیں اس کی ترتیب یہ ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد کے لئے جماعت بنائی جائے اور روزانہ تعلیم کا وقت مقرر کر کے اس کا اہتمام ہو اور ہفتہ کا ایک گشت اپنے محلہ میں اور دوسرا گشت کسی دوسرے محلہ میں کریں وہاں کے مقامیوں کی جماعت بنائیں اور اپنے روزانہ کی تعلیم کا وقت کسی نماز کے بعد مقرر کریں اگرچہ اس طرح کرنے پر شروع میں زیادہ ساتھی مستقل نہ ہو سکیں گے لیکن اگر آپ اصولوں کی رعائت رکھتے ہوئے کرینگے تو ضرور اللہ پاک راستہ نکالیں گے۔ مہینہ کے تین دن کی جماعت اپنی مسجد والوں کی علیحدہ، اور دوسری مسجد والوں کی علیحدہ نکالیں اور اپنی دعوت میں پورے چار ماہ کا مطالبہ رکھیں لیکن اس پر زور اتنا دیں جتنی لوگوں میں استعداد ہو اگر وہ اس دعوت کے بعد صرف ایک گھنٹہ روز کا بھی لگانے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کی قدر کریں اور اس کا وقت اتنا قیمتی بنا دیں کہ اس کے سامنے اس محنت کی قیمت اچھی طرح کھل جائے۔ پھر ان سب باتوں کے ساتھ خصوصی ملاقاتوں کا بھی اہتمام کریں اور ایک، ایک فرد کو کام سمجھانے کی اور اس پر محنت کرنے کی کوشش کریں انشاءاللہ اس طرح محنت کرنے پر اللہ

رب العزت کام کی شکلوں کو وجود بخشے گا اور اس کے بڑھنے کی صورتیں پیدا ہوں گی اپنی نمازوں کو خوب جاندار بنانے کی فکر فرمائیں اور وقتاً فوقتاً یہاں بھی آتے رہیں۔[۱] والسلام

تبصرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔ "یقیناً ذکر خداوندی افضل ترین عبادت ہے لیکن جس محنت سے دنیا ذاکر ہو جائے وہ اس سے بھی زیادہ افضل ہے" مولانا نے لوگوں کو انفرادی محنت سے ہٹا کر اجتماعی فائدے کو ترجیح دی، وجہ اس کی یہ ہے کہ مغرب کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے امت میں غیر اسلامی زندگی فروغ پا رہی ہے، نیک اور علمی و خانقاہی گھرانے تک بھی غیر شعوری طور پر عیسائیت اور مغربیت کی لپیٹ میں آچکے ہیں ایسے دور ابتلا میں خاموش رہنا اور دین کی بربادی پر سکوت کر لینا ایسے انسان سے ناممکن ہے جو اپنے قلب میں امت کی فوز و فلاح کا درد رکھتا ہو۔ اس سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ دشمنوں کی تہذیب گھروں میں آباد اور گھر کا بڑا صرف اپنے ہی تسبیح و مصلے میں لگا ہو۔[۲]

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ایسے وقت میں وہی کیا جو ایک بڑا صاحب دل اور غیور مومن کرتا ہے، انہوں نے پکارا اپنی انفرادی زندگیوں کو بھی بدلو لیکن اسی کے ساتھ اجتماعی زندگی بدلنے کے لئے محنت کرو، یاد رکھو اسلام اجتماعیت کا داعی ہے۔ وہ انفرادیت کا داعی نہیں ہے۔ خود حضرات صحابہؓ اپنی انفرادی زندگی میں کامل و مکمل تھے لیکن انکو گھر سے نکالا گیا اور ماحول سے جہاد کرنے کے لئے میدان میں لا کھڑا کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے جاہلانہ اور مشرکانہ ماحول نے شکست کھائی اور تہذیب اسلامی فتحیاب ہوئی اور اسی محنت کے طفیل میں آج گوشہائے عالم میں مسلمان ہیں۔

خیال فرمائیں جب خانقاہی پیروں کے گھر بتکدے بنجائیں اور جب درسگاہی علماء

---

[۱] یہ چند مکتوب حضرت جی کے ایک مرید جناب ابوالانصار صاحب بہاری نے عنایت فرمائے تھے۔ فجزاہ اللہ خیراً

[۲] اس موضوع پر حضرت جی کی ایک تقریر ہے "اجتماعیت کے بارے میں" اس سے زیادہ بہترین اور عمدہ تقریر میں نے اپنی زندگی میں نہیں سنی اس کتاب میں اس تقریر کو شائع کیا جا رہا ہے

عرانیت کا شکار بن جائیں توان کے ذکراور ان کے درس میں نورانیت اور خیر و برکت کہاں سے آئے گی۔ آج کون سے خانقاہی پیر کا گھر ایسا ہے کہ جس کے گھر میں تصویریں نہ ہوں اور کون عالم ایسا ہے کہ (مثلاً) جو بائیں ہاتھ میں گھڑی نہ باندھے اور یہ چیزیں نہایت ادنیٰ درجہ کی ہیں کہ جن کی طرف نظر بھی نہیں جاتی یہیں سے مرض کی جڑ معلوم ہو جاتی ہے، خیال فرمائیں ایسے بیمار قلوب کے ذکر اور ایسے مریض نفوس کے قال اللہ اور قال الرسول میں نورانیت کہاں ہوگی؟

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اس مرض کو محسوس کیا اور لوگوں کو گھروں سے نکالا اور مسجدوں میں لا بٹھلایا۔ ان میں حرکت پیدا کی اور ان پر محنت کی کہ تم خود بھی بدلو، اور اپنے متعلقین کو بھی بدلو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ؕ

ایمان والو! تم بھی دوزخ سے بچو اور اپنے متعلقین کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔"

یہ یاد رہے کہ حضرت جی رح نہ خانقاہی نظام کے مخالف تھے بلکہ وہ خود خانقاہی تھے۔ اور نہ وہ درسگاہی نظام کے مخالف تھے بلکہ وہ خود درسگاہی تھے وہ تو یہ چاہتے تھے، یہ سب کچھ کرو لیکن امت کے سدھار کی فکر و تبلیغی محنت کو بھی اپنے ساتھ رکھو اور وہ اس پر خود بھی عامل تھے وہ جہاں پڑھاتے تھے وہاں باہر نکل کر امت کے لئے محنت بھی کرتے تھے اور جہاں باہر گلی گلی کوچہ کوچہ پھرا کرتے تھے وہاں رات کو مسجدوں کو ذکر و تلاوت اور نوافل کی کثرت سے خود بھی زندہ رکھتے تھے اور اسی کو اپنے مریدین، معتقدین کو ترغیب دیتے تھے بلکہ انہوں نے لاکھوں انسانوں کو اس زندگی کا عادی بنایا ان سے ان کے ماحول کو بھی بدلوایا اور خود کو بھی اور یہی ایک مومن کا مقصود حیات ہے کہ وہ خود بھی مومن بنے اور دوسروں کو بھی مومن بنائے

حضرت جی کے شب و روز کیسے گذرتے تھے؟ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ اس اللہ کے محبوب بندے کو تنہا اپنی ہی فکر نہ تھی بلکہ پوری امت کی فکر تھی اور ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ اپنی فکر سے بے نیاز ہو بلکہ زندگی کے دونوں رُخ

بھرپور تھے اور اسی کی وہ تعلیم دیتے تھے اس جگہ ہم مضمون کی مناسبت سے ان کے نظام الاوقات کو پیش کرتے ہیں۔

حضرت جی رح کا نظام الاوقات

رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ کے رمضان المبارک میں دستور سے زیادہ ملک کے لوگوں کا مسجد بنگلہ والی مرکز تبلیغ میں اجتماع ہوگیا قرب وجوار کے علاوہ ملک کے گوشہ گوشہ سے جماعتیں اللہ کا دین سیکھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ایمان ویقین اور کلمہ والی زندگی پیدا کرنے کیلئے آئیں تھیں..... راوی کا بیان ہے کہ اس سے قبل کبھی لوگوں کی یہ کثرت نہ ہوئی تھی مہمانوں کو رات گذارنے کے لئے جگہ نہ ملتی تو بستی نظام الدین کی دوسری مساجد میں چلے جاتے اور وہاں آرام کرتے تھے۔

نماز فجر اول وقت ہوتی تھی اور اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح کا بیان ہوتا تھا۔ بیان طویل ہوتا بہت سے سونے لگتے تھے مگر بقول حضرت مولانا محمد عمر صاحب حضرت جی رح نہ اکتاتے تھے اسی جوش وخروش سے بیان جاری رکھتے۔ بیان کیا تھا ایمان ویقین کا ایک سیلاب تھا جس کی تیزی میں ان چیزوں سے فرق نہ آتا تھا جب بیان کے بعد تشکیل ہوتی اور لوگ وقت دینے میں کمی کرتے تو ٹھنڈی سانس بھرتے، افسوس کرتے مگر اس سال تو لوگوں نے خوب نام لکھوائے۔ حضرت جی رح نے رمضان المبارک کے پہلے ہی عشرہ سے تین چلوں کا مطالبہ اس شدت سے کیا کہ اس سے پہلے کبھی بھی نہیں کیا تھا۔

رات کو عشاء اور تراویح سے فارغ ہوکر کتاب سناتے اور ختم کرنے کے بعد فرماتے ہر ایک آدمی تین چلوں کی نیت کر کے سوئے اور تہجد کی نماز میں دعا مانگے کہ اس کے دل میں اللہ تعالے ڈالدے، صبح کو نام لکھوا دینا چنانچہ لوگ رات کو دعا کا اہتمام کرتے۔ صبح کو منبر پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے حضرت جی رح لوگوں سے دریافت کرتے

رات کس کس نے دعا مانگی ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بات ڈالدی ہو دکھڑے ہوکر تین چلے لکھوائے چنانچہ لوگ نام پیش کرتے حضرت جی انکو بہت دعائیں دیتے بمبئی، کلکتہ، راجستھان، بہار، یوپی کے لئے پیدل چلنے والی تین چلوں کی جماعتیں روانہ فرمائیں اور سواری کی جماعتوں کا تو کوئی شمار نہ تھا چنانچہ جس قدر اس رمضان میں جماعتیں روانہ ہوئیں کسی رمضان میں نہیں ہوئیں۔

صبح کی تقریر کے بعد اشراق کے نوافل ادا فرماتے اور اس کے بعد کچھ دیر تک تلاوت قرآن پاک فرماتے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت جی پھر ممبر پر تشریف لاتے اور جماعتوں کو دن رات گذارنے کا طریقہ ہدایت فرماتے اور اس کے بعد دعا فرماتے یہ دعا بھی کافی طویل اور درد و فکر سے بھرپور ہوتی تھی اکثر لوگوں پر گریہ طاری ہوجاتا تھا تقریباً ۲۰ منٹ تک یہ دعا ہوتی تھی، اس کے بعد ایک جماعت کو کھڑا کرتے، اس کے امیر جماعت کو پاس بلاتے اور مصافحہ کرتے اور خوش ہوکر دعائیں دیتے۔

جو جماعتیں اپنا وقت گذار کر واپس آئی ہوتی تھیں ان کو بھی خوش ہوکر دعائیں دیتے اور اللہ کے دین کے لئے وقت گذارنے کا ارادہ کراتے حضرت جی فرمایا کرتے تھے

"چوبیس گھنٹے کی حضرات صحابہ کی ترتیب میں ادنیٰ ترتیب یہ ہے کہ آدھا دن کمائی میں اور آدھا دن مسجد میں، اس طرح ان کے یہاں رات کی تقسیم تھی، نصف شب بچوں بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں اور نصف شب نماز اور ذکر میں صرف کرتے تھے۔"

معمولات

حضرت جی عام طور سے رات کو گیارہ بجے سوتے تھے سر میں تیل لگوانے کا اہتمام سفر و حضر میں رات کو سونے سے پہلے، اور دوپہر کو قیلولہ کرنے کا وقت تھا اس وقت کچھ خدام جسم دبانے کے لئے آجاتے اور جسم دبانے لگتے تو ان پر بہت شفقت فرماتے اس وقت حضرات صحابہ کے قصے سناتے، کبھی دریافت حال بھی فرماتے، تیس منٹ تک یہ مجلس رہتی اور اس کے بعد چادر اوڑھ کر سو جاتے تھے

گرمی کے دنوں میں دن کو دو بجے سو کر اٹھتے، استنجاء اور وضو سے فارغ ہونیکے بعد

ظہر کی سنتیں ادا فرماتے اور ظہر کی نماز خود پڑھاتے تھے۔ رمضان المبارک میں پانچوں وقت کی نماز خود پڑھاتے اور غیر رمضان میں اکثر سفر میں رہتے تھے اس لئے ظہر و عصر عشار دوسرے حضرات کے ذمہ تھیں۔

نماز کے بعد حافظ محمد شفیع صاحب حاضر ہوتے اور تراویح والے پارے کا دور ہوتا اسی اثنار میں مشورہ بھی ہو جاتا، خصوصی احباب سے ملاقات بھی ہوتی اور ڈاک کا جواب بھی اس وقت لکھواتے غرضکہ عصر کے وقت تک یہی سلسلہ جاری رہتا تھا، عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لئے والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، غروب آفتاب سے قبل دعائیں مانگنے میں مصروف رہتے تھے خدام حجرہ میں افطاری رکھ دیتے تھے مہمانوں کے ساتھ افطاری فرما کر چائے نوش فرماتے تھے اور پان کھاتے تھے، اتنے میں مہمان خوب اچھی طرح فارغ ہو جاتے تھے، کلی کر کے نماز مغرب پڑھاتے اس کے بعد صلوۃ اوابین میں لمبی لمبی سورتیں قرارت فرماتے، تقریباً ایک گھنٹہ میں اس سے فارغ ہوتے اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتے اور بعد آرام کے استنجار وغیرہ سے فارغ ہو کر عشار کی نماز اور تراویح پڑھاتے۔

حضرت جی قرآن پاک جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے بلکہ معمول کے مطابق پڑھنے میں دو گھنٹے لگ جاتے تھے، وتر سے فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لاتے تھوڑی دیر کے بعد مولوی محمد معین الدین بلند شہری دوا لے کر حاضر ہوتے۔ دوا اور پان کھا کر کتاب سنانے کے لئے باہر تشریف لاتے تھے اور خوب جی لگا کر عربی کی عبارت بڑی عظمت کے ساتھ پڑھتے اور ترجمہ سے قبل ایک تقریر فرماتے اس میں کبھی تشکیل بھی فرماتے تھے اور کبھی کام کرنے کے اصول تعلیم فرماتے تھے اور اسی کے ساتھ کام کرنے والوں کی کمزوریاں بھی بیان فرماتے تھے اس کے بعد ترجمہ کرتے اور پھر مختصر سی دعا مانگ کر آرام فرماتے، ان ہی مشاغل میں نصف رات گذر جاتی تھی، آخر شب میں بیدار ہوتے، خادم چائے پیش کرتا، کلی کر کے چائے نوش فرماتے، اور استنجار وضو سے فارغ ہو کر تہجد کی نماز میں مشغول ہو جاتے سحری ختم ہونے میں جب بیس یا پچیس منٹ باقی رہ جاتے تو دعا کر کے دسترخوان پر تشریف

لاتے اور مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، اتنے میں اہل خورجی جمع ہوجاتے کبھی مشورہ ہوتا اور کبھی احوال وقصص وحکایات بیان فرماتے اتنے میں اذان ہوجاتی۔

معمولات غیر رمضان المبارک

غیر رمضان میں ان معمولات کے علاوہ کتاب لکھنے کا اہتمام رہتا تھا دوپہر کے کھانے سے قبل، مغرب کی نماز کے بعد، فجر کی نماز کے بعد سب چیزوں سے فارغ ہوکر کتاب لکھنے کی عادت تھی، اس وقت آپ اپنے ذاتی کتبخانہ میں ہوتے دو یا تین خادم کتابیں اٹھا کر دینے کے لئے ہوتے چاروں طرف تپائیوں، گاؤتکیوں پر کتابیں کھلی ہوتیں اور آپ باری باری سے ان کو مطالعہ فرماتے اور نشان لگاتے اس وقت کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی، اتفاق سے ایک دن راقم السطور پہونچ گیا حضرت جی کو اطلاع ہوئی اوپر بلالیا فرمانے لگے "اس وقت امانی الاحبار کے لئے چیزیں تلاش کررہا ہوں"

غیر رمضان میں اشراق کی نماز سے فارغ ہوکر مہمانوں کے ساتھ چائے نوش فرماتے اس وقت واردین صادرین کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ جاری رہتا تھا کبھی کوئی خاص مضمون ہوتا تو اس پر دیر تک تقریر فرماتے اس وقت کی مجلس بھی اندازاً ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی ہوجاتی تھی۔

ظہر کی نماز کے بعد اپنے حجرے کے سامنے بیٹھ جاتے اور طلباء کو درس دیتے۔ ابوداؤد شریف پڑھانے کا خاص ذوق تھا اور کیوں نہ ہوتا جب اس سلسلہ کے تمام مشائخ کو اس کتاب کے پڑھانے سے دلچسپی رہی ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ اس کا سبق نہایت اہتمام سے پڑھاتے تھے، اس درس میں مہمان بھی شریک ہوجاتے تھے۔

اجتماعات کے مواقع پر

باہر اجتماعات پر بھی اکثر تشریف لیجاتے تھے ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے سینکڑوں اسفار آپ نے کئے ہیں یہی نظام آپ کا حالت سفر میں بھی جاری رہتا تھا خدام اسی ترتیب سے نظام مرتب فرماتے کہ حضرت کے معمولات بھی ادا ہوجائیں اور تقریری پروگرام

بھی ہو جائے، غرضکہ حضرت مولانا ہر دم اور ہر لمحہ مصروف و مشغول رہتے تھے بقول شخصے ؎

مکتبِ عشق کے قانون نرالے دیکھے ٭ اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

بلاشبہ حضرت جی رح نے اپنی مصروفیات اور خدمتِ دین کے اعتبار سے بہت زیادہ عمر پائی اس اعتبار سے ان کی عمر سو، دو سو جتنے برسوں کی کہدی جائے کم ہے اگرچہ شمار کرنے میں صرف اڑتالیس سال ہی شمار کرتے ہیں۔ عمر کا طویل و قصیر ہونا یہی ہے کہ آدمی شمار کے اعتبار سے تو کم دنوں زندہ رہا ہو مگر کام صدیوں کے کر گیا ہو اور اگر سینکڑوں برس زندہ رہا مگر کام کچھ نہ کیا بلکہ اپنے وجود کے لئے بھی مفید ثابت نہ ہوا تو ایسی عمر طویل انتہائی قصیر عمر ہے جس کو بھلے آدمیوں کے ایک گھنٹہ کے برابر بھی شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ؎

حسنِ کردار ہے انسان کا معیارِ حیات
زندگی نپتی نہیں وقت کے پیمانوں سے

باب ششم

اخلاق اور عادات

یوں تو ہر مومنِ کامل کے اخلاق و عادات شریعتِ حقہ اور سنتِ مطہرہ کے مطابق ہوتے ہیں لیکن وہ مومنین کاملین جو داعی الی اللہ بھی ہوں ان کے اخلاق و عادات جہاں شریعتِ حقہ اور سنتِ مطہرہ کے مطابق ہوتے ہیں وہاں دوسروں کو بھی متاثر کرتے ہیں حضرت جی رح کو قدرت نے یہی کمال عطا فرمایا تھا اس زمانہ میں وہ خیر القرون کی نشانی تھے ان کے پاس بیٹھنے سے دنیا سے نفرت اور آخرت سے اُنس پیدا ہونے لگتا تھا اعمال سانپ بچھو بنکر کاٹنے لگتے تھے، عجیب جاذبیت کے انسان تھے جب مرکز جانا ہوتا واپسی کو جی نہیں چاہتا تھا جتنی دیر اس ماحول میں رہنے کا اتفاق ہوا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جنت کے کسی ٹکڑے میں موجود ہیں، عجیب قسم کا سکون، طمانینت موجود ہوتی تھی۔

علماء کا اکرام حضرت جی رح سے میری ملاقات اور تعلق آخری دو تین سالوں سے ہوا تھا پہلی مرتبہ نظام الدین پہونچنے کا اتفاق ہوا مسجد کے دروازہ پر ٹھہرا اور کوئی جانا پہچان کا آدمی نہ دیکھ کر سامان ہاتھ میں لئے سیدھا مسجد میں جا بیٹھا عصر کی نماز ہو چکی تھی قبیل مغرب تھا۔ اتفاق سے کسی جاننے والے نے حضرت جی رح سے جا کر کہہ دیا کہ فلاں آدمی آیا ہوا ہے اس وقت حضرت جی رح چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے بہت تیزی سے مسجد میں داخل ہوئے اور سینہ سے چمٹا لیا۔ سامان اٹھایا اور اپنے حجرہ میں لیجا کر رکھا، معذرت چاہی۔ جواب دینے کی نوبت نہ آنے دی میں اپنی جگہ پانی پانی تھا یا اللہ اس انسان کے ان اخلاقِ کریمانہ کا کن الفاظ سے جواب دوں؟ رات ہوئی کھانا ساتھ

کھلایا۔ فرمایا جمعہ کے دن میری عادت شام کو کھانا کھانے کی نہیں ہے مگر تمہاری وجہ سے کھا رہا ہوں ایک ایک چیز سامنے اٹھا کر رکھتے نہایت توجہ کے ساتھ کھلاتے۔

رات ہوئی چارپائی اوپر بچھوادی ایک آدمی کو خبر خبر کیلئے مقرر کردیا میں شرمندہ تھا یا اللہ یہ قابل احترام حضرات، ان کو کسطرح روکوں کہ میں ان خدمات کا اہل نہیں ہوں۔ بہت اصرار کیا جواب یہی ملا میں تو حضرت جی کا حکم ہے ہم اگر آپ سے غافل ہوئے تو حضرت جی ناراض ہونگے، اب میرے پاس اس کا جواب کیا تھا؟ رات کافی ہوگئی ایک آدمی بھاگا ہوا آیا فرمایا حضرت جی لیٹ گئے ہیں مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ کو بیت الخلاء غسلخانہ اور یہاں کی تمام چیزیں جنکا تعلق رات کی ضروریات سے ہے بتلادوں۔

ایک دن رات کے قیام کے بعد واپس ہونے لگا باصرار چائے کے وقت تک ٹھہرایا اور خوب چائے پلائی، نہیں نہیں چائے کے ساتھ اپنی چاہت بھی پلائی وہ چلے گئے اور ہمارا دل اپنے ساتھ لے گئے۔ ؎

ہائے اسلام تیرے چاہنے والے نہ رہے ؛ جن کا تو چاند تھا افسوس وہ ہالے نہ رہے

رخصت ہونے لگا مسجد سے باہر پختہ سڑک تک ساتھ آئے دیر تک کھڑے رہے۔ میں نے عرض کیا حضرت! واپس چلے جائیے، فرمایا یہ تمہارے اوپر احسان نہیں ہے میں تو اتباعِ سنت کی وجہ سے یہاں تک آیا ہوں۔ گھر آگیا۔ قلب بہت متاثر تھا جی چاہتا تھا پھر ملاقات کروں۔ اس کے بعد سے جتنی مرتبہ دلی جانا ہوا نظام الدین ضرور گیا حضرت جی بھی اس قدر مانوس ہوگئے تھے کہ پھر تو جس اجتماع میں میری شرکت ہوئی اور ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ آیا ہے بس اپنے پاس ہی رکھتے تھے۔ میں نے بھی یہی عادت بنالی تھی کہ ان کے قریب ہی رہتا تھا ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو تلاش کرنے کی نوبت آئے۔

یہ صرف میری ہی خصوصیت نہ تھی بلکہ ان کو کسی طرح یہ معلوم ہوجانا چاہیئے تھا کہ فلاں عالم ہے بس پھر کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا۔ میرے ایک خاص کرم فرما جناب مولانا خلیل احمد خانصاحب نجیب آبادی بہت سیدھے اور نیک عالم تھے کوئی ظاہری علامت ایسی نہیں جن سے ان کو عالم سمجھا جائے ایک مرتبہ جماعت میں مرکز پہونچ گئے چلتے پھرتے

کے وقت سب مہمانوں کے پاس بیٹھے تھے میں نے جب ان کو مولانا کہہ کر یاد کیا حضرت جی متوجہ ہوئے اور وہاں سے اٹھوا کر اپنے قریب بٹھایا خاص شفقت فرمائی۔

ایک دفعہ جناب سعید اختر صاحب اڈیٹر مدینہ چلّے پر گئے تھے۔ کادی پہنچ کر انہوں نے ارادہ ظاہر کیا کہ تین چلّے پر یہاں سے بھی چلا جاؤں حضرت جی رح نے فرمایا جی تو یہی چاہتا ہے مگر مفتی صاحب کا خیال ہے وہ تمہاری عدم موجودگی سے بہت پریشان ہونگے اور ہم علماء کو ناراض کرنا نہیں چاہتے حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ میں جو دیوبند سہارنپور جماعتیں بھیجتا ہوں اس لئے نہیں کہ علماء کو تبلیغ کی جائے ان کو دعوت دی جائے میں تو اسی غرض سے بھیجتا ہوں کہ آج عوام علماء سے دور ہوتے جارہے ہیں یہ ان سے قریب ہو جائیں اسی میں ان کا فائدہ ہے

اکابر سے تعلق

اور حضرات کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں ہاں حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب بھی سہارنپور تشریف لیجاتے تو دیوبند ضرور جاتے اور بہت دیر تک نہایت ادب واحترام سے بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت مدنی کو بھی ان سے اسی قدر تعلق تھا جب اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے تو پھر ہر مصافحہ کرنے والے سے پوچھا کرتے۔ کہیئے! آپ نے چلّہ دیا یا نہیں۔ اگر وہ انکار کرتا تو آپ اس سے چلّہ لکھواتے۔

حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کے وصال کے بعد نظام الدین حاضری کا اتفاق ہوا سردی کے دن تھے حضرت جی چبوترہ پر دھوپ میں بالکل بجھے ہوئے بیٹھے تھے مصافحہ کے بعد ٹھنڈی سانس بھر کر فرمانے لگے حضرت مدنی کا انتقال ہوگیا دنیا سے بہت بڑی خیر اٹھ گئی اتنی بڑی خیر اگر ہم سب لوگوں کی خیر ایک جگہ جمع کرلی جائے تب بھی اس خیر کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ مجھے معتبر آدمی کی زبانی معلوم ہوا کہ پورے دو سال تک برابر لوگوں کو تاکید کرتے رہے دیکھو اپنے اس چلّہ کا ثواب حضرت مدنی کی روح کو پہونچانا بلکہ ان کو ایصال ثواب کی نہیں سے نیت کرکے چلو!

حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز سے جو تعلق خاص آپ کو تھا اس کا ایک خاص ثبوت

یہ بھی ہے کہ آپ کی عادت شریفہ مضامین اخباروں میں شائع کرانے کی نہیں تھی مگر شیخ الاسلام نمبر کے لئے اپنا ایک خاص مضمون مرحمت فرمایا جس کے بعض ٹکڑے عنوان کی مناسبت سے اس جگہ درج کر رہا ہوں جس سے اندازہ ہو جائیگا کہ حضرت جی رح کو حضرت مدنی رح سے اور ان کو حضرت جی سے کس قدر تعلق تھا تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس ناکارہ نے حضرت مدنی سے ان کے انتقال سے ۲۲ گھنٹہ پہلے اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے زیارت کی سعادت حاصل کی اگرچہ بیماری کی رعایت سے اپنا ملنے کا ارادہ نہ تھا مگر از راہ شفقت و کرم خود ہی یاد فرمایا۔ چوکی پر قبلہ رُخ تشریف فرما تھے اور انتہائی متوجہ الی اللہ تھے۔ ارشاد فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ جواب میں عرض کیا گیا بستی حضرت نظام الدین سے، ارشاد فرمایا کہاں جاؤ گے؟ عرض کیا گیا بستی نظام الدین اولیاء ہی واپسی ہوگی، ارشاد فرمایا، محض میری وجہ سے سفر ہوا۔ میں تو بہت پسماندہ ہوں آپ حضرات نے کیوں تکلیف فرمائی وہیں سے دعا کرتے۔ غائب کی دعا جلد قبول ہوتی ہے وہ میرے لئے زیادہ کارآمد ہے۔ پھر ارشاد فرمایا لوگ مصیبتوں سے گھبراتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیئے بلایا اور مصیبتیں خدا کی نعمت ہیں۔"

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم تو آپ کے سب کچھ تھے بھائی بھی، خسر بھی، بہنوئی بھی استاد اور مربی بھی۔ ان تمام رشتوں کے علاوہ دینی، ایمانی قومی رشتہ دونوں میں سے ہر ایک ایک دوسرے کا گرویدہ تھا۔

ایک دفعہ حضرت جی سہارنپور تشریف لائے، یہ احقر بھی موجود تھا حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم پلنگ پر تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت جی دلی سے تشریف لائے اور حضرت شیخ کے سینہ سے چمٹ گئے اور دیر تک چمٹے رہے دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ جب جدا ہوئے تو دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے ان دونوں حضرات کے خصوصی تعلق کا اظہار حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم

کے مکتوب گرامی سے بخوبی ہو رہا ہے۔

نسبتوں کا احترام

اکابر سے اس شدید تعلق کی وجہ ہی سے اکابر کی نسبتوں کا بیحد احترام کرتے تھے۔ جب کبھی تھانہ بھون، دیوبند، انبہٹہ کاندھلہ، امروہہ وغیرہ جماعت بھیجتے تو جماعتوں کو ہدایت فرماتے "وہ اکابرین کا شہر ہے ادب کی ضرورت ہے، ان مقامات پر اجتماعات کیے لیکن اجتماعات کی شرائط میں بہت نرمی اختیار کی کاندھلہ کا اجتماع منظور فرمایا (جو آپ کے وصال کے بعد ہوا) محض مشائخ کاندھلہ کے احترام کی وجہ سے پہلے سے نہ کوئی ماحول بنا اور نہ وہ شرائط ہی لگائی گئیں جو دوسرے اجتماعات کے لئے لگاتے تھے۔ ایسے ہی امروہہ کا اجتماع کیا۔ فرمایا: یہ اکابر اور اولیاء اللہ کی بستی ہے اس بستی کا تو ہم پر ویسے بھی حق ہے۔

حضرت مدنی رح، حضرت تھانوی رح، حضرت رائے پوری کے منتسبین میں سے جب کوئی بستی نظام الدین پہونچ جاتا آپ کو بے انتہا خوشی ہوتی، ایسی خوشی گویا کہ عید ہے۔ ایک مرتبہ مولانا اسعد صاحب نظام الدین کسی اپنے ذاتی کام سے پہونچ گئے باصرار ٹھہرایا اور قسم قسم کے کھانوں کا اہتمام فرمایا۔

اپنے والد محترم رح سے مشابہت

حضرت جی اپنے والد محترم مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رح سے ہر اعتبار سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح میں تین کمالات خاص تھے۔ حقیقت علم کا حصول، خلوص للٰہیت، دعوت کے لئے جدوجہد اور دلسوزی۔ یہ تینوں کمالات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ملفوظات ارشادات آج بھی موجود ہیں ایک طرف ان کو رکھ لیا جائے اور دوسری طرف حضرت جی کے ارشادات کو رکھ لیا جائے تو ذرہ برابر فرق محسوس نہ ہوگا۔ قرآن و حدیث سے ایسی ایسی نایاب چیزیں نکالتے تھے جو اسلاف کی کتابوں میں بھی موجود نہیں۔ بارہا تقریریں سننے اور مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ان سے ہزارہا حدیثوں کو سنا ان کے معنی و مطلب سے بہت دیر تک حیرانی رہتی تھی یہ یقین ہو جاتا تھا کہ مولانا جو کچھ بیان فرما رہے ہیں کلام

ربانی اور کلام رسول کا یہی منشا اور غرض ہے

معمولات میں بالکل اسی طرح پابندی جس طرح بڑے حضرت جی کی تھی اور وہی تمام معمولات جو بڑے حضرت جی رح کے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا عشاء کے بعد کتاب سنانے کا طریقہ بڑے حضرت جی رح کے زمانے سے ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب تک وہی طریقہ چلا جا رہا ہے۔

محنت اور جدوجہد کا وہی عالم تھا جو بڑے حضرت جی کا تھا جب لوگوں کو دیکھتے کہ دعوت کی طرف راغب ہیں تو قلب کی مسرت چہرے سے عیاں ہوتی اور جب لوگوں کو دیکھتے کہ چلّوں کے لئے نام پیش کرنے میں تامل کر رہے ہیں رنجیدہ ہو جاتے ٹھنڈی سانس لینے لگتے تھے میں نے اپنی زندگی میں امت کے لئے کڑھنے والا، مصیبت اور محنت جھیلنے والا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔

سخاوت اور توکّل

حضرت جی رح کے پاس نہ کوئی جائداد تھی اور نہ دولت اور نہ کہیں سے کوئی وظیفہ مقرر تھا، اس پر اخراجات اور بلا دست سوال دراز کئے ہوئے ہم لوگوں کے لئے حیرت ناک ہیں، ایک ایک دن میں سینکڑوں آدمیوں کا کھانا، چائے، یہ حضرت جی رح کا دل گردہ تھا حضرت مدنی رح کا دستر خوان اپنے زمانہ میں مشہور تھا لیکن حضرت مولانا محمد یوسف رح کا دستر خوان ان سے بھی زیادہ وسیع ہو گیا پھر ذریعہ آمدنی بجز توکل کچھ نہیں۔ قرضہ پر قرضہ ہوتا چلا جائے کوئی فکر نہیں نہ کسی سے سوال نہ صورت سوال، وہ خدا کا کام کرتے تھے خدا ان کا انتظام کرتا تھا

مرکز تبلیغ کا ہمیشہ سے دستور ہے کہ جب پیسے پاس نہیں ہوتے تو سارا غذائی سامان قرض ادھار آتا رہتا ہے جب پیسے آتے ہیں تو ادا کر دیا جاتا ہے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی تحریر فرماتے ہیں:- "تقریباً چودہ پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ قرض کی رقم کچھ زیادہ دنوں تک ادا نہیں کی جا سکی۔ غلہ وغیرہ جس دوکاندار کے یہاں سے آتا تھا انہوں نے ان صاحب سے تقاضہ کیا جو سامان لینے جایا کرتے تھے

اور باورچی خانہ کا انتظام جن کے سپرد تھا۔ اور آگے کے لئے سامان دینے سے معذرت کر دی، انہوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے کوئی تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ہمیشہ پیش آسکنے والی اس مشکل کو مستقل طور سے حل کرنے کے لئے یہ تجویز سوچی کہ دو چار اپنے مخلص صاحب استطاعت احباب رازدارانہ طریقہ پر ایک مناسب رقم امانت کے طور پر آپس میں جمع کرلیں تاکہ جب ایسی ضرورت پیش آجائے تو اس میں لنگر خانہ کے سلسلہ کا قرضہ ادا کر دیا جایا کرے اور جب رقم اپنے پاس آئے تو وہ رقم امانت خنڈ میں واپس کر دی جائے اور چونکہ یہ اندازہ تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اس کو کبھی پسند نہ فرمائیں گے اس لئے پوری رازداری کے ساتھ انہوں نے بالا بالا اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا اور دہلی کے پانچ باتوفیق دوستوں نے پانچ پانچ ہزار روپے دے کر پچیس ہزار روپیہ کی رقم اپنے ہی میں سے ایک کے پاس جمع کر دی اور آپس میں عہد و معاہدہ ہو گیا کہ حضرت مولانا سے کوئی اس کا ذکر نہ کرے بلکہ بات بالکل راز میں رہے اور ہم چھ آدمیوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو، لیکن حضرت جی رح کو اس کا علم ہو گیا فوراً ہی ان تمام حضرات کو بلایا اور باصرار ان سے یہ واقعہ معلوم کیا اور ان حضرات نے اقرار کیا اس وقت حضرت جی رح نے ارشاد فرمایا:۔

> آپ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے نیک نیتی سے کیا ہے لیکن ہمارے ساتھ یہ ایک طرح کا ظلم ہے جب اس طرح کے انتظام آپ لوگ کریں گے تو پھر ہم اللہ کی مدد کے قابل نہیں رہیں گے۔ اللہ کی مدد کے قابل ہم اسی وقت تک ہیں جب تک دنیا میں سہارا کوئی سہارا نہ ہو اور ہماری نظر بس اس کے خزانہ اور اس کی مدد پر ہو اور ہم مضطر ہوں" [۱]

اس کے بعد مولانا رح نے اس رقم کو واپس کرا دیا۔ حیات الصحابہ کی طباعت دائرۃ المعارف حیدرآباد میں کرائی تھی۔ مصارف کا اندازہ قریباً آٹھ دس ہزار ہو گا حیدرآباد اور بمبئی کے بعض مخلصین نے مل کر آٹھ دس ہزار روپیہ کا انتظام کیا لیکن حضرت جی رح کو جب اسکی خبر ہوئی تو تمام رقم کو واپس کرا دیا اور تمام اخراجات کا انتظام از خود کر کے بھیج دیا [۲]

---

[۱] الفرقان یوسف نمبر ۵۲ [۲] ایضاً

اسی طرح امانی الاحبار پر بہت کافی لاگت آئی لیکن جب وہ تیار ہوگئی تو اسکا پورا ایڈیشن حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دیا اور ساتھ ہی وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی جانب سے اس کی زکوٰۃ بھی از خود ہی ادا کر دی

جس سال حضرت جی اور حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم سفر حج کے لیے تشریف لیگئے ہیں اس سال رجب کے مہینہ میں راقم السطور نظام الدین حاضر ہوا، مجھ سے دریافت کیا آپ نے ابھی حج کیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا ابھی تک میں اس قابل نہیں ہوا ہوں. فرمایا نیت تو کر لینا ہی چاہیئے. میں نے عرض کیا نیت میں تو کچھ خرچ نہیں ہوتا مگر بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی، فرمایا یہی ہمارا معاملہ ہے ہم میں سے کسی کے پاس کچھ نہیں مگر حج کے لئے جانا ہے. بہرحال یہ حضرات حج کیلئے گئے اور ہوائی جہاز سے گئے۔

بعض معترضین نے مجھ سے کہا تھا کہ مرکز نظام الدین میں غلہ میوات سے عشر وصول ہو کر آتا ہے جب ہی تو اس فراغت سے خرچ کرتے ہیں اتفاق سے معترض صاحب تھے بھی ایسے ہی کہ جن کی بات پر مجھے یقین کر لینا چاہیئے تھا، میں یہ سن کر چپ ہوگیا، اور ارادہ کر لیا کہ جب دہلی جاؤنگا تو دریافت کرونگا۔ دہلی گیا، چائے پینے کا وقت جب آیا تو حضرت جی نے از خود فرمایا کہ بعض لوگوں کا ہمارے متعلق خیال ہے کہ ہم میوات کا عشری غلہ وصول کرتے ہیں. حالانکہ ہم ایک دانہ بھی نہیں لیتے ہیں۔

طالب علمی کے زمانہ میں دیوبند سے بعض طلباء چھٹیوں میں مرکز پہونچ جاتے تھے حضرت ان کا بہت خیال فرماتے تھے ان ہی طلباء سے معلوم ہوا کہ حضرت آمد و رفت کا کرایہ ان طلباء کو دیکر واپس کیا کرتے. مظاہر علوم کے ایک طالب علم نے اس سال ۸۵ھ میں معلوم ہوا کہ حضرت جی کو کسی طرح یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ضرورتمند ہے چنانچہ حضرت جی نے مجھے بیس روپے مرحمت فرمائے۔

ضبط و صبر اور تحمل

قومی اور عوامی کاموں میں ضبط و صبر اور تحمل کی بے انتہا ضرورت ہے بغیر اس کے وہ کام نہیں ہو سکتا. تبلیغی کام میں جسقدر عمومیت ہے غالباً دوسرے کام میں اس قدر نہیں ہے اور حق یہی ہے کہ عوام کو دیندار بنانا

خواص کو ان کے قریب لے جانا، عوام کو خواص کے قریب لانا اور ان میں دینی زندگی پیدا کرنا اس کام کا موضوع ہے پھر عوام میں جو علم اور دین دونوں سے بہت دور جہالت اور بے دینی سے قریب۔ ایسے لوگوں سے ربط وضبط رکھنا، ان کو اپنے سے نزدیک کرنا اور ان کی تمام حرکات کو نظر میں رکھ کر ان کی اصلاح و تربیت کرنا انتہائی مشکل کام ہے جو بلا ضبط و صبر و تحمل کے نہیں ہو سکتا۔

حضرت جی کے ساتھ روزانہ ہر وقت ایسے ہی مراحل پیش آتے تھے کہ جنکی وجہ سے ضبط و صبر کا دامن چھوٹ جائے۔ دیہاتیوں کا ہجوم، نہ وقت کا خیال نہ آرام کا، ہر وقت ہر آن حضرت جی کے پاس، کوئی دعا کے لئے کہہ رہا ہے، کوئی مصافحہ کے لئے لپک رہا ہے، کوئی تعویذ کی درخواست کر رہا ہے اور حضرت جی رح سب کو مسکرا کر جواب دے رہے ہیں نہ کھانے کا خیال نہ چائے کا نہ پان کا، خادم نے دیدیا کھالیا ورنہ اپنے کام میں مشغول۔

جناب حکیم محمد مشتاق احمد صاحب کٹھوری فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت جی کٹھور کے قریب ایک موضع میں تشریف لائے۔ بہت بڑا اجتماع ہوا اگرچہ موسم برسات بھی غضب ڈھا رہا تھا مگر تمام تبلیغی کام اپنے پروگرام کے تحت باحسن وجوہ انجام پا رہا تھا فرماتے ہیں حضرت جی جب دہلی سے تشریف لائے تو ہمارے یہاں چند گھنٹہ قیام فرمایا حضرت جی رح کے ہمراہ چند غیر ملکی مہمان بھی تھے مرکز کے سب رفقاء ساتھ تھے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا کھاتے وقت فرمایا، کاش وہ ہمارے غیر ملکی مہمان بھی شریک ہوتے (حضرت جی رح پہلی کار سے تشریف لائے تھے) اور غیر ملکی حضرات پیچھے آرہے تھے۔

حضرت جی غیر ملکی مہمانوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے ان کے مزاج کے مطابق مہمان نوازی سے بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ یہاں حضرت کے مزاج کے مطابق اس کا خیال رکھا گیا تھا کہ غیر ملکی مہمانوں کا انتہائی اعزاز و اکرام کیا جائے تاکہ حضرت جی بہت خوش ہوں۔ بہر حال حضرت جی نے دوپہر کا کھا کر بعد نماز ظہر اس گاؤں کا سفر فرمایا وہاں پہونچ کر حسب معمول اپنا کام شروع کیا یہاں سے خوب جماعتیں نکلیں حضرت جی رح بہت خوش ہوئے اور دو یوم تک ایسے مشغول ہوئے کہ کھانا تک نہیں کھایا۔ صورت حال یہ ہوئی کہ ہر شخص دوسر

کے متعلق یہ سمجھتا رہا کہ حضرت جی رح نے وہاں کھانا کھالیا ہوگا جہاں بیعت کرنے گئے تھے جب اس گاؤں سے کچھ دور واپس ہوئے تو کچھ دور آکر کھانا کھایا جب کسی طرح معلوم ہوا کہ آپ یہاں سے ہی کھانا کھا کر گئے تھے اور یہیں آکر کھایا ہے۔

اتباعِ سنّت

حضرت جی رح مغربیت سے بہت زیادہ متنفر اور بیزار تھے وہ مدنیت کی اشاعت کے لئے کوشاں تھے اور ان کا فرمانا تھا: "اس مغربیت کا توڑ اس عمومی دعوت اور اشاعت سنت میں ہے" اس لئے وہ سنت کی اشاعت زبان سے تو کرتے ہی تھے عمل سے بھی اس کی اشاعت کرتے تھے اور ایک انسانی کوشش کا جہاں تک تعلق ہے وہ اضطرار کی حالت میں بھی اس سے گریز نہیں کرتے تھے۔

اکثر اوقات پائجامہ پہنتے تھے لیکن جب نماز پڑھتے یا پڑھاتے تو تہبند پہن لیتے تھے یہ عمل دیسے تو بہت آسان اور معمولی سا نظر آتا ہے لیکن حضرت جی رح کی مصروفیت کو پیش نظر یہ بڑا مجاہدہ ہے اس عمل میں حضرت جی رح نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی دونوں سنتوں پر عمل کیا ہے۔

روایات میں مذکور ہے کہ حضور صلعم نے پائجامہ خریدا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے پہنا بھی۔ حضرات صحابہ رضؓ تو آپؐ کی اجازت سے پائجامہ پہنا کرتے تھے [1]

حضرت جی رح نے اس سنت پر اس طرح عمل کیا کہ نماز کے وقت تہبند باندھ لیتے تھے اور ویسے بقیہ اوقات میں پائجامہ پہنے رہتے تھے تاکہ دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے۔ گرمیوں کے دنوں میں عام اوقات میں ٹوپی اوڑھے رہتے تھے لیکن جب نماز پڑھنے یا پڑھانے کا وقت آتا تو عمامہ باندھ لیتے تھے۔ حضرت جی رح نے اتباع سنت کی غرض سے چمڑے کا ایک تکیہ کا بھی بنوا رکھا تھا جسمیں کوئی سخت سی چیز بھری تھی غالباً کھجور کی چھال ہوگی۔

دسترخوان پر مسنون سالنوں میں سے کوئی نہ کوئی سالن ضرور ہوتا تھا ایک دن کھانا کھاتے ہوئے فرمایا مدینہ منورہ سے آیا ہوا شہد رکھا ہے اسے جلدی سے لاؤ۔ ایک دن فرمایا دیکھو اندر سرکہ میں زیتون ڈالے ہوئے ہیں ان کو منگا لو۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کھانے کے بعد جب آپ کو یاد آیا تو آپ نے روغن زیتون اندر سے منگوایا اور فرمایا دیکھو مجھے

کیسی بھول ہو گئی تھی۔

اعمال اور اوراد و وظائف میں مسنون دعاؤں اور اوراد کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں ادعیہ اوراد مسنونہ کا اتنا زیادہ کوئی دوسرا پابند نہ ہوگا۔ مہمانی اور میزبانی، سفر و اقامت، آرام و راحت، سکوت اور گویائی غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضہ کی پوری پوری اتباع فرماتے تھے۔

متعدد مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت جی جب اپنے میزبان کے یہاں سے رخصت ہوتے تو اس کو اپنے پاس بلاتے اور معذرت پیش کرتے اور جب اپنے مہمان کو رخصت کرتے تو اس کا شکریہ ادا کرتے تھے اور جب کوئی مخصوص مہمان آتا تو اس کو رخصت کرنے کے لئے دور تک ساتھ جاتے۔

حضرت جی رحہ ایک مرتبہ ہندوستان سے عمرہ کے لئے تشریف لے گئے، بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں۔ حضرت جی رح سے جب دریافت کیا گیا تو فرمایا میں اتباع سنت کی نیت سے گیا تھا اور ایک سنت کی اتباع میں میرا سب کچھ خرچ ہو جائے تو میرے لئے یہ سستا سودا ہے۔

میں نے ایک دفعہ حضرت جی سے دریافت کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ان تاریخوں میں بھی جماعت نکالا کرتے تھے جن تاریخوں میں غزوۂ بدر ہوا تھا۔ ؟ پھر کیوں اس کو بند کر دیا۔ ارشاد فرمایا حضور صلعم اور حضرات صحابہ رضہ کا پہلا سفر ہے جو خدا کی دین کی نصرت کے لئے ہوا تھا اور اسی سفر میں حق و باطل کا فیصلہ ہوا تھا۔ اسی کے اتباع میں ان تاریخوں کے اندر میں جماعت نکالا کرتا تھا لیکن جب بعد میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ لوگ اس کو ضروری قرار دیدیں گے اور آئندہ یہ بدعت کی صورت اختیار کرلے گی تو پھر میں نے اس کو بند کر دیا۔ وہ حضرات خیال فرمائیں جو رمضان المبارک میں تہجد کی نماز جماعت سے محض سنت کا نام لیکر ادا کرتے ہیں۔

بابُ ہفتم

یوسُف دعوت سے پہلے اور بعد میں

مولانا محمد یوسف دعوت سے پہلے

یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ فطری طور پر حضرت مولانا محمد یوسف کو پڑھنے اور پڑھانے مطالعہ کرنے اور لکھنے سے زیادہ شغف تھا، حضرت جی رح نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:۔

"ابتداء میں مجھے تبلیغ کے کام سے دلچسپی نہ تھی ذہنی طور پر اس نقل و حرکت کے لئے مجھے شرح صدر نہیں ہوا تھا، تبلیغ کے کام میں جس قدر حصہ لیتا تھا وہ سب بڑے حضرت جی کی وجہ سے تھا۔"

مولانا علی میاں کو ایک مکتوب میں حضرت جیؒ نے تحریر فرمایا تھا:۔

"میں نے ان کی (حضرت محمد الیاس صاحبؒ) کی کبھی نہیں سنی۔ جب کسی طبقہ کا افتتاح ہوتا میں سہم کر ہٹتا، جب کبھی جماعت جاتی میں ڈرتا۔ جب دعوت کا وقت آتا میری روح فنا ہوتی، جب کوئی حکم دیتے میں اس کی تعمیل سے قاصر رہتا ہر مشورہ میں میری رائے حضرت شیخ کے ساتھ ہوتی اور میں ان کی (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کی رائے کے خلاف بے باکی کے ساتھ کرتا۔"

یاد رکھنا چاہیے خلوص کے ساتھ اظہار رائے سوءِ ادبی نہیں کہلاتا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ارشاد فرمایا:۔

"بڑے حضرت جی ہر طرح کے آدمیوں سے بڑے اکرام سے پیش آتے

تھے جن میں سے بعض غیر متشرع بھی ہوتے تھے اور اسی طرح بعض معتقدین کی کار بھی استعمال کر لیتے تھے ایک مرتبہ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ اپنے اس رویہ پر غور فرمالیں یہ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟"

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اپنے والدِ محترم کے بارے میں یہ جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اعتراضاً نہیں تھا غالباً اپنے علم کی روشنی میں ان کا خیال اس وجہ سے تھا کہ ایک مرد باخدا کو اس طرح غیر متشرع حضرات کا اکرام نہیں کرنا چاہیئے غالباً ان کی نظر فقہ کے اس جزئیہ پر ہوگی کہ فاسق کا اکرام نہیں کرنا چاہیئے لیکن یہاں اس کے برعکس معاملہ تھا غالباً مولانا کی نظر سیرت مبارکہ کے دعوت کے اس پہلو پر نہیں گئی تھی کہ جس میں یہ واقعہ بھی سامنے آجاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں بیٹھے تھے۔ چند سردارانِ قریش کو سمجھا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مکتوم آگئے اور سلام کیا آپ کو اس سے انقباض ہوا اور ان کی طرف التفات نہیں کیا لہ

اسی طرح آپؐ نے فتح طائف وحنین کے موقعہ پر نو مسلمین حضرات پر زیادہ انعامات کی بارش کی اور انصار مدینہ کو کچھ نہ دیا جس کی بناء پر ان کو شکایت ہوئی تھی۔

سیرت مبارکہ کے یہ گوشے اپنے اندر دعوتی پہلو لئے ہوئے ہیں۔ ایک داعی دل سے یہ چاہتا ہے کہ ہر متنفس اس کی دعوت کو کسی بھی طریقہ سے قبول کرلے اسی وجہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ غیر متشرع حضرات کی ظاہری کمزوریوں سے اغماض کرتے ہوئے ان کو قریب تر رکھتے تھے تاکہ وہ اس مجسمۂ خیر سے کسی بھی وقت متاثر ہو کر راہ ہدایت اختیار کرلیں تو ان کے لئے آخرت کے تمام دروازے کھل جائیں گے۔ یہ داعین الی اللہ ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے ہیں کہ کیچڑ اور دلدل میں پھنسا ہوا موتی بیکار اور ضائع نہ ہو جائے چنانچہ فضیل بن عیاض وغیرہ اپنے مشائخ کے اسی نقطۂ فیض سے متاثر ہوئے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رح، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح اور خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی زندگی میں بہت سی ایسی مثالیں سامنے ہیں کہ انھوں نے ایک مسلمان کا ضائع ہونا

کبھی بھی پسند نہیں کیا۔ یہ بات دراصل مولانا نے دعوت سے زیادہ شغف اور ابتداءً زیادہ دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے فرمادی تھی لیکن جب وہ داعی بنے تو کیا ہوا دنیا جانتی ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کی مخلوق پر ان سے زیادہ کوئی دوسرا مہربان نظر نہ آتا تھا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا وصال اور حضرت جی کی جانشینی

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب بانی تبلیغ کا انتقال ۱۹۴۴ء میں ہوا اس وقت تک یہ کام اگرچہ کافی ترقی کر چکا تھا ہندوستان کے مشاہیر علماء اس کام سے دلچسپی لے رہے تھے مگر ان میں اکثر حضرات کا اس کام سے جوڑ اور تعلق حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کی شخصیت کی وجہ سے تھا، چونکہ یہ حضرات، حضرت مولانا کو مخلص، پاکباز، ولی کامل سمجھتے تھے ان کے پاس رہنے ان کے ارشادات کے سننے ان کے اشاروں پر چلنے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے گویا تبلیغی کام کو حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی وجہ سے پسند کرتے تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ کہیں یہ مقدس کام ان کے بعد ختم نہ ہو جائے جبکہ بظاہر حضرت ممدوح کی سی خوبیوں کا کوئی دوسرا شخص نہ تھا یہ ضرور ہے کہ بعض مخلصین ایسے بھی تھے جو اس کام کو اپنا مقصد حیات بنا چکے تھے، مگر وہ بالآخر حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ تو نہ تھے کہ لوگ جن کا اس قدر احترام کریں ان کے اشاروں پر چلنے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھیں اس لئے اس وقت تمام مخلصین کو فکر تھی کہ کیا ہونا چاہئے حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحب اسوقت سب کچھ تھے لیکن وہ یوسف ثانی نہ تھے، یوسف ثانی تو بعد میں بنے ہیں اس وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اپنے چچا حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کی علالت کی وجہ سے دہلی میں مقیم تھے چند حضرات نے تبلیغی کام کے لئے اپنے خدشات کا اظہار کیا تو فرمایا:۔

> "مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اسی سوچ میں ہیں لیکن یہ بات ایسی نہیں ہے کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کرلیں

اور وہ ہو جائے اللہ تعالے کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لئے مرمٹتے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا ان کے بعد بھی ان کے کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت اور تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندے کے بعد انشاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا، مشائخ کے یہاں خلافت اور اجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے خلافت اور اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ انکو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے۔ اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ انشاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہوا نظر نہیں آتا کہ جس سے توقع کی جا سکے کہ اس کے ذریعہ اس بندہ کا جلایا ہوا چراغ روشن رہے گا لیکن اس بندہ کا وصال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعتاً اس کی طرف منتقل ہو گئی اور ایسا بہت کم شاذ و نادر ہی ہوتا ہے لیکن یہ جب ہوتا ہے تو نسبت کا انتقال بہت غیر معمولی خارقِ عادات قسم کا ہوتا ہے۔

حضرت چچا جان کے لوگوں میں، میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو جاری رکھے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ سے اس کی پوری امید ہے کہ وہ ان کے کام کو ضائع نہیں فرمائے گا اسلئے مجھے توقع ہے کہ یہاں غالباً دوسری شکل واقع ہونے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چاہے گا تو کسی کو یہ دولت ملجائے گی پھر اس کو تم بھی دیکھ لوگے اور میں بھی دیکھ لونگا اور پھر انشاء اللہ یہ کام اسی سے لیا جائیگا اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہوا تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے پھر یہاں میں خود رہونگا بلکہ اگر تم خود مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی یہیں رہونگا اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اسے دیکھ لوگے اور میں بھی اس کو دیکھ لونگا پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لیگا بس انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اگر دیکھو کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب میں خود بھی تم سے بڑا دبابی ہوں میں تمہیں مشورہ دونگا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کر در و دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(الفرقان یوسف نمبر ۲۴)

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے وصال کے وقت یہ حالات تھے کہ بظاہر تبلیغی کام کو ذمہ داری سے انجام دینے والا کوئی دکھلائی نہیں دیتا تھا لیکن اس کے بعد کیا ہوا کون اس کام کا اہل ثابت ہوا کس نے اس کام کو عروج بخشا اس کو میں اور آپ سب جانتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کی وفات سے کچھ پیشتر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی معیت میں نظام الدین تشریف لے آئے حضرت مولانا ممدوح ان کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور بستر علالت سے ان ہر دو حضرات کو یہ پیغام بھیجا۔

" مجھے اپنے آدمیوں میں سے ان چند پر اعتماد ہے آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کرادیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں (۱) حافظ مقبول حسن صاحب (۲) قاری داؤد صاحب

(۳) مولوی احتشام الحسن صاحب (۴) مولوی محمد یوسف صاحب
(۵) مولوی انعام الحسن صاحب (۶) مولوی سید رضا حسن صاحب۔"

ان حضرات (حضرت شیخ الحدیث صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری اور مولانا ظفر احمد صاحب) نے مشورہ کر کے حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ "مولوی محمد یوسف صاحب ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "القول الجمیل" میں خلافت کے لئے جو شرائط لکھی ہیں وہ سب بحمد اللہ ان میں پائے جاتے ہیں، عالم ہیں، متورع ہیں، علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں۔" اس پر حضرت ممدوح نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اسی میں خیر و برکت دے گا۔ مجھے منظور ہے پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی اب بہت اطمینان ہو گیا امید ہے کہ انشاء اللہ میرے بعد کام چلے گا" [۱]

چنانچہ ان حضرات کی دعاؤں اور توجہات کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے بعض لوگوں کی امید کے خلاف اصلاح و تبلیغ کا وہ اعلیٰ کام کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا وصال ہوا اور ان کے دفن سے پیشتر صبح کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے سر اقدس پر بڑے حضرت جی کا عمامہ رکھدیا اور انکی خلافت اور جانشینی کا اعلان کر دیا۔

حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کی نسبت

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم اپنے مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں:۔

"چچا جان کے وصال کے بعد اس نے ایک پرواز کی جس کے متعلق اس ناکارہ اور حضرت اقدس رائے پوری کا یہ خیال ہے کہ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی نسبت خاصہ منتقل ہوئی ہے اور ہر ہر بات میں اس کا مشاہدہ خوب ہوتا تھا۔" [۲]

---

[۱] حیات مولانا محمد الیاس صاحب۔ ۱۲ [۲] مکتوبات گرامی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ۔ ۱۲

حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے مگر معلوم یوں ہوتا ہے کہ اذکار الٰہیہ اور ریاضت وعبادت اور بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے قلوب سے کثافت دور ہو جاتی ہے اور رذائل نفسانیہ فنا ہو جاتے ہیں اس وقت مبدا فیاض کی طرف سے قلوب پر مختلف فیوضات کا نزول ہوتا ہے جن کو وہ قلوب حسب استعداد و صلاحیت جذب کر لیتے ہیں اور چونکہ جوارح قلوب کے تابع ہوتے ہیں اسی وجہ سے جوارح سے فیض رحمانی کے مطابق جو اس کے قلب میں ودیعت ہوتا ہے افعال واعمال سرزد ہوتے ہیں مثلاً کسی کے قلب پر رحم وکرم، جودو سخا کا فیضان ہوتا ہے تو جوارح سے بھی وہی اعمال سرزد ہونے لگتے ہیں جو ان اوصاف کے ثمرات ہوتے ہیں، یہی حال صحبت اولیاء اللہ کا ہوتا ہے مثال اس کی اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ جس طرح کسی زمین پر مختلف اقسام کے پھول گرا دیے جائیں تو وہ زمین ان پھولوں کی خوشبوؤں میں سے بعض پھول سریع الانتقال ہوتے ہیں اور بعض پھول بطوء الانتقال یا پھر یہ کہ زمین نے حسب استعداد بعض کی بو کو جلد جذب کیا ہے اور بعض کو دیر میں غرضکہ پھول کی خوشبو کے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اس مٹی کو فلاں پھول سے زیادہ مناسبت ہے۔

حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کے جو اوصاف خاصہ ہیں وہ بعض دوسرے علماء کو حاصل نہیں تھے وہ امت کے لئے ہر وقت دلسوزی فرماتے رہتے تھے، امت کی اصلاح اور اس کا سدھار اور بگڑے ہوئے انسانوں کو خدا والا بنانا اور خدائی فرامین اور عبادات کا احیاء وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے وہ اس بات کے خواہشمند تھے کہ ہر انسان جہاں اپنی انفرادی زندگی کو آخرت والی زندگی بنائے وہاں اس میں یہی تڑپ امت کے لئے بھی ہو، اور انسان جہاں خود اللہ والا بنے وہاں دوسروں کو بھی خدا والا بنانے کے لئے دلسوزی اور جانسوزی کرلے۔ مولانا ممدوح کسی فرد کو بھی جب آخرت سے دور اور دنیا سے قریب پاتے تھے تو کڑھا کرتے تھے اور چاہتے تھے جس طرح بھی ممکن ہو اس کو آخرت والا بنا دیا جائے اسی وجہ سے انکو بگڑے سے بگڑے انسان سے محبت تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو شروع میں یہ خیال ہوا تھا کہ حضرت جی ایسا کیوں کرتے ہیں لیکن جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا

وصال ہوگیا اور مبداءِ فیاض نے اس کام کو جاری رکھنا چاہا تو الیاس کے وہ کمالات یوسفؒ کی طرف منتقل کر دئیے چنانچہ لوگوں نے دیکھ لیا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دعوت و اصلاح کے کام میں دلسوزی و جانسوزی کے اعتبار سے حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ سے آگے تھے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے مشابہت

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی فرماتے ہیں:۔

"اگلے دن صبح کو جب حضرت مولانا محمد یوسف نے نماز فجر پڑھائی اور نماز کے بعد حضرت کے معمول کے مطابق تقریر شروع فرمائی تو تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ یہ تو مولانا محمد یوسف صاحب کی زبان سے حضرتؒ بول رہے ہیں۔ اس وقت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی وہ بات یاد آئی اور اس تقریر کے ختم ہونے سے پہلے یہ یقین ہوگیا کہ حضرت شیخ نے جو کچھ فرمایا تھا یہ سب اس کا ظہور ہے اور اللہ تعالےٰ نے وہ دولت مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف منتقل فرما دی ہے۔" [1]

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب میں تین امتیازی خصوصیات تھیں جن کا کھلے طور پر مشاہدہ ہوتا تھا۔ اول دین کا درد اور فکر اور اس کے لئے ہر ممکن جدوجہد، دوسرے اللہ تعالےٰ پر کامل اعتماد اور یقین، تیسرے علوم اور معارف، یہی تین اوصاف بلکہ مع شی زائد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں موجود تھے چنانچہ جن آنکھوں نے حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کو دیکھا ہے وہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو دیکھتے ہی بتا دیتا تھا کہ دونوں شخصیتوں میں کس قدر مشابہت تھی۔

حضرت مدنیؒ اور حضرت رائپوریؒ سے نسبت

مشائخ دیوبند میں یہ دونوں حضرات اپنی بعض خصوصیات میں ممتاز ہیں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی علمی روحانی

---

[1] الفرقان کا یوسف نمبر ۱۲

کمالاتِ عالیہ کے علاوہ کوہ ہمالیہ سے زیادہ مضبوط عزم وعمل کے مالک تھے، اعلان حق میں دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہیں کرسکتی تھی اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری روحانیت میں کمال مرتبہ رکھتے تھے، ذکر وفکر، عبادت وریاضت ان کا طرۂ امتیاز تھا صفائی قلب میں انکا قلب آئینہ سے زیادہ صاف تھا جو کچھ فرماتے تھے وہ بعینہ ہوجاتا تھا چنانچہ ان کے متعلق اس قسم کے بہت سے ذاتی تجربات اور مشاہدات ہیں جنکو مصلحتاً بیان نہیں کیا جارہا ہے ان دونوں بزرگوں کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے خصوصی تعلق تھا غالباً یہی وجہ ہے، کہ ان ہر دو حضرات کے کمالات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف منتقل ہوگئے تھے گویا مولانا ان ہر دو بزرگوں کے سچے امین تھے حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت کے سامنے اپنی بات کو نہایت جرأت اور بیخوفی سے کہنے کا ظہور رہا اور وہ بڑھتا ہی رہا اس کے بعد حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار وتجلیات کا ظہور پیدا ہوا کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ شفقت ومحبت کا یہ ثمرہ ہو۔"

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ ان کی زندگی میں آرام کا نام ہی نہیں تھا یہی حال حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے یہاں تھا، تقریر اور گفتگو میں نورانیت کا یہ عالم کہ بڑے بڑے ناقد یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی تقریر میں کہیں جھول نہیں ہوتا فیوض وبرکات کا یہ عالم دیکھنے والی یہ آنکھیں سکینہ کا نزول اپنی ان ظاہری آنکھوں سے دیکھتی تھیں، نورانیت سے اس قدر بھرپور ہوتی تھیں کہ پکے کافر بھی تسلیم کرتے تھے کہ جو کچھ کہتے ہیں یہی حق ہے۔ نہٹور ضلع بجنور کے اجتماع کے بعد بس میں سوار ایک سادھو نے مجھ سے کہا۔" مولوی صاحب یہ جو آپ کا بڑا سادھو آیا تھا

اس کی باتیں سنکر دل اس کی طرف کو کھینچتا تھا، ہم نے بہت تپسیہ کی ہے لیکن اس سادھو کی آتما بہت بلی (طاقتور) ہے ہمارے جی میں تو آگیا تھا کہ اسی کا چیلا بن جانا چاہیئے۔" یہی بات میں نے ایک ہندو سادھو سے ریل گاڑی میں حضرت رائپوری کے بارے میں سنی تھی کہ "سادھو ہو تو ایسا ہو جیسا رائے پور والا ہے"۔

نورانیت اور اثر و تاثیر

ایک دفعہ حضرت جی نے تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا، "جب دو آدمی ملتے ہیں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی کسی سے متاثر نہ ہو یا متاثر کرتا ہے یا متاثر ہوتا ہے درمیان میں کوئی درجہ نہیں ہے اس لئے اگر تم مخاطب کو متاثر نہیں کر سکے تو یہ سمجھو کہ تم غیر ارادی طور پر خود اس سے متاثر ہو چکے ہو"۔ [1]

مجھے آج تک کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ملا جس سے مولانا متاثر ہوئے ہوں اور نہ کوئی ایسا فرد ملا کہ جس نے یہ نہ کہا ہو کہ میں مولانا سے متاثر نہیں ہوا۔ ہندوستان ہی نہیں عالم اسلام کے انسان اور وہ بھی ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے حضرت جی کی مجالس میں شریک ہوئے ان سے بات چیت کی مگر سب متاثر ہو کر واپس ہوئے ایسا اکثر ہوتا تھا کہ جاتے تھے قلوب میں دنیا لئے ہوئے اور واپس ہوتے تھے آخرت لئے ہوئے۔ جناب قاضی محمد عدیل عباسی وکیل اپنا واقعہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت جی کیا تھے اسے مجھ جیسا تیرہ بخت آلودہ معصیت، علم و عرفان سے نا آشنا کیا سمجھ سکتا ہے، رات کی اندھیاری میں جب چاند طلوع ہوتا ہے تو چاند کی اصلیت و ماہیت کو کون جانتا ہے صرف روشنی دکھلائی دیتی ہے وہ عالم افروز روشنی میں نے دور سے دیکھی، دودھ کی طرح پھیلی ہوئی چاندنی بستی میں اجتماع تھا حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے اس ناکارہ سے کہا جگہ وغیرہ کا انتظام کر دے، میں نے انتظامات کے سلسلہ میں کوتوال شہر سے کہا وہ کچھ سپاہی مقرر کر دیں کیونکہ آس پاس جرائم پیشہ لوگوں کی آبادی تھی۔ وہ عین وقت پر خود بھی موٹر سائیکل پر آیا اور

---

[1] المنبر، محرم ۱۳۸۵ھ

دیکھ بھال کر سپاہیوں سے کہا، چلو یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے اس وقت حضرت جی خطاب کر رہے تھے۔ سپاہی جو ہندو تھے کوتوال سے کہنے لگے کہ حضور آپ چلیں ہم ابھی آتے ہیں یہ مولانا صاحب تو اپنے مذہب کی نہیں سب مذہبوں کی بات کہتے ہیں خداشناسی و حق پرستی و عرفانِ الٰہی کو عوام کے ذہن نشین کرانے کا مادّہ اس تقریر میں نمایاں تھا۔

نہٹور ضلع بجنور کے اجتماع کے موقع پر بھی ایسا ہی ہوا، ایس پی وغیرہ نے ملاقات کرتے وقت یہ کہا تھا "آپ جیسے مہاپرش جہاں ہونگے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

"مجھے ہندوستان کے بیشتر علماء اور بعض مشائخ کو دیکھنے ان کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کرنے اور ان کے مواعظ حسنہ سننے کا اتفاق ہوا ہے لیکن میں نے اپنی پوری زندگی میں کوئی ایسا نہیں پایا کہ جس میں اس اعلیٰ درجہ کی روحانیت ہو، پاس بیٹھتے ہی اپنے اعمال سانپ بچھو بن کر کاٹنے لگیں اور رجوع الی اللہ کا جذبہ پیدا ہو کر خشیت الٰہی طاری ہو جائے اور اپنے نفس کے تزکیہ اور بداعمالیوں سے توبہ کر لے اور راہ مستقیم اختیار کرنے کی طلب پیدا ہو" [1]

یہی وہ نسبت ہے جس کے متعلق حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جرأت اور عزم

حکیم مشتاق احمد صاحب کٹھوری۔ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا تھا ایک دفعہ حضرت جی نے فرمایا، "حکیم صاحب آپ کا پنڈت نہرو سے براہ راست تعلق ہے لہٰذا اس تعلق کا تقاضہ ہے کہ انکو دعوت دیجائے"۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک وزیراعظم اور دنیا کی چند شخصیتوں میں سے ایک ایسی

---

[1] ندائے ملت ۹ اپریل ۱۹۶۵ء ۔

شخصیت کو میں کیسے دعوت دینے کی جرأت کر سکتا ہوں، وہ تو بہت بڑے ہیں اور میں بہت چھوٹا ہوں۔" یہ سنکر فرمانے لگے حکیم صاحب آپ بحیثیت کلمہ گو ان سے بہت بڑے ہیں اور دعوت دے سکتے ہیں۔" حضرت جی کے فرمانے کے بعد میرے دل میں ایک جذبہ ایمانی پیدا ہوا اور ایک بات ذہن نشین ہو گئی کہ ایک کلمہ گو بہت بڑا مقام رکھتا ہے۔ یہ کیفیت اس وقت تک رہی جب تک میں حضرت جیؒ کے پاس بیٹھا رہا وہاں سے اٹھنے کے بعد یہ کیفیت نہ رہی۔" [۱]

یہ کیفیت اسے ملتی ہے جس کے ہے مقدر میں
مئے الفت نہ شیشہ میں نہ جم میں ہے نہ ساغر میں

حضرت مولانا محمد یوسف میدان عمل میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا انتقال ہو گیا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر بنا دیئے گئے۔ کون جانتا تھا کہ اب یوسف پہلا سا یوسف نہیں تھا ایک طرف لوگوں کا یہ خیال تھا اب یہ کام ختم ہو جائیگا کیونکہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ان کے نزدیک اس کام کے اہل نہیں تھے ادھر اتنی بڑی تبدیلی کہ والد محترم کا جنازہ رکھا ہوا ہے لوگ جنازہ اٹھانا چاہتے ہیں مگر حضرت جی اڑے ہوئے ہیں:-

"جنازہ اٹھایا جائیگا جب لوگ چلّوں کے لئے نام پیش کرینگے۔" [۲]

یہ بھی عجیب اتفاق اور اتباع سنت صحابہ ہے کہ لاہور میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور مولانا محمد عمر صاحب اعلان فرما رہے تھے کہ حضرت جیؒ نے اپنے والد محترم کا جنازہ اس وقت اٹھنے دیا تھا جب چلّوں کیلئے نام لے لئے تھے

غور کیجئے تو بات بہت اہم ہے اور اس کے ڈانڈے بہت دور جا کر ملتے ہیں حضور صلعم کے وصال کے فوراً بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی جانشینی عمل میں آئی اور

---

[۱] مکتوبات حکیم مشتاق صاحب گھوسی [۲] الفرقان یوسف نمبر

انہوں نے فوراً اعلان کیا کہ جس لشکر کو حضور صلعم نے ملک شام کے لئے روانہ فرما چکے ہیں میں اس کو واپس نہیں بلاتا۔

یہ دراصل اس کام کی بڑائی اور اہمیت کی دلیل ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کی نسبت منتقل ہو چکی تھی وہ کام اور اس دعوت کی اہمیت سے واقف ہو چکے تھے بلکہ ان کو اس دعوت کی حقانیت کا یقین ہو گیا تھا اس لئے ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہم کام یہی تھا اور حقیقت بھی یہی ہے

دعوت میں استقامت

دعوت میں استقامت نہایت ضروری ہے جب تک داعی اپنی دعوت پر مضبوطی کیساتھ قائم اور ثابت قدم نہ ہو اس وقت تک اسکی دعوت اپنے گھر کی چہار دیواری سے بھی باہر نہیں آتی یہی بات حضرت جی کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ شروع شروع میں حضرت جی کو بہت صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑا، اور ایسے حالات پیش آگئے کہ کسی کچے آدمی کا تو قدم ڈگمگا جاتا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ابتدائی زمانہ تھا لوگوں کی آمد برابر تھی کسی سے مانگنا تو درکنار سوال کا اشارہ بھی گوارہ نہ تھا قرض پر قرض ہوتا چلا گیا مگر اصول وہی کہ ہمیں سرمایہ نہیں سرمایہ داروں کا وقت چاہیئے۔

> "ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا منشی بشیر احمد صاحب موجود تھے۔ منشی جی! آپ جانتے ہیں بڑے حضرت جی کے وصال کے بعد کتنا قرض ہو گیا تھا غالباً دس پندرہ ہزار روپیہ سے کم نہ ہو گا۔ دلی کے ایک تاجر کو جو بڑے حضرت جی کا ملنے والا تھا معلوم ہو گیا وہ روپیہ لے کر آیا، میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پاس آکر بولا، لو اس سے اپنا قرض ادا کر دو! میں نے نہایت لاپرواہی سے کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں اگر وقت لگاؤ گے تو روپیہ لیا جائیگا ورنہ نہیں! وہ ناراض ہو کر روپیہ لے کر واپس چلا گیا۔ منشی جی جانتے ہیں اللہ تعالےٰ نے

وہ قرضہ کس خوبی سے ادا کرا یا ہمارا اصول بھی باقی رہا اور قرضہ بھی ادا ہو گیا:

اس واقعہ سے جہاں حضرت کا خدا پر بھروسہ، توکل ثابت ہے وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ اضطراری حالت میں بھی آپ نے اپنی دعوت کے اصول کو ہاتھ سے نہ جانے دیا آپکا فرمانا تھا کہ کامیابی دولت میں نہیں ہے اگر کامیابی دولت میں ہوتی تو قارون کامیاب ہوتا کامیابی خدا کے ہاتھ میں ہے وہ کامیاب کرنا چاہے تو بلا روپیہ پیسے کے کامیاب کر سکتا ہے اور وہ ناکامیاب کرنا چاہے تو دولت کے نقشوں میں بھی ناکامیاب کر سکتا ہے۔

پہلی اہلیہ کا مرض و فات

حضرت جی کی یہ استقامت صرف مال ہی کے میدان میں نہ تھی وہ جان کے معاملہ میں بھی بہت مستقیم تھے کتنی ہی بڑی مصیبت اور پریشانی کیوں نہ ہو مگر حضرت جی سب کو آسانی کے ساتھ برداشت کر جاتے تھے اور دعوتی امور میں ادنیٰ درجہ کا تعطل بھی نہیں آنے دیتے تھے بلکہ ان کے سامنے دعوت اور اس پر محنت ہی ایک نقشہ تھا اسمیں کوتاہی اور کمی انکے نزدیک سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑی پریشانی تھی۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اپنا مشاہدہ تحریر فرماتے ہیں:۔

آخر ۱۳۶۶ھ یا شروع ۱۹۴۷ء کا واقعہ ہے، یہ عاجز ہفتہ عشرہ کے قیام کی نیت سے نظام الدین حاضر ہوا، اہلیہ بھی اس سفر میں میرے ساتھ تھیں ان دنوں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی پہلی اہلیہ محترمہ، حضرت شیخ الحدیث کی بڑی صاحبزادی اور مولوی محمد ہارون کی والدہ مرحومہ مرض دق میں مبتلا تھیں۔ ان کے علاج اور دوا کی ذمہ داری حضرت حافظ فخر الدین صاحب نے لے رکھی تھی وہ روزانہ شہر دہلی سے اسی ضرورت سے تشریف لاتے۔ میں نے ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے انکا حال پوچھا اور مرض کی نوعیت کی تفصیل معلوم کرنا چاہی ان کے جواب سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کچھ زیادہ باخبر نہیں ہیں مجھے تعجب سا ہوا لیکن میں نے کچھ نہیں کہا چار پانچ دن کے قیام کے بعد میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ مولانا کی بیوی اس درجہ کی مریض ہیں کہ مجھے ان کے بچنے

کی بھی امید نہیں ہے اور میں چار پانچ دن سے دیکھ رہی ہوں کہ حضرت مولانا ان کا حال پوچھنے کے لئے بھی کسی وقت ان کے پاس نہیں آتے وہ عورت ذات ہیں ان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی. انکا بھی تو کچھ حق ہے. میں نے پوچھا کیا انہوں نے تم سے خود بھی اسکی شکایت کی ہے. انہوں نے کہا نہیں. انہوں نے تو کبھی اس کا ذکر نہیں کیا لیکن انکے دل پر اسکا اثر ضرور ہوگا آپ اس کے لئے مولانا سے ضرور کہیں. میں نے اگلے دن مولانا سے تنہائی میں گفتگو کی اور عرض کیا "مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپکی اہلیہ ایسی مریض ہیں اور آپ کئی کئی دن مزاج پرسی کے لئے بھی ان کے پاس نہیں جاتے، رشتۂ زوجیت کے علاوہ حضرت شیخ کی صاحبزادی بھی ہیں ہماری سمجھ میں آپ کی یہ بات بالکل نہیں آئی، آپ کو روزانہ کچھ وقت ان کے پاس ضرور صرف کرنا چاہیئے۔"

مولانا نے بڑی معصومیت سے فرمایا۔ "ہاں یہ بات تو بالکل صحیح ہے اور میں نے خود ان سے اس بارہ میں بات کی تھی مگر انہوں نے میرے حال اور میری مصروفیت کو دیکھکر خود ہی مجھ سے کہدیا ہے کہ آپ اپنے کاموں میں مشغول رہیں میری فکر بالکل نہ کریں. دوا علاج ہو رہا ہے اگر زندگی ہے تو اچھی ہو جاؤنگی اور اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جلدی اٹھانے کا ہے تو انشاء اللہ جنت میں اطمینان سے ملاقات ہوگی" میں نے کہا "مجھے تو شبہ ہے کہ انہوں نے یہ بات آپکی بے فکری اور بے پرواہی دیکھ کر کہی ہوگی"۔ مولانا نے فرمایا آپ تحقیق کر لیں، اگر ایسی بات ہوگی تو میں ان کے لئے وقت نکالنے کی پوری کوشش کرونگا۔"

میں نے اپنی اہلیہ سے کہا تم ان سے اس بارے میں اس طرح کی جذباتی باتیں کرو کہ ان کے دل کی بات زبان پر آجائے چنانچہ میری اہلیہ نے مرحومہ سے بات کی انہوں نے مولانا کی طرف سے مدافعت کی اور کہا کہ "وہ دن رات دین کی فکر اور دین کے کام میں لگے رہتے ہیں انہیں اپنا بھی ہوش نہیں ہے۔"

فسادات اور جماعتیں

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک مرتبہ اس عاجز سے ارشاد فرمایا کہ فسادات کے دنوں میں

بھی ہم نے جماعتوں کی نقل و حرکت بند نہیں کی بلکہ ہمیں جب بھی یہ معلوم ہوا کہ فلاں جگہ فساد ہو گیا ہے یا ایسے آثار موجود ہیں کہ اس علاقہ میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھے گی تو ہم نے جماعتوں کا رخ اسی طرف کو کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مقامات پر فسادات کی آگ نہیں بھڑکی اور جہاں فسادات ہو چکے تھے وہاں امن وامان ہوتا چلا گیا۔

حضرت جی نے ارشاد فرمایا جامعہ کی جوبلی انہیں فسادات کے زمانے میں ہوئی تھی لوگوں کی آمد و رفت بالکل بند تھی جامعہ والوں نے سوچا تبلیغی مرکز نظام الدین سے جماعتوں کو بلا لیا جائے نہ ہونے سے تو بہتر ہے اس موقعہ پر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت رائپوری بھی جلسہ میں موجود تھے میں بھی جماعتوں کو لیکر وہاں گیا۔ معلوم نہیں کہاں سے آدمی ٹوٹ پڑا، لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ اتنی بڑی تعداد تو امن وامان کے دنوں میں بھی نہ ہوتی میں نے وہاں سے جماعت کی تشکیل کی تھی حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے فرمایا تھا "تم ایسے وقت میں باہر جماعتیں کیوں بھیجتے ہو۔؟" میں نے عرض کیا تھا، حضرت! "میرا یقین ہے کہ جہاں جماعت جائے گی وہاں امن وامان ہو جائیگا۔"

مراد آباد کے اجتماع کے بعد

یوپی میں سب سے پہلا اجتماع مراد آباد میں ہوا تھا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب انتقال فرما چکے تھے اس اجتماع میں تقریباً سات سو آدمی باہر سے شرکت کے لئے آئے تھے بہت کوشش کی گئی بڑے بڑے علماء نے لوگوں کو توجہ دلائی مگر چاندپور، بجنور جیسے نزدیکی مقامات کے لئے بھی دس دس آدمیوں کی جماعتیں نہ بن سکیں اسوقت حضرت جی رح نے جلال میں آکر فرمایا:

"آج تم بجنور، چاندپور اور رامپور جیسے قریبی مقامات پر جانے کے لئے اور صرف تین تین دن کا وقت دینے کے لئے تیار نہیں ہو رہے ہو ایک وقت آئیگا جب تم شام جاؤ گے، مصر جاؤ گے، عراق جاؤ گے لیکن اس وقت اس کام کا رواج ہو چکا ہوگا۔ [۱]

وہ بدنصیب مقام نظر کیا پہچانے ∴ جوان کے دل کی بلندی کا راز نہ جانے

لوگوں نے دیکھ لیا کہ حضرت جی رح کا یہ فرمانا حرف بحرف صادق آیا یہاں تک آنے کے

---

[۱] الفرقان یوسف نمبر ص ۳۱۔

لئے حضرت جی نے کس لگن سے کام کیا ہوگا؟ کتنی محنتیں جھیلی ہونگی، کن کن مایوسیوں سے گذرنا پڑا ہوگا؟ اس کو وہ جانیں یا ان کا خدا جانے ہم تو بس اسی قدر جانتے ہیں کہ ایک دن وہ تھا اور دوسرا وقت یہ تھا کہ ہم نے حضرت جی کی زبان مبارک سے سن لیا تھا۔

"اب ہمارا یہ کام مرجعیت میں داخل ہوچکا ہے۔"

حق گوئی

حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مدنی رح کے بعد جرأت اور حق گوئی کا ظہور ہوا اس کا ثبوت پاکستان کا ایک خصوصی اجتماع ہے جس میں بہت سے وزیر تھے میزبان نے ہر ایک کا تعارف کرایا تو ارشاد فرمایا:

"بھائیو! معلوم نہیں آپ نے کن عہدہ داروں کا تعارف کرایا ہے۔ میرے بھائیو! وزیر تو مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی ڈاکٹر مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی اسی طرح تمام عہدوں کا حال ہے اس میں ہماری اور آپکی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہمارے اسلاف کا جب بھی تعارف کرایا جاتا تھا تو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ اتنی ملوں کا مالک ہے بلکہ یوں تعارف ہوتا تھا کہ یہ بدری ہیں، انہوں نے احد میں حصہ لیا ہے، انہوں نے فلاں غزوہ میں حصہ لیا ہے، یہ اتنے غزوات میں شریک ہوئے تھے، انہوں نے دین کے لئے یہ قربانیاں دیں۔" [1]

---

[1] المنبر ۱۲ ار محرم ۱۳۸۵ھ ۱۳۔

باب ہشتم

اجتماعات اور اطراف عالم میں دعوت

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے وصال کے بعد جب یوپی میں پہلا اجتماع مرادآباد شہر میں ہوا تو لوگوں کے جمود سے مایوسی ہوئی تھی کہ اب اجتماعات کس طرح کامیاب ہونگے اور کسطرح جماعتیں مختلف علاقوں میں جائیں گی؟ کیونکہ مرادآباد سے دس دس آدمیوں کی جماعتیں رامپور، چاندپور، بجنور جیسے قریبی مقامات کے لئے بھی تیار نہ ہوئیں تھی۔ اس وقت حضرت جی نے جوش میں آکر اپنے عزم کا اظہار کیا۔

"ایک وقت وہ آئیگا تم عراق جاؤگے، شام جاؤگے، مصر جاؤگے لیکن اس وقت یہ کام رجوع عام اختیار کرچکا ہوگا۔"

اس وقت کم ہمت اور عزم علیل رکھنے والوں کو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی یا بالفاظ دیگر شیخی معلوم ہوئی مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ آواز الہامی تھی جسکو شرف قبولیت حاصل ہوچکا تھا۔

یوپی میں کام کی نوعیت

بات کہنے کو کہدی گئی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ یہ کام یوپی میں کسطرح فروغ پائے۔ اگر یوپی کے مسلمان اسکو قبول کرلیتے ہیں تو ان کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ دوسرے ملکوں میں بھی داعی بن کر جاسکیں اس کے لئے دو ہی صورتیں تھیں ایک تو کام میں علماء کو شریک کیا جائے علماء کی شرکت کے لئے مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کی طرف نظر گئی یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت

رائیوری حیات تھے ان دونوں حضرات نے اس کام کی سرپرستی فرمائی، ان حضرات اور خصوصًا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زیدمجدہم کا شرکت فرمانا تھا کہ ان حضرات کے متوسلین بھی ادھر متوجہ ہوئے اور کام میں لگے اور کام آگے بڑھا حضرت شیخ الحدیث صاحب زیدمجدہم نے ارشاد فرمایا:-

"حضرت چچاجان کے انتقال کے بعد میں مولوی محمد یوسف صاحب کی ہمت بندھانے کے لئے بہت کافی دنوں تک نظام الدین رہا، مگر اب امراض نے ایسا گھیرا ہے کہ ہارون اور مولوی انعام الحسن صاحب کو میری ضرورت ہے مگر میں نہیں پہونچ پاتا ہوں"

اس سے بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ان اکابر نے اس کام کی طرف بہت کافی توجہ فرمائی ہے حضرت مدنی میوات کے اجتماعات میں جب شرکت فرمایا کرتے تھے تو مصافحہ کے بعد لوگوں سے یہی سوال ہوتا تھا "آپ نے چلہ کے لئے نام لکھوایا ہے یا نہیں؟"

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

حضرت جی کا یہ خیال تھا کہ آجکل انگریزی کا دور دورہ ہے دوسرے ملکوں میں کام پھیلانے والے اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات سے جوڑ قائم کرنے کے لئے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو کام میں لگایا جائے اور اس کے لئے مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے طلبا اور اساتذہ کی شرکت نہایت ضروری تھی لیکن یہ سوال بدستور تھا کہ علیگڈھ میں کام کسطرح شروع ہو۔ مولویوں کی وہاں بات کون سنے گا نہایت غور و خوض اور مشورہ کے بعد یہ چیز ذہن میں آئی کہ ضلع بلند شہر کے پٹھانوں کو کھڑا کیا جائے اور ان کے ذریعہ علیگڈھ کو دعوت دی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا بلند شہر، خورجہ کا دعوت میں شریک ہونا تھا کہ یونیورسٹی میں کام کی راہیں کھلیں۔

میں نے تبلیغ کے خاص اراکین کی زبانی سنا ہے کہ ابتدا میں علیگڈھ نے اس کام کو قبول کرنے سے بالکل انکار کردیا تھا۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ داڑھی والے حضرات کا گذر وہاں دشوار تھا لیکن ایک وقت وہ آیا کہ جب میں علیگڈھ گیا تو مجھے شناخت

کرنا دشوار ہو گیا کہ "یہ طالب علم ہیں یا یہاں کی مسجدوں کے مؤذن و امام ہیں"۔ نہایت سادہ شرعی لباس، چہرے نورانی، ماتھوں پر سجدوں کے نشانات، ٹخنوں سے اونچا پتلون یا پائجامہ، بھرا ہوا خط، یہ حالت دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی تھی۔

فریدی صاحب نے علیگڑھ کو بہت وقت دیا وہاں قیام کیا طلبار کو اپنے سے مانوس کیا وہاں سے نظام الدین لے گئے چھٹیوں کے اوقات وہاں لگوائے حضرت جی نے ان طلبار پر خاص توجہ فرمائی، نصیحت فرمائی۔

> "جو وقت آپ حضرات فضولیات میں خرچ کر دیتے ہیں اس کو دین کے کاموں میں لگا دو چھٹیوں کا سارا وقت تفریحات میں گذر جاتا ہے اس کو چلّوں میں لگا دو، ہم تمہیں تعلیم سے ہٹانا نہیں چاہتے۔"

ان طلبار نے جب ایسا کیا اور چلّوں سے آ کر محنت سے پڑھا کام کو یونیورسٹی میں پھیلایا تو پھر اساتذہ بھی نکلے، اساتذہ اور طلبار کی جماعتیں دوسرے ملکوں میں گئیں اور وہاں سے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو ہندوستان لایا گیا جنہوں نے یہاں کے انگریزی تعلیم یافتہ حلقوں میں کام کیا اور وہ حلقے اٹھے اور پھر ملک اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت جی رح کا وہ ارشاد حرف بحرف صادق آیا کہ جو انہوں نے مراد آباد کے اجتماع کے موقعہ پر فرمایا تھا

مصر و حجاز میں کام

حضرت جی کا خیال تھا کہ عالم اسلام میں کام پھیلانے اور پوری دنیا میں دین چمکانے کے لئے ضروری ہے کہ حجاز کو دعوت کو شروع کیا جائے کیونکہ یہ دین وہاں سے ہی پھیلا ہے چنانچہ حضرت جی رح نے حجاج کی جماعتیں بنائیں اور ان سے دو کام لئے ایک یہ کہ حج صحیح طریقہ پر ادا ہونے لگیں اور پھر ان کے ذریعہ حجاز میں یہ کام پھیل جائے وہاں جا کر مبلغین نے وہاں کے لوگوں سے کہا:۔

> "ایک چیز آپ کے یہاں سے چلی تھی اور ہم تک پہونچی آپ حضرات اسوقت بھی اس کے اہل تھے اور اب بھی اس کے اہل ہیں، دنیا نے آپ ہی سے دین سیکھا ہے اور اب بھی آپ کو یہی کام کرنا ہے۔"

شروع میں تو ہندوستانی مسلمانوں کے چہروں پر داڑھی دیکھ کر انکو یہودی سمجھا گیا حکومت نے بھی ان پر پابندیاں لگائیں لیکن جب سب پر حقیقت روشن ہوگئی تو پھر کام کی راہیں کھلیں۔

حجاز سے مصر جماعتیں پہونچیں جامعہ ازہر کے علماء کو توجہ دلائی گئی اور ان کو عرب حجاز اور ہندوستان کے شہروں میں بھیجا گیا۔ غرضکہ مختلف جوڑ اور رشتوں سے کام کے نقشے ابھرے اور کام دنیا میں چمکا۔

لندن میں اجتماع

لندن جیسی جگہ جو دہریت اور بے دینی کا مرکز ہے وہاں اجتماعات ہونا بہت بڑی کامیابی ہے۔ مجھ سے لندن کے ایک مبلغ نے کہا "شروع میں وہاں کے مسلمانوں کو حرام و حلال کی تمیز نہیں تھی سب مشین کا ذبیحہ کھاتے تھے ہم لوگوں نے مشورہ کر کے وہاں حلال گوشت کی دوکانیں کھولیں، نماز اور اجتماعات کا اہتمام کیا اور دینی کتابوں کی نشر و اشاعت شروع کی تو ایک وقت ایسا آیا کہ انگریز ہم کو کھڑا ہوا دیکھا کرتا تھا جب ہم نماز پڑھا کرتے تھے۔ اللہ نے یورپ میں اپنے دین کے لئے دروازہ کھولدیا پیرس، لندن، برلن وغیرہ جیسے مقامات پر مسجدیں بنیں اور اللہ تعالے کی توحید کی آوازیں بلند ہوئیں۔"

جماعت علماء یو۔ کے نے اپنے ایک استفتار "مشینری سے ذبیحہ" کے ضمن میں مجھے لکھا تھا کہ یہاں ۲۰۰ مسجدیں قائم ہو چکی ہیں۔ پیرس میں ایک گرجا کو خرید کر مسجد بنا لیا گیا۔ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے پہلے دورہ میں جامعہ قرطبہ اسپین کو بند پایا تھا اور اپنے دوسرے دورہ میں کھلا ہوا اور مسلمانوں کے قبضہ میں پایا۔

سطور ذیل میں لندن کے اجتماع کا حال پیش کیا جا رہا ہے جو بصورت مکتوب ہر یہ مکتوب حضرت جی کے پاس لندن سے آیا تھا جس کی اشاعت غلام رسول صاحب کلکتہ والوں نے کی تھی ان کے شکریہ کے ساتھ مکتوب درج ذیل ہے۔

(نقل خط ڈاکٹر محمد رفیق صاحب صدیقی علیگ از لندن بنام حضرت جی مدظلہ العالی)

ہار بنڈن، یو کے
۷ر اگست ۱۹۶۲ء

محترم حضرت جی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معاف فرمائیگا آپ کو خط اتنے عرصہ کے بعد لکھ رہا ہوں، آپکا خط مورخہ ۱۲ر صفر بذریعہ منور حسین صاحب موصول ہوا، آپ بزرگوں کی نصیحتیں واقعی یہاں کے زہریلے ماحول کا تریاق ہیں، اپنی کوشش ہمہ تن یہی رہتی ہے کہ اس پر عمل پیرا ہوا جائے اس ماحول میں اللہ کے احکامات پر چلنا واقعی بہت دشوار ہے لیکن اگر اللہ توفیق دے تو بہت آسان ہے۔ آپ سے حدیث سنی تھی جسکا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ایک وقت ایسا آئیگا جب زنا عام ہو جائے گا اور کھلے عام زنا ہوگا اور جو شخص زنا کے خلاف یہ کہیگا کہ اللہ سے ڈرو اور ذرا ہٹ کر آڑ میں کر لے تو اس شخص کو ثواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ثواب کے برابر ہوگا۔

یہاں سڑکوں پر، پارکوں میں، ریلوے اسٹیشن پر یہاں تک کہ ریل کے اندر سیٹوں پر بیٹھے ہوئے کھلے عام بوس وکنار جواں مرد اور عورتیں کرتے ہیں ان سے کچھ کہنے کی ہمت اپنی نہیں ہوتی ہاں دل میں کڑھن ضرور ہوتی ہے ہمارے کتنے ہی پاکستانی اور ہندوستانی بھائی ہیں جو یہاں کی عورتوں کے اس معاشرے کے مطابق اپنا منہ کالا کرتے ہیں اس فضا کو دیکھ کر آج سے چند سال قبل لوگ بے دھڑک یہ کہہ بیٹھتے تھے کہ لندن میں تبلیغ ناممکن ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی بجائے انسانی طاقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ماحول کا شکار خود ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن کا ایمان اللہ پر تھا جو دھارے کے خلاف تھیں ہے وہ اپنے عمل سے بتا گئے کہ تبلیغ اسلام ہے ہی اسی ماحول کے لئے۔

۴ر ۵ر ۶ر اگست ۱۹۶۲ء کے مانچسٹر میں ہوئے اجتماع نے اس بات کا پورا ثبوت دیا کہ جب کام اصول سے ہوگا تو ایسے گندے ماحول میں اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو دین پر چلنے کی راہیں آسان کر دیگا، مانچسٹر میں جو اجتماع ہوا تھا وہ اتنا پُراثر تھا کہ بیان سے باہر ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کوئی بڑا کام لینے والے ہیں ان حقیر انسانوں سے، اب

اس گندے ماحول کا خاتمہ نزدیک آگیا ہے، اللہ تعالےٰ یا توان لوگوں کو ایمان دیں گے ورنہ تباہی سے کوئی روکنے والا نہیں. جنہیں ہم طاقتور ملک 'BIGPOWER' کہتے ہیں وہ اپنی حفاظت شاید نہ کرسکیں آج دنیا سے وہ عظیم الشان حکومتیں جنکو روم ایمپائر، برٹش ایمپائر (جسمیں کبھی سورج غروب نہ ہوتا تھا) کہتے ہیں ختم ہوگئے. کل کو ان BIG POWER کا نمبر ہے. کاش ماحول سے متاثر ہوجانے والے ہمارے بھائی اس پر غور کریں اللہ تعالےٰ ہمیں اس ماحول سے مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس اجتماع میں جو مانچسٹر میں ۴، ۵، ۶ ر اگست کو ہوا کچھ عجیب باتیں دیکھنے میں آئیں. لندن والوں نے لکھا ہے کہ وہ ۴ ر اگست کی صبح وہاں سے موٹر پر روانہ ہونگے لندن سے مانچسٹر قریب ڈھائی سو میل دور ہے یہاں سے ہارینڈن قریب دو سو میل دور ہے، یہ نہیں طے کر پا رہا تھا کہ میں اکیلا کس طرح پر جاؤں ٹرین سے کوئی پچپن روپیہ کرایہ ہے. خیر اس کی تو فکر نہیں تھی بس ذرا اکیلے ہونے کی وجہ سے پریشانی تھی.

۳ ر اگست کی صبح ناشتے کے وقت عیسائی مسٹر جروائس سے اس کے بارے میں بات کی اس نے کہا کہ وہ شام کو لیورپول سے قریب تین میل آگے جائیگا کوئی بات جانے کی اس سے طے نہیں ہوئی. کوئی گیارہ بجے جیپ کار میں جروائس خود آیا اور کہنے لگا میں تمہارے لئے بذریعہ موٹر چار بجے سے پہلے چلوں گا اور تمہیں مانچسٹر چھوڑ دونگا اور اس کے بعد لیورپول چلا جاؤنگا مانچسٹر کے امیر غلام صابر صاحب کے گھر فون کردیا کہ میں نو بجے شام مسجد پہونچ رہا ہوں. بآسانی پانچ گھنٹے میں جروائس کیساتھ مانچسٹر پہونچ گیا وہاں لوگ مسجد میں واقعی میرا انتظار کر رہے تھے بہت خوش ہوئے رات کچھ بات ہوئی اور تین صاحب مقامی میرے ساتھ مسجد میں سوئے. صبح لیڈس کی جماعت آگئی ان کے ساتھ ظہر ہوئی اس کے بعد گشت کے لئے جماعتیں بنیں. جماعت باہر مسجد سے نکلی ہی تھی کہ منور حسین صاحب اور برمنگھم کی جماعت آگئی ہم لوگ گشت پر چلے گئے، لوٹ کر آئے تو معلوم ہوا کہ لندن موٹر کی جماعت سترہ اشخاص کی آگئی اس موٹر میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے چار یا پانچ حضرات ٹرین سے آئے اور شاید دو ایک نہ آسکے، گلاسکو کی جماعت آرہی

ہے. کیا یہ بھوپال کا اجتماع ہے. نہیں' یہ انگلستان میں مانچسٹر کا اجتماع ہے جس میں داڑھی والے بھی ہیں سوٹ والے بھی ہیں' آفیسر بھی ہیں تجار بھی ہیں' ڈاکٹر بھی ہیں' سائنسداں بھی ہیں' طالب علم بھی ہیں' بچے بھی ہیں' بوڑھے بھی ہیں' برٹش کابینہ کے لوگ بھی ہیں اور مدینہ منورہ کے لوگ بھی' کوئی ٹرین سے آیا ہے کوئی موٹر سے آیا کوئی کارواں سے آیا' یہ کس چیز کی تیاری ہے' یہ کیوں جمع ہورہے ہیں' یہ کیوں گھر چھوڑ کر مسجد میں آگئے' یہ اس ماحول میں گھر سے نکلنے والے ہیں' یہ اللہ کا حکم اونچا کرنے آئے ہیں یہ ایمان کو لینے اور ایمان بانٹنے آئے ہیں: آج دیکھیں وہ لوگ جو یہ کہتے تھے کہ لندن' انگلینڈ میں تبلیغ کہاں ؟.

کئی جماعتیں گشت کرنے نکل گئیں. مسجد سے باہر نکل کر خوب رو رو کر دعائیں ہوئیں مغرب بعد بات چیت ہوئی لندن والوں نے بتایا کہ راستے میں موٹر روک کر انہوں نے نماز گھاس پر پڑھی. انگریز اپنی موٹر روک کر دیکھتے رہے بعد میں سلام کیا یہ صرف نماز کا منظر تھا جو ان پر اثر انداز ہوا. بریڈ فورڈ سے قریب سولہ اشخاص آئے اور ان لوگوں کو بلند حوصلہ عطا فرمایا. ایک صوفی صاحب ہیں جو وہاں حدیث کا درس دیتے ہیں وہ بھی ہمراہ آئے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس ملک کے دو سالہ قیام میں پہلی بار تبلیغ میں نکلے ہیں تین چار حافظ قرآن اور چند قاری اس اجتماع میں تھے جن میں سے اکثر وہ لوگ تھے جو دین کیلئے بے چین نظر آتے تھے. بریڈ فورڈ والوں نے بتایا کہ انگریزوں نے اسکول میں Prayer اردو میں کرانی شروع کر دی ہے تاکہ مسلمان بچوں کو عیسائیت زیادہ سمجھ میں آئے وہاں گلاسکو میں اور لیڈس میں مسلمانوں نے مسجدوں میں بچوں کے لئے مدرسے کھولے ہیں اس اجتماع میں تقریریں بہت پر جوش ہوئیں اور اس کے بعد تین تین چلوں کی مانگ ہوئی یہ تین چلے میوات میں لگانے کے لئے لندن میں مانگے جارہے ہیں ہم نے علی گڈھ یونیورسٹی کے لئے بھی فرمائش کی. یہ تین چلے یہاں کے لئے بھی عجیب معلوم ہورہے تھے کئی ہزار کے خرچ کا سوال تھا لیکن اللہ تعالے جس سے چاہیں کام لیں.

چھ ہزار میل دور جگہ کے لئے انگلستان کے ایمان سوز ماحول میں چار ماہ کے لئے یہ نام آئے ہیں:۔

ابراہیم نسیم اللہ، رشید عالم (لندن) محمد عظیم (مانچسٹر) غلام حسین (بریڈفورڈ) محمد اسحاق (گلاسکو) نیاز محمد، دیوان جی (لندن) زمان الحق (لیڈس) کے ہیں۔ باقی حضرات ایک ایک ہفتہ اور تین تین دن کے لئے بہت سے تیار ہوئے۔ عشاء کے بعد حکایاتِ صحابہ ہوئی اور لوگ سو گئے۔ فجر کے بعد نمبروں پر باتیں ہوئیں، پھر سو گئے (یہاں رات بہت چھوٹی ہوتی ہے) ناشتہ ہوا، گشت ہوئے ظہر اور عصر تک بات ہوئی برٹش گیانہ کے لوگ انگلش میں تقریریں کرتے رہے

جنوبی امریکہ کے ایک صاحب تھے انہوں نے انگریزی میں چھ نمبر سمجھائے۔ مزید نام اللہ کی راہ میں نکلنے کو آئے۔ شام کو لیڈس کی جماعت روانہ ہوگئی، صبح بریڈفورڈ کے لئے چل دئے، برٹش گیانہ والے چلدئے، لندن اور برمنگھم والے ۷ راگست پیر کے دن کوونٹری میں لگانے چلے گئے لوگ روانہ ہوتے وقت گلے مل مل کر روانہ ہو رہے تھے واقعی دیکھنے کے قابل منظر تھا اس عالمی کام کرنے کا مصمم ارادہ دل میں اور دعائیں لب پر ہیں) لوگ بذریعہ کار، ٹرین اور کارواں واپس ہوئے ان کا وقت وینٹری میں گشت کرنے میں لگا اور چھ بجے وہاں سے روانہ ہوئے، احباب نے مجھے ہارینڈن اتار دیا، مانچسٹر سے ہارینڈن کا کرایہ تین روپے کی بجائے صرف ساڑھے تین شلنگ یعنی تقریب ڈھائی روپیہ کے دینے پڑے۔ یہ باتیں واقعی عجیب و غریب تھیں جس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کچھ بڑا کام ہدایت کا لینے والا ہے۔

کاش اب بھی ہم سوئے ہوئے مسلمانوں کو کچھ ہوش آجائے کاش اب بھی ہماری زندگی دین حق پر آجائے مبارک ہیں وہ لوگ جو اس محنت کو کرتے ہیں، ہم بدعملوں کو اللہ تعالٰی ان کے طفیل سے نجات عطا فرمائے۔

فقط والسلام

خادم رفیق احمد بقلم مشتاق احمد

جاپان میں اشاعتِ اسلام

جناب عبدالرشید ارشد صاحب اپنی کالج کی تعلیم کے دوران میں تبلیغی کام سے وابستہ ہوئے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں حاضر رہے۔ متعدد اسفار اندرون ملک کئے، تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں کسی بڑے سرکاری عہدہ پر فائز رہے اسی دوران جاپان میں کسی تربیتی کورس کے سلسلہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ تشریف لے گئے جاپان میں تبلیغی کام کا وسیع تجربہ ہوا، ۱۹۶۲ء میں حکومت سعودیہ عربیہ کی دعوت پر ٹیلی گراف کے محکمہ میں فائز رہے موصوف نے جاپانی زبان میں قرآن پاک کے ترجمہ کو حاجی محمد عمر میتا صاحب کی مدد سے پورا کر دیا اسی سلسلہ میں گذشتہ سال مدینہ منورہ میں مشورہ تھا ۱۵ر شعبان کو روزہ رکھ کر اور احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں کار کے حادثہ میں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مکتوب جناب ارشد صاحب:۔ اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ ...... کے ہوائی اڈہ پر جو آپنے امر کیا تھا اس کے امتثال میں جاپان کے حالات ارسال خدمت ہیں۔ امریکہ کے حالات آئندہ کبھی لکھوں گا۔

جاپان کی مذہبیت

گذشتہ جنگِ عظیم سے پہلے جاپان میں خاص مذہب کی پابندی تھی وہاں کے قابل ذکر مذاہب دو ہیں بدھ مت، شنٹوازم، اسلاف پرستی ان دونوں مذہبوں کا جزو لاینفک ہے بادشاہ کا شجرۂ نسب سورج دیوتا سے ملایا جاتا ہے اور اسکی اور اس کے آباء و اجداد کی تعظیم و تقدیس ہر جاپانی کے مذہبی فرائض میں داخل ہے، بادشاہ کے حکم سے جنگ انکے نزدیک ویسا ہی مقدس فعل ہے جیسا کہ اسلام میں دین کے لئے جہاد، گذشتہ جنگ عظیم میں جاپانی فوجیں ملک سے باہر جانے سے پہلے مندروں میں حاضری دیتیں اور واپسی پر اپنے دیوتاؤں کو خراجِ عقیدت پیش کرتیں۔

ان کے مذہبی اور سیاسی لیڈروں نے انہیں یقین دلایا تھا کہ اس جنگ میں ان

کے دیوتاؤں کی رضا ہے اس لئے فتح ان کی ہوگی لیکن جب جنگ میں شکست ہوئی تو مذہبی عقائد میں ایک عمومی تنزل رونما ہوا اور وہاں ایک مذہبی بحران اور ذہنی خلا کی صورت پیدا ہوگئی یورپ اور امریکہ کی مسیحی حکومتیں (جو مسیحیت کی تبلیغ کو سیکولرازم کے خلاف نہیں سمجھتیں) اس حقیقت کو بھانپ گئیں اور ادھر تو امریکی فوجوں نے جاپان کی سرزمین میں قدم رکھا ادھر تقریباً ہر مغربی ملک سے عیسائی مشنریوں کی فوج اس ملک میں داخل ہوئی جگہ جگہ گرجوں کی تعمیر ہوئی مشن اسکولوں کا جال بچھایا گیا اور مسیحیت کی اشاعت کیلئے تمام حربے استعمال کئے گئے جو ان کے اسلحہ خانہ میں تھے جنرل آئزن ہاور نے اپنی ایک ریڈیائی تقریر میں یہاں تک کہہ دیا تھا۔

"جاپان کا ایک مسیحی ملک بن جانا چند سالوں کی بات ہے۔"

لیکن وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جنرل آئزن ہاور کی پیشین گوئی غلط نکلی اور عیسائی مشنریوں کو وہ کامیابی حاصل نہ ہوئی جس کی انہیں توقع تھی جاپان کی عیسائی آبادی ایک فیصد سے بہت کم ہے اس کی ایک وجہ تو موجودہ عیسائی مذہب کا جاپان کی عقل سلیم کے لئے قابل قبول نہ ہونا اور دوسری وجہ سیاسی ہے یہ عیسائی مذہب رکھنے والے جنگ میں جاپان کے دشمن اور حریف رہے ہیں بلکہ تاریخ انسانی میں سب سے پہلا ایٹم بم جاپان میں پڑا اور یہ اسی مذہب والوں کے ہاتھوں ہوا، جاپانی ذہنیت بھلا اسے کیسے فراموش کر سکتی تھی غالباً ایسی ہی وجہ جاپان میں روس کی اشتراکیت کو غیر مقبول ہونے کی ہے۔

عیسائیت اور اشتراکیت کے بعد اب اسلام ہی ایک ایسا مذہب رہ جاتا ہے جو جاپان کے ذہنی خلا کو پُر کر سکتا ہے اور اسی وجہ سے وہاں اسکا استقبال ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روحیں اس کے لئے پیاسی اور قلوب اس کے لئے منتظر ہیں بعض مرتبہ تو حیرت ہوتی تھی کہ اتنی سی بات کہی گئی اور سننے والے فوراً اسلام لے آئے

جاپان میں تبلیغ اسلام

ایک مرتبہ ہم ٹوکیو (جاپان کی دارالسلطنت) کی جامع مسجد سے نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک

فلاسفر قسم کا جاپانی مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہے۔ دریافت کرنے پر اس نے بتلایا کہ وہ ایک آرٹسٹ ہے اور اخبارات میں تصویروں پر اس کی تنقید کی بہت قدر ہے اس نے کہا کہ میں نے ایک روسی زبان میں ایک ناول پڑھا ہے جس میں ایک مسلمان کا کیرکٹر تھا وہ موت سے قطعاً نہیں ڈرتا تھا اور سخت سے سخت خطرہ میں کود پڑتا تھا، کسی دوست نے بتلایا کہ ٹوکیو میں اس جگہ مسلمانوں کا معبد ہے اور وہ ہر جمعہ کو وہاں جمع ہوتے ہیں اسی لئے وہ یہاں آیا ہے کہ مسلمانوں سے اسلام کو سمجھے۔

ہم اسے اپنے ساتھ اپنی جائے قیام پر لے آئے چائے وغیرہ سے تواضع کی میرے دل میں اللہ نے ڈالا اور اپنے ترجمان الحاج عمر میتا کے ذریعہ اس سے کہا کہ اسلام کلمہ پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے اس سے پہلے نہیں۔ اتنی سی بات پر وہ فوراً مسلمان ہونے کے لئے تیار ہو گیا حاجی عمر میتا نے اسے مسلمان کیا عصر کی نماز اس نے ہمارے ساتھ پڑھی۔

ایک مرتبہ ایک نومسلم جاپانی اپنے ایک غیر مسلم دوست کو ساتھ لایا جو ہمارے وارڈ کی سوشلسٹ پارٹی کا سکریٹری تھا، آتے ہی اس نے سوال کیا "اسلام سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش کے متعلق کیا کہتا ہے"؟۔ میں نے کہا:۔

"اسلام میں معاشرہ کی بنیاد حقوق پر نہیں فرائض پر ہے، سرمایہ دار کے حقوق کو اسلام مزدور کا دین بتاتا ہے اور مزدور کے جائز حقوق کو سرمایہ دار کے فرائض میں شامل کرتا ہے، اس لئے صحیح اسلامی معاشرہ میں طبقاتی کشمکش ناممکن ہے[1]"

بزرگوں سے سنی ہوئی یہ بات اس کے دل میں گھر کر گئی اور وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک نومسلم مُصر ہوا کہ جماعت میرے گھر آئے اور میری دو لڑکیوں کو اسلام کی دعوت دے جو یونیورسٹی میں ایم اے میں پڑھتی ہیں اور انگریزی ادب ان کا

---

[1] واضح رہے کہ یہ ملفوظ حضرت جیؒ کا ہے۔ علماء میں سے کوئی بھی ایسے انداز میں اسلام کو پیش نہ کر سکا۔ افسوس!

مضمون ہے، اس کے اصرار پر ہم اس کے گھر گئے، لڑکیوں سے بات کی لیکن گھر کا ماحول اس قدر دعوت کیلئے مناسب نہ تھا بات چل نہ سکی۔ ہم نے باہم مشورہ کر کے انہیں اپنے یہاں کھانے پر بلایا۔ اس دوران میں کسی معاند نے ان کے ذہن کو مسموم کرنے کی کوشش کی اور بتلایا کہ اسلام میں عورتوں پر ظلم ہوتا ہے انہیں گھر میں مقید رہنا پڑتا ہے اور زندگی کے مزے جو مردوں کو حاصل ہیں عورتیں اس سے محروم ہیں

دعوت کے روز یہ دونوں بہنیں ہمارے گھر میں داخل ہوتے ہی بولیں ہم کھانا بعد میں کھائیں گے پہلے ہم کو بتلایا جائے کہ اسلام مرد اور عورت کی مساوات کے لئے کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا تم چاہو تو اس کا جواب براہِ راست اللہ کی کتاب میں دیکھ لو کہنے لگیں بہت اچھا، میں نے پکتھال کا گلوریس قرآن (انگریزی ترجمہ جو بغیر متن کے ہے) سے مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ ان کے سامنے نکال کر رکھ دیا۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ	بلاشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور
وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ	مومنہ عورتیں، اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی
إلى قوله	کرنے والی عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور
مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا	محنت جھیلنے والی عورتیں اور دبے رہنے والے مرد

اور دبی رہنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور شہوت کی حفاظت کرنے والے مرد اور شہوت کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کو یاد کرنیوالے مرد اور اللہ کو یاد کرنے والی عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے معافی اور بہت بڑا ثواب رکھا ہے۔

اور کہا۔ دیکھو! اسلام بڑی سے بڑی کامیابی میں بھی مرد اور عورت میں ذرا بھی امتیاز نہیں کرتا اگر مرد جنت الفردوس میں داخل ہو سکتا ہے تو خدا کی قسم ایک عورت بھی وہاں پہونچ سکتی ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے ہمیں آپسمیں مشورہ کرنے دو، کمرے کے ایک کونے میں ان دونوں لڑکیوں نے چند منٹ کے لئے کانا پھوسی کرنے کے بعد

یک زبان ہوکر کہا، ہمیں ابھی مسلمان کرلو۔ ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔
ان واقعات سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اسلام کے لئے جاپان میں استقبال کیسا ہے، ان سب کے باوجود کہ عیسائی مشنریوں نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلام پر نام نہاد کتابیں لکھیں جن کو ملک بھر میں پھیلا رکھا ہے جن میں اسلام کی بہت گھناؤنی تصویر ہے
ایک دفعہ ایک سفر میں ریل میں میرا ایک جاپانی ہمسفر ایک کتاب پڑھ رہا تھا آغاز گفتگو کے لیئے میں نے اس سے کہا کیوں جی! اسلام پر بھی آپ نے کوئی کتاب پڑھی ہے؟" کہنے لگا جی ہاں! ایک بہت بڑی کتاب" میں نے پوچھا بھلا کونسی؟ نہایت سنجیدگی سے جواب دیا "الف لیلے"
اسلام تبلیغی جماعتوں سے پہلے ہی جاپان میں داخل ہوچکا تھا ترکی انقلاب کے بعد ایک ترک بزرگ شیخ ابراہیم وشاد مہاجر الی اللہ ہوکر جاپان میں آئے یہاں انہوں نے حق کی صدا لگائی ایک مختصر جماعت ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئی۔ شیخ ابراہیم کی وفات ٹوکیو میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ دوسری صورت جاپان میں اسلام کے آنے کی یہ ہوئی کہ چین، ملایا، انڈونیشیا، برما کے علاقوں پر جاپانی تسلّط کے درمیان بعض سعید روح والے جاپانی نیک لوگوں نے مسلمانوں سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا تھا، حاجی عمر میتا صاحب جو اس وقت جاپان میں تبلیغ کے روح رواں ہیں، نے حکایاتِ صحابہ کا ترجمہ جاپانی زبان میں چھاپا ہے، اس کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور آج کل قرآن شریف کا ترجمہ جاپانی زبان میں کر رہے ہیں۔

حاجی عمر میتا

حاجی عمر میتا اسلام لانے کا اپنا قصہ یوں سناتے ہیں:۔
"یونیورسٹی سے معاشیات کی ڈگری لینے کے بعد میں منچوریَن ریلوے میں ملازم ہوگیا منچوریا اس وقت جاپان کے قبضہ میں تھا وہاں جب میں اپنی ملازمت کی میعاد ختم کرچکا تب پاپیادہ اندرونِ چین کی سیاحت پر روانہ ہوا۔ میرے پاس قدیم جاپانی طبابت کا فن تھا۔ سیاحت کے دوران میرا گذر ایک

گاؤں میں ہوا جس میں اکثر مسلمان تھے اسی گاؤں کی مسجد کے امام صاحب بیمار تھے جب لوگوں کو پتہ چلا کہ میں علاج کرنا جانتا ہوں تو انہوں نے امام صاحب کے علاج کرنے کی درخواست کی، میں نے علاج شروع کیا، اس دوران میں انہوں نے مسجد کے ایک حجرے میں میرے قیام کا بندوبست کیا، میں چینی زبان جانتا تھا چینی زبان میں اسلام پر کتابیں وہ مجھے دیا کرتے تھے اور میں پڑھتا رہتا تھا۔ علاج نے طول کھینچا اور مجھے اسلام اور مسلمانوں کا مطالعہ کرنے کا خوب موقع ملا۔ ایک تو غیر مسلم چینیوں کی بہ نسبت مسلمان چینیوں میں طہارت اور صفائی کا میں نے زیادہ اہتمام پایا، پھر ان کے اخلاق کو میں نے بہت بلند پایا، میں روزانہ پنج وقتہ نمازوں میں دیکھا کرتا تھا جس سے میرا دل اسلام کی طرف کھنچنے لگا۔ چنانچہ جب امام صاحب شفایاب ہوئے تو میں پورے طور پر اسلام کا گھائل ہو چکا تھا اور پھر میں نے وہیں اسلام قبول کیا۔"

کام کا طریقہ

جاپان میں ہمیں کئی آدمی ملے جنہیں اس راہ سے اسلام نصیب ہوا۔ تبلیغی جماعتیں جاپان میں ۱۹۵۸ء سے جانا شروع ہوئیں جیسا کہ حضرت مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں، تبلیغی جماعتوں کا ٹکنک مخصوص ہے اس کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے اعمال کے ساتھ محبوبیت خداوندی کے وعدے ہیں اور جس کے ساتھ اللہ محبت کریں انسانوں کے قلوب اس کی طرف جھکا دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے چھ بڑے اعمال جنہیں تبلیغ میں خصوصی اہمیت دی جاتی ہے اور جو تبلیغ کے چھ نمبر کہلاتے ہیں۔ تبلیغی جماعت ایک سیار معاشرہ ہے جس میں ان اعمال کی مشق ہوتی ہے۔ اگر تبلیغی جماعت صحیح اصولوں پر چل رہی ہو تو اس سے متاثر ہونا یقینی ہے اور یہ سب نسبت محمدی کی کارگیری ہے اس ٹکنیک سے ہزاروں کی اصلاح ہو چکی ہے۔

غیر مسلم ممالک میں بھی جماعتیں اسی ٹکنیک سے کام لیتی ہیں جاپان میں ہر ماہ تین روز کی جماعت نکالنا ہمارا معمول تھا تاریخوں کا ایک ماہ پہلے سے اعلان ہو جاتا تھا نو مسلمین اور غیر مسلمین میں جماعت کے ساتھ خروج کی دعوت چلتی رہتی تھی۔ ان سفروں

میں شریک ہونے والے مسلمان جب گھروں کو لوٹتے تھے تو ایمان میں قوت اور اعمال میں پختگی کیساتھ لوٹتے اور غیر مسلم ، مجھے بہت کم یاد ہیں جو جماعت میں نکلے ہوں اور پھر بغیر کلمہ پڑھے واپس ہوئے ہوں ۔

ایلنجی بدھ مندر ایلنجی ایک بدھ مندر ہے جو ٹوکیو سے تقریباً سو کلو میٹر جنوب میں ماناشی ضلع میں واقع ہے ، یہ ضلع ماؤنٹ فجی (مشہور پہاڑ) اور انگوروں کے باغوں کے لئے مشہور ہے ۔ جولائی ۱۹۶۰ء میں جماعت ایلنجی کیطرف نکالی گئی اس کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ اس ضلع (پری فکچر) کے دو طالب علم جماعت کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے بعد پاکستان گئے ہوئے تھے جہاں وہ جماعتوں کے ساتھ تربیت حاصل کر رہے تھے وہ اپنی پری فکچر کے اخبار کو تبلیغی اسفار کے حالات اور کوائف کو لکھتے تھے جو انہیں سلسلہ وار چھاپتا تھا ۔ ان مضامین میں ہماری جماعت کا بھی ذکر تھا ایک روز اسمیں پری فکچر کے ایک بڑے قصبہ اتران کے میئر کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا کہ آپ لوگ ایلنجی میں تشریف لائیں یہاں کے لوگ آپ لوگوں سے ملاقات کرنے کے مشتاق ہیں ، ہم نے اس دعوت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی ماہ کا خروج ایلنجی کی طرف طے کیا ۔ جماعت میں بیس کے قریب مسلم اور غیر مسلم جاپانی شریک تھے ، شہر کے عمائدین نے اتران ریلوے اسٹیشن پر جماعت کا خیر مقدم کیا اور پھر جلوس کی شکل میں لے جاکر ہمیں ایلنجی مندر میں اتارا ، یہ مندر قدیم جاپانی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاپانیوں نے اس کی تعمیر میں اپنا دل نکال کر لگا دیا ہے وہاں ایک موٹا لمبا رسہ عورتوں کے بالوں کا بنا ہوا رکھا دیکھا اس رسہ سے مندر کے شہتیروں کے حمل و نقل کا کام لیا گیا تھا ۔ نچلی منزل میں جگہ جگہ بت استادہ تھے ۔ مندر کا مہا پروہت جسے یہاں کی زبان میں بوساں کہتے ہیں ان بتوں کی زیارت کراتے وقت دیوتاؤں کی تاریخ بیان کرتا اور ہم اس کے جواب میں

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط	بلاشبہ تم اور جن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہیں ۔

پڑھتے تھے جماعت کے لئے اوپر کی منزل میں ایک بڑے ہال میں قیام تجویز ہوا، ظہر کی نماز کا وقت آچکا تھا، زور سے اذان پڑھی گئی، جس سے مندر کے در و دیوار گونج گئے معلوم نہیں کب سے اس راہ کے لئے ترس رہے تھے۔ مندر کے احاطہ میں صاف شفاف قدرتی چشمہ تھا جس میں سب نے وضو کیا جماعت کی نماز میں مسلم اور غیر مسلم سب شریک ہوئے ہر نماز میں یہی صورت رہی۔ اذان و نماز تبلیغی کام کا سب سے اہم جزو ہے اکثر قلوب اس آواز اور اس منظر کو دیکھ کر اسلام کے آگے جھکے۔ نماز کے بعد تبلیغی کام کا پروگرام شروع ہوا تعلیم کا حلقہ ہوا جس میں فضائل کی کتابوں سے احادیث پڑھی جاتی تھیں ان کا مذاکرہ ہوتا حضور صلعم کی سیرت اور صحابہ رضہ کے حالات بیان ہوتے ان ہی حلقوں میں غیر مسلم سامعین کے سوالات کے جوابات بھی دئیے جاتے ایک سوال جو اکثر پوچھا جاتا "آپ لوگ بتاتے ہیں اسلام قوموں کو بلند کرتا ہے لیکن یہ کیا بات ہے کہ ہم کسی مسلم ملک کو غیر مسلم ملک سے بلند نہیں پاتے؟ بلکہ ہر لحاظ سے ان پر غیر مسلم ممالک فوقیت رکھتے ہیں۔" اس کا کیا جواب ہے؟۔

اس سوال سے دلوں پر جو گذرتی ہے ظاہر ہے، کہ ہائے آج مسلمان اسلام کی خدمت تو کیا کرتا وہ تو اسلام اور غیر مسلموں کے درمیان حجاب بن کر رہ گیا ہے۔

اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں؛

"دوستو! اسلام ملک کا نام نہیں ہے، اسلام حضور صلعم کی لائی صفات اور تعلیمات کا نام ہے۔ آج مسلم ممالک کے ادبار کی وجہ اسلام نہیں ہے بلکہ ان صفات کا فقدان ہے، ہم تمہیں آج کل کے مسلم ممالک کے مسلمانوں جیسا بننے کی دعوت نہیں دیتے بلکہ ہماری دعوت تو صحابۂ کرام جیسا بننے کی ہے جنہوں نے ان صفات کو اپنایا تھا اور انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ کبھی اتنے کم انسانوں نے اتنے کم وسائل کے ساتھ اتنے کم عرصہ میں وہ ترقی کی ہو جو انہیں نصیب ہوئی۔ الحمدللہ عموماً اس جواب سے ان کی تسلّی ہو جاتی ہے اور صحابۂ کرام رضہ کے حالات سننے کا ان کے دل میں شوق بڑھتا ہے غالباً اسی وجہ سے حاجی عمر میتا نے حکایاتِ صحابہ کے انگریزی

زبان کے مسودہ کو نہایت قلیل عرصہ میں جاپانی زبان میں منتقل کیا اور ہمارے قیام کے دوران ٹوکیو یونیورسٹی نے اسے بہت دیدہ زیب کتاب کی صورت میں "صحابہ موتوگتولی" کے نام سے چھاپا اور ملک بھر میں یہ کتاب پھیلائی گئی اور سنتے ہیں بہت مؤثر ثابت ہوئی

سیتو صاحب کا اسلام

ان مجالس میں ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے تین روز ہمارا قیام رہا اور آخری دن چھ جاپانی مسلمان ہوئے تقریباً سب کا تعلق سوسائٹی کے اونچے طبقہ کے ساتھ تھا۔ کومورا صاحب جنکی دو صاحبزادیوں کا قصہ میں اوپر نقل کر آیا ہوں اسی مندر میں مسلمان ہوئے تھے ٹوکیو سے آنے والے احمدزکی جو وہاں سعودی سفارت خانے کے سکریٹری تھے اور ایک عرب تاجر محمد امین مکّی بھی ہمارے ساتھ تھے ان کے لئے یہ بات بڑی عجیب تھی کہ جاپانی لوگ اپنے مندر میں اپنے بتوں کے سامنے کلمۂ توحید پڑھیں اور اسلام میں داخل ہوں چنانچہ جب ٹوکیو واپس ہوئے تو چند روز کے بعد سعودی عرب کی حکومت کے وزیر نشر و اشاعت شیخ عبداللہ بالخیر سرکاری دورہ پر ٹوکیو تشریف لائے احمدزکی صاحب نے ان سے ایلچی کے حالات بیان کئے انہیں بہت حیرت ہوئی ہم سے اور نومسلم جاپانیوں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی جمعہ کی نماز کے بعد ملاقات طے ہوئی جب وہ جمعہ میں تشریف لائے تو نماز پڑھنے والوں میں جاپانی مسلمانوں کی اکثریت اور بعض کے چہروں پر داڑھی اور پیشانی پر سجدوں کے نشانات دیکھ کر بے اختیار رو پڑے، اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی فرمانے لگے، اب مجھے اس آیت کی حقیقت سمجھ میں آئی ہے:۔

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ	اگر تم نے اعراض کیا تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو زیر بجالائے گی اور وہ پھر تمہاری طرح نہ ہونگے۔

ہم عرب دین کی خدمت سے قاصر رہے، اللہ پاک نئی نئی قوموں سے اپنے دین کا کام لے رہا ہے۔ فرمانے لگے اب میرا دل بھر آیا مجھ سے بات نہ ہو سکے گی، میں عشاء میں پھر آؤں گا اور ان جاپانیوں سے نومسلموں سے گفتگو کرونگا۔ مسجد کی کنجی،

ہمارے پاس ہی رہا کرتی تھی، عشاء کے وقت ہم نے مسجد کا دروازہ کھولا اور اذان پڑھی چند جاپانی دوستوں کو بلایا تھا شیخ بھی ہمارے ساتھ تشریف لائے، نماز کے بعد حلقہ میں بیٹھ گئے اور ایک ایک سے انہوں نے پوچھا تم کیسے مسلمان ہوئے ؟ اکثر نے جماعت کے ماحول کی وجہ بتلائی، عبدالکریم سیتو صاحب جو آج کل جاپانی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر ہیں اور کئی بین الاقوامی کانفرنسوں میں جاپانی مسلمانوں کی نمائندگی کر چکے ہیں۔ ان کی گفتگو قابلِ ذکر ہے۔

شیخ: آپ کیسے مسلمان ہوئے۔؟

سیتو صاحب:۔ حضرت میں دس برس تک ایک مسلم ملک میں جاپانی سفارتخانے میں رہا وہاں کے مسلمانوں سے میں ذرا بھی متأثر نہ ہوا بلکہ انکی معاشرت اور ان کے معاملات سے میرے دل میں اسلام سے بُعد ہی رہا لیکن جب تبلیغی جماعت کے ساتھ میں نے اوساکا تک سفر کیا، اوساکا ریلوے اسٹیشن پر جب انہوں نے نماز پڑھی تو میرا دل مکمل طور پر اسلام کی طرف کھنچنے لگا اور اسی وقت میں مسلمان ہو گیا

شیخ: کیا تمہاری بیوی بھی مسلمان ہے ؟

سیتو صاحب:۔ افسوس کہ نہیں !

شیخ:۔ کیا تم نے کبھی اس کو مسلمان ہونے کی دعوت دی ؟

سیتو صاحب:۔ ضرور دی ہے لیکن وہ میرے ساتھ میں رہ چکی ہے میری دعوت کے جواب میں کہنے لگی، میں دیکھ چکی ہوں کہ مسلمان کیسے ہوتے ہیں۔ کاش میری بیوی وہ مسلمان نہ دیکھتی تو آسانی سے مسلمان ہو جاتی اس کے بعد سیتو صاحب نے فارسی کا یہ جملہ کہا۔

در اسلام ہیچ عیب نیست ؛ ہمہ عیب در مسلمانیٔ ما است

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس واقعہ سے چند ماہ بعد سیتو صاحب کی بیوی، دو لڑکیاں، دو لڑکے یعنی پورا خاندان مسلمان ہو گیا۔ پچھلے سال سیتو صاحب کی بیوی نے وفات پائی ہے۔ اس کی لاش سب سے پہلے منجوابن کے مندر کی زمین

میں دفن ہوئی جو مسلمانوں نے اپنے قبرستان کے لئے حاصل کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ سیتو صاحب نے اپنے بڑے لڑکے سعید سیتو کو ٹوکیو کے ایک کالج سے الگ کر کے دینی تعلیم کیلئے مدینہ منورہ بھیج دیا ہے اور وہ آج کل وہیں تعلیم پا رہے ہیں

منجوابن مندر

اس کا قصہ بھی سن لیجئے، میں عرض کر چکا ہوں کہ انجمن کے قیام میں چند بوسان بھی شریک تھے ان میں منجوابن کا بوسان بھی تھا ر ماماناشی پوری فکیچر کے پہاڑ پر ایک خانقاہ ہے۔ ہم ایک سفر سے لوٹے تو اس بوسان کا خط حاجی عمر میتا کے نام آیا جس میں اگلے ماہ (اگست) میں جماعت کو منجوابن آنے کی دعوت تھی ہم نے دعوت قبول کرلی اور اگست میں تین دن کا خروج منجوابن کے لئے قرار پاگیا، اس مرتبہ بھی کوئی بیس کے قریب مسلم غیر مسلم افراد شامل تھے، بوسان صاحب نے ریلوے اسٹیشن پر جماعت کا استقبال کیا اور پھر جماعت موٹروں میں منجوابن کی طرف روانہ ہوئی، راہ میں دونوں طرف انگوروں کے باغات تھے جو میلوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں موٹریں رکیں جہاں بوسان کے معتقدین نے جماعت کی چائے سے تواضع کی پھر پیدل پہاڑ پر چڑھنا ہوا، پہاڑ کے اوپر بوسان کی خانقاہ تھی جو دو مندروں پر مشتمل تھی ایک مندر بدھ مذہب کا اور دوسرا شنتو مذہب کا تھا اور بوسان صاحب دونوں مندروں کے مشترک پروہت تھے ہم نے شنتو مندر اپنے قیام کے لئے پسند کیا کیونکہ اس میں بت نہیں تھے۔

خانقاہ بہت دل فریب قدرتی مناظر سے گھری ہوئی تھی سامنے جاپان ایلپ پہاڑ کا سلسلہ تھا جو اگست کے مہینے میں بھی برف سے سفید تھا، شفاف تالابوں میں خوبصورت مچھلیاں، پھولوں سے لدے ہوئے درخت، چھوٹی چھوٹی آبشاریں دامن دل کو کھینچتی تھیں۔ حسبِ معمول اپنا پروگرام شروع کیا، بوسان اور ان کی بیگم نے بہت خاطر مدارات کی، دونوں نماز میں ہمارے ساتھ برابر کے

شریک ہوتے اور دوسرے پروگراموں میں بھی۔

"جوتے" یہاں رسم چائے نوشی کی ایک مجلس ہوتی ہے جو نہایت معزز مہمانوں کے احترام میں منعقد کی جاتی ہے، بوسان کی بیگم نے ہمارے احترام میں اس تقریب کا اہتمام کیا جس کی تفصیل بذات خود ایک مضمون ہے، دوسرے روز تعلیم کے دوران بوڑھے بوسان نے حاجی عمر میتا کے ذریعہ مسلمان ہونے کی خواہش کی۔ یوں ایک مذہبی رہنما کا اپنے معبد کے اندر اسلام قبول کرنا، یہ ہمارا پہلا تجربہ تھا ہمارے امیر جماعت تو فوراً جائے نماز بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئے اور مجھ سے فرمایا تم سنبھالو، ہمیں اس کے اسلام لانے سے مسرت تھی لیکن ڈر یہ تھا کہ کہیں اس کے معتقدین میں چہ میگوئیاں نہ ہوں اور ہمیں ناگوار حالات سے دوچار نہ ہونا پڑے اس لئے ہم چاہتے تھے کہ تنہائی میں کلمہ پڑھا دیں۔ میں نے بوسان کی درخواست پر کہا کہ جب تمہیں توحید و رسالت پر یقین ہے تو تم مسلمان ہو ہی گئے باقی رسوم کسی اور وقت ادا ہو سکتی ہیں جلدی ہی کیا ہے۔؟

بوسان بولے دیکھو جی! پہلے میرا قصہ سن لو، یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا قصہ سنایا:۔ "آج سے ٹھیک تین ماہ پیشتر ایک روح میرے پاس آئی اور اس نے مجھے خبر دی کہ تمہارے مندر میں ہمالیہ پہاڑ کے دیوتا آنے والے ہیں تم ان کا اکرام کرنا، یہ دیکھو! میں نے ڈائری میں لکھ لیا ہے۔ یہ تو میں جانتا تھا کہ ہمالیہ ہندوستان پاکستان کے شمال میں ہے لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہاں کے دیوتا میرے مندر میں کیسے آئیں گے۔ پچھلے مہینہ میں نے سنا کہ پاکستان کے کچھ روحانی لوگ آئے ہیں میں نے رخت سفر باندھا اور وہاں حاضر ہوا، تم لوگوں کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ تم وہی دیوتا ہو جس کی خبر روح نے دی تھی، میں تمہاری گفتگو سے متاثر ہوا، اور جب میں یہاں اپنے مندر واپس آیا تو تین وقت کی نماز میں نے اسی طرح شروع کر دی جس طرح تمہیں پڑھتے ہوئے دیکھا تھا اور واپس آنے کے بعد میں نے ایک دن بھی پوجا نہیں کی، پھر اس نے ایک تصویر

کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ اس پہاڑ کی چوٹی پر میری نماز ہے۔ جہاں میں نے کئی برس مراقبہ کیا ہے اس طویل عرصہ میں جو مکاشفات مجھ پر ہوئے ہیں وہ میں نے قلم بند کئے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے قلمی تحریروں کا ایک پلندہ وہ اٹھا لایا اور ضیاء صاحب کے سامنے رکھ دیا ضیاء صاحب نے دیکھ کر بوسان کے علم و فضل کی تصدیق کی، اس کے بعد اس نے کہا "ان مکاشفات کے ساتھ مجھ سے خوارق عادات کا صدور بھی ہونے لگا ہے" اس کے اس جملہ پر ہمارے دوست پروفیسر عبداللہ (روحانیت جن کا خاص مشغلہ تھا) چونکے اور اس کی بات کاٹتے ہوئے بولے: "تو کیا آپ ہمیں کوئی خوارق بتلا سکتے ہیں؟" بوسان نے کہا ضرور، اچھا ذرا وہاں دیوار کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور منھ دیوار کی طرف کر لو اور دیکھو ذرا اپنے قدم مضبوطی سے جمائے رکھنا، میں تمہیں اوندھے منھ گرا دوں گا، ہم شنتو مندر کے فرش پر بیٹھے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے، پروفیسر صاحب دیوار کے پاس آکر کھڑے ہو گئے، بوسان بیس تیس فٹ کے فاصلے پر کھڑا رہا، اور ہوا میں ہاتھ سے اشارہ کیا اس کا یہ اشارہ کرنا تھا کہ پروفیسر صاحب دھم سے زمین پر آپڑے اور جاپانیوں نے تالیاں بجائیں، ایک نوجوان مسلم انجنئر اٹھا اور بوسان سے کہنے لگا "پروفیسر صاحب بوڑھے آدمی ہیں مجھے گراؤ تو جانیں" اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، یہ کرشمہ ہونے کے بعد بوسان نے تمام سامعین کے سامنے سنجیدگی کے ساتھ تقریر میں کہا:-

"حضرات! یہ جو تم نے دیکھا ہے بالکل معمولی بات ہے یہ زمین کی چیز ہے اس میں ذرا بھی نورانیت نہیں ہے لیکن جب یہ لوگ (ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) آسمانی کتاب پڑھتے ہیں یا اپنے نبی کی کوئی بات فرماتے ہیں تو مجھے اس میں نورانیت نظر آتی ہے اور میں فوراً سمجھ جاتا ہوں کہ یہ چیز زمین کی نہیں ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی امی تھے کسی انسان سے انہوں نے کچھ نہیں

شیکھا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کلام دنیا کو دیا جس
کے حرف حرف میں نورانیت ہے میں سالہا سال کے بعد مجاہدات
کے باوجود اپنی تحریروں میں یہ چیز پیدا نہیں کر سکا۔"

اسلام اپنی صداقت میں کسی بوسان کی شہادت کا محتاج نہیں ہے تاہم بوسان کی تقریر سے ایک سماں بندھ گیا اور لوگوں پر اسلام کی فوقیت ثابت ہو گئی۔ ہم بھلا کب چاہتے تھے کہ بوسان مسلمان نہ ہو لیکن احتیاط کا یہ تقاضا تھا کہ شہرت نہ ہو بہر حال ہمارے ایک دوست نے تخلیہ میں بوسان اور اس کی بیگم کو کلمہ پڑھایا اللہ اللہ کرنا سکھایا، اسلام میں داخل ہونے کے بعد دونوں کے لئے ضروری ہو گیا کہ اپنی خانقاہ اور دونوں مندروں کو خیر باد کہدیں اس کے لئے وہ ابھی تیار نہ تھے ہمارا بیٹا بوست یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے جونہی وہ فارغ ہو جائے گا یہ خانقاہ ہم اس کے حوالے کر دینگے پھر جہاں تم کہو گے چلیں گے۔

اگلے ماہ ہماری پاکستان واپسی ہو گئی لیکن حاجی عمر میتا صاحب نے بوسان کیساتھ خط و کتابت جاری رکھی، انہیں کی ترغیب سے انہوں نے اپنی خانقاہ کا ایک خوبصورت حصہ مسلمانوں کو قبرستان کیلئے دیدیا جسمیں عبدالکریم صاحب کی مرحومہ بیوی کو دفن کیا گیا۔ میتا صاحب نے بتایا کہ دونوں میاں بیوی حج پر آنے کی خواہش رکھتے ہیں، اس مجلس میں چند یجی بدھسٹ مسلمان ہوئے ان میں ایک ریٹائر فوجی میجر بھی تھا، اس کا قصہ بھی عجیب تھا، وہ کہنے لگا میں کل نیچے پہاڑ کے دامن میں ایک گاؤں میں آیا تھا کسی سے مل کر مجھے گھر لوٹنا تھا لیکن جونہی میں نے واپسی کا ارادہ کیا میرے دل میں آواز آئی "مت جاؤ" یہ عجیب ماجرا پہلے میرے ساتھ کبھی پیش نہیں آیا تھا میں نے رات گذارنے کا فیصلہ کر لیا آج صبح گاؤں کے ٹاؤن ہال کے لاؤڈ اسپیکر پر بوسان کا اعلان سن کر اوپر چلا آیا یہاں کچھ وقت گذارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب کر دی اس کے بعد وہ غیر مسلم سامعین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ آخر وہ کونسی طاقت ہے

جس نے نیچے مجھے گاؤں میں روکا پھر یہاں پہونچا کر ہدایت عطا کی کیا پھر تم اب بھی اس طاقت پر ایمان نہ لاؤ گے۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ط پس اب کس بات کے بعد ایمان لاؤ گے

امریکہ میں دعوت

فلنٹ
۲ر ستمبر ۱۹۷۱ء

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

مکرمی حاجی صاحب و دیگر حضرات السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو نگے۔ یہاں کے حالات کی تفصیل اس سے قبل لکھ چکا ہوں اب مزید عرض ہے۔ ہماری جماعت دو تین حصوں میں تقسیم ہو کر امریکہ پہنچی۔ شروع میں دو حضرات پہنچے اس کے بعد چار اور بعد میں چار۔ ۲۳ر اگست تک نیویارک میں کام کیا نیویارک دنیا کے سب سے بڑے شہروں میں ہے اور امریکہ کا تو سب سے بڑا شہر ہے کل اسی لاکھ سے زیادہ آبادی ہے اور دنیا کی ہر قوم و نسل کے لوگ بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ امریکہ میں اب آبادی کی تقسیم اس طرح سے ہو گئی ہے کہ بڑے شہروں میں سیاہ نسل کے لوگ جنکو "ایفرو امریکن" کہتے ہیں زیادہ ہیں اس کے علاوہ دیگر ملکوں سے آنے والے لوگ آباد ہیں۔ امریکن گورے شہروں کے باہر دیہات میں رہتے ہیں یہاں دیہات اور شہروں میں سہولتوں کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں یہاں آکر یہ مشاہدہ ہوا کہ انسان نے چیزوں کے بنانے پر کتنی محنت کی ہے اور اس محنت کے بقدر چیزیں ممکن سے ممکن بن گئی ہیں، اور چیزوں کی کثرت سے خوشحالی نہیں آتی۔ یہ یہیں معلوم ہوا چیزوں کی فراوانی اور مادی آسائشوں کی کثرت کے باوجود تنگی، غربت، جہالت، پریشانیاں موجود ہیں اور اس پر بداخلاقیوں اور مجرمانہ حرکات مزید اضافہ ہیں۔ غرض الحمد للہ یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ ہم لوگ اپنے وطن میں چیزوں کی کمی کے باوجود بہت خوش اور بہت مطمئن ہیں یہاں اطمینان، سکون چین، مروت، محبت، اخلاق، ہمدردی، غمگساری، ایثار، مسکراہٹ بالکل مفقود ہیں اگر کچھ ہیں تو وہ سب بناوٹی ہیں۔ انسان جب تک کار آمد ہے وہ بھی اپنے

لیئے، جب تک وہ تندرست ہے اور کما سکتا ہے۔ اور جب وہ اس قابل نہیں رہتا تو اسکی کوئی قیمت نہیں، خاندانی زندگی کوئی چیز نہیں بچے ۱۳، ۱۴ سال تک ماں باپ کے ساتھ رہتے ہیں اس کے بعد لڑکیاں اپنا ٹھکانا تلاش کرنے نکل جاتی ہیں اور لڑکے اپنا ساتھی تلاش کرنے نکل جاتے ہیں، ماں باپ کتوں اور جانوروں سے دل بہلاتے ہیں اور اگر یہاں کے معیار کے مطابق پیسہ نہیں پھر تو خیراتی اداروں کی پناہ لیتے ہیں۔ یہ عام زندگی ہے، بیمار ہو جائے تو ہسپتال میں پڑے رہیں کوئی پرسان حال نہیں اور مر جائے تو کوئی رونے والا نہیں، عزیزوں کو خبر بھی مرنے کے ہفتوں بعد ہوتی ہے۔ زندگی بڑی مشکل ہے بہت سخت ہے اگر آٹھ گھنٹے روز جانفشانی سے کام نہیں کر سکتا تو سخت مصیبت میں مبتلا ہے کچھ دن انشورنس کھلائیگا اس کے بعد خیراتی اداروں کے محتاج بن جائیں گے ظاہری چمک دمک ہے لیکن اندر بڑے مصائب ہیں زندگی بہت مہنگی ہے بوڑھوں کے لیئے اپاہجوں کی طرح الگ ہوسٹل بنا دئے گئے ہیں جہاں وہ خیراتی اداروں کے محتاج رہ کر عمر کے اخیر ایام گذارتے ہیں سرمایہ دارانہ نظام پوری زندگی کو جکڑے ہوئے ہے عوام کو اپنا خون پسینہ ایک کرنا پڑتا ہے اور جو کچھ کماتے ہیں وہ کسی نہ کسی شکل میں واپس سرمایہ داروں کی جیب میں پہونچ جاتا ہے عام زندگی کی اشیاء بھی بڑے سرمایہ دار ہی مہیا کرتے ہیں اور فروخت بھی خود ہی کرتے ہیں، چھوٹے دوکاندار بھی نہیں ہیں۔ دوکانوں پر ملازم ہی ہیں کاریں بیشک بہت سستی ہیں اور ہر شخص کو یہاں کے حالات کی بناء پر ضرور رکھنی پڑتی ہیں پٹرول بہت سستا ہے، ریل کا سفر بہت مہنگا ہے بہت کم لوگ ریل پر سفر کرتے ہیں ریل کا سفر محض ایک تفریحی چیز ہے۔ دور دور تک لوگ اپنی کاروں پر جاتے ہیں ریلیں بہت آرام دہ ہیں اس سے سستا سفر بسوں کا ہے بسیں بہت اعلیٰ درجہ ہیں اور بہت آرام دہ ہیں۔ ہوائی جہاز کا سفر بھی بہت سستا ہے اور ریل سے کچھ ہی زیادہ کرایہ ہے ایک خوبی لوگوں میں یہ ہے کہ اشیاء میں ملاوٹ نہیں ہے

کھانے پینے کی چیزیں جو بھی ملتی ہیں وہ خالص ہیں اور یہاں کی کمائی کے اعتبار سے بہت سستی ہیں گوشت ہر قسم کا ملتا ہے ذبیحہ نہیں ملتا۔ یہود سور اور دوسرا گوشت نہیں کھاتے نہ سور کی چربی سے بنی ہوئی چیزیں کھاتے ہیں اس لئے ان کے لئے ہر چیز الگ بنتی ہے ڈبل روٹی میں عام طور سے سور کی چربی یا دوسرے غیر ذبیحہ جانوروں کی چربی ڈالتے ہیں لیکن یہود کے لئے خاص طور سے بغیر چربی کے چیزیں بنتی ہیں جو کوشہ" کہلاتی ہیں۔ یہود گوشت بھی اپنے ذبیحہ کا استعمال کرتے ہیں وہ ذبیحہ مسلمانوں کی طرح ہی کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ علماء نے اس گوشت کو جائز قرار دیا ہے لیکن تحقیق نہیں ہے یہاں پر جو ذرا محتاط قسم کے مسلمان ہیں وہ "کوشہ گوشت" کھاتے ہیں، جو غیر محتاط ہیں وہ سب کچھ کھاتے ہیں۔ ہم لوگوں نے "کوشہ گوشت" بھی نہیں کھایا ترکاریاں کھاتے رہے یا اگر موقع ملا تو مرغیاں خود ذبح کرا کر کھائی گئیں۔ دالیں اور ترکاریاں سب قسم کی ملتی ہیں مصالحے سب ملتے ہیں، گھی نہیں ملتا، مکھن اور زیتون کے تیل اور دوسرے بعض تیل ملتے ہیں۔ اللہ کا فضل ہے کہ کھانے کی تمام چیزیں خوب فراوانی سے میسر ہیں، ٹھنڈے گرم پانی کے نل، گیس اور بہت سستی بجلی، ٹیلیفون، عمدہ سڑکیں اور دوسری سہولتیں ہر شخص کو میسر ہیں۔ لیکن سکون غائب۔ دنیا کی چیزیں اللہ پاک نے ان لوگوں پر پھیلا دی ہیں جس کو دیکھ کر قرآن پاک کی ان آیات پر یقین مضبوط ہوتا ہے:۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ
حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا
هُمْ مُبْلِسُونَ ○

اب ان لوگوں نے ان نعمتوں پر اترانا شروع کیا ہے۔ بس دعوت اگر چل جائے تو اللہ کی پکڑ ٹل سکتی ہے اس لئے کہ اتنی نعمتوں کے بعد اللہ کی نافرمانی یقیناً ان لوگوں کے لئے قابل مواخذہ ہے کاش کوئی ان کو یہ سمجھا سکتا۔ مشکل یہ ہے کہ

مسلمان خود ان چیزوں سے ایسے مرعوب اور ان کی چمک دمک میں ایسے محو ہیں کہ اپنی اصل کو بھی بھلا دیا ہے حالانکہ قرآن پاک میں حکم ہے :-

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ
وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ
وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝

یہاں کی زندگی کی ڈور یہود کے ہاتھ میں ہے سرمایہ، اخبارات، ریڈیو ٹیلیویژن سب ان کے کنٹرول میں ہے اس لیے رائے عامہ کو ہموار کر سکتے ہیں۔ ہر بڑے سے بڑا آدمی ان کا مطیع ہونے پر مجبور ہے امتیازی سلوک یہاں بھی زبردست ہے سیاہ فام باشندے شروع میں بحیثیت غلام کے لائے گئے اور ان سے محنت کا کام لیا گیا ان سے خوب ناجائز فائدے اٹھائے گئے لیکن ان کو علم سے اور دوسری ترقیاتی چیزوں سے یکسر محروم رکھا گیا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں کے اچھوت جیسے یہ لوگ ہو گئے ہیں کوئی مذہب ان کو انصاف نہ دلا سکا غلامی تو قانوناً ختم ہو گئی اور دستور نے ان کو برابر کے حقوق دیدئے ہیں لیکن عملاً زبردست امتیاز برتا جاتا ہے ان کے رہنے کے علاقے گندے اور ان کو زبردست ذہنی پستی میں مبتلا کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ پورے طور پر اس نظام سے عاجز ہیں اور ذہنی اور عملی طور سے باغی ہو رہے ہیں اسی لئے اسلام کی طرف رجحان ان لوگوں کا بہت ہے اور یہی لوگ بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں اس ذہنی ردعمل سے فائدہ اٹھا کر نسلی امتیاز کو بنیاد بنا کر عالیجاہ محمد نام کے ایک شخص نے ایک "سیاہ مسلم" تحریک چلا ڈالی ہے۔ شروع میں تو یہ شخص مصلح کی حیثیت رکھتا تھا پھر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور اب خدا بنتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ مشہور گھونسے باز محمد علی کلے اسی کا ماننے والا ہے اس کے ماننے والوں کا بڑا حلقہ ہے اور یہ لوگ بڑے جنگجو اور فسادی قسم کے ہیں اس بہانے سے اس نے بڑی دولت جمع کر لی ہے اپنا ہوائی جہاز ہے بڑا محل ہے اور سب سے الگ رہتا ہے۔ میلکم ایکس کا ایک

بڑا نامی جرائم پیشہ شخص اس کا پیرو بنا اس نے لاکھوں لوگوں کو "بلیک مسلم" بنایا۔ وہ کچھ عرصہ مصر اور اس کے بعد حجاز رہا تو اسکو اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اسکے بعد وہ پکا سنی مسلمان بن گیا۔ اور اس نے عالیجاہ کے خلاف کتاب لکھی اور بہت سے لوگوں کو مسلمان بنایا اس کے بعد اسکو عالیجاہ کے لوگوں نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ اس وقت نئے لوگ عالیجاہ سے کم وابستہ ہو رہے ہیں اور بہت سے اس کے معتقدین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اس کے دو لڑکے بھی سنی مسلمان ہو گئے ہیں کالوں کے علاوہ گوروں میں بھی یہاں کی ترقیات سے اکتاہٹ اور بیزاری ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ نئی نسل کے لوگ ہر قسم کے سماجی بندھنوں سے آزاد رہنا چاہتے ہیں اور یہ اپنی ذہنی کش مکش کا حل ہمارے ہم وطنوں کے مذہب میں داخل ہو کر کرنا چاہتے ہیں جہاں ان کو افیون، چرس، باجے اور دوسری قسم کی آزادیاں میسر آتی ہیں چنانچہ ان لوگوں کو خوب بیوقوف بنایا جا رہا ہے اندازہ یہ ہوا کہ عام طور پر امریکہ کے لوگ ذہین نہیں ہیں اور ذہنی سطح بہت معمولی ہے ہر نئی چیز پر دوڑتے ہیں عیش و آرام کے نقشے چھوڑ کر آوارہ گردی اور ہر قسم کی بے راہ روی اختیار کر رہے ہیں ہمارے لئے یہ درس عبرت ہے کہ ہم دعوت رکھتے ہوئے آرام سے سو رہے ہیں گورے نوجوان بڑی تعداد میں ہپی بن رہے ہیں اور اپنے راحت کدوں کو چھوڑ کر دردر کی خاک چھاننے میں سکون تلاش کر رہے ہیں عجیب ذہنی انتشار میں مبتلا ہیں یہ بہترین وقت دعوت کے کام کرنے کا ہے۔

ہر شخص جو کماتا ہے اس کا بڑا حصہ ٹیکسوں اور انشورنسوں میں نکل جاتا ہے ہر شخص کو اپنی آمدنی کا ایک حصہ انشورنس میں دینا پڑتا ہے۔ انشورنس کمپنیاں سرمایہ داروں کی ہیں۔ کار سرمایہ دار بناتا ہے وہ اس کو بیچتا ہے پھر اس کا انشورنس کراتا ہے اور جتنی سستی بظاہر کار ہوتی ہے اس سے بہت زیادہ وہ انشورنس کی شکل میں لے لیتا ہے دیکھنے میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی حادثہ ہو گیا تو انشورنس سے روپیہ ملے گا حالانکہ وہ روپیہ اپنا ہی دیا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح علاج کے لئے

ہر ماہ کچھ روپیہ انشورنس کا کٹتا ہے، دوائیں سرمایہ دار بناتا ہے اور اپنا سرمایہ چھپانے کے لئے ہسپتال بھی خود ہی کھولتا ہے اور جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کا علاج انشورنس کی رقم سے ہوتا ہے، پندرہ روز تک کا علاج انشورنس سے ہوتا ہے اس کے بعد سودی قرض خود ہی دیتے ہیں اس طرح روپیہ گھوم پھر کر وہیں آجاتا ہے دوائیں بے حد مہنگی ہیں خیراتی ادارے غریبوں کا علاج کرتے ہیں ان اداروں کا اصل مقصد اپنی دولت کو چھپانا ہوتا ہے۔ ایک بچے کی پیدائش پر عموماً ایک ہزار ڈالر خرچ ہوتے ہیں یہی موت کا حال ہے ایک ہزار ڈالر موت پر خرچ ہوتے ہیں۔ بچے ہسپتال میں پیدا ہوتے ہیں مہینوں تک ماں باپ بچوں کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ ناجائز بچوں کی پرورش اور ان کی افزائش کا سرکاری اہتمام سے انتظام ہوتا ہے ایسے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، چوری، رہزنی، ڈکیتی اور قتل دن دھاڑے ہوتے ہیں۔ عریانی، فحاشی، بدکاری، شراب خوری، سود، سود خوری اور ہر قسم کی بے حیائیاں بدترین شکل میں عام زندگی کا جزو ہیں گناہ کا تصور ہی نہیں آخرت تو کوئی چیز ہی نہیں برسر عام وہ حرکات کرتے ہیں جو ہمارے یہاں جانور بھی نہ کرتے ہونگے، اخلاق، خدا کا ڈر یا مخلوق کا ڈر کچھ نہیں ہے اخلاقی گراوٹ کے سب سے پست مقامات پر یہ لوگ پہونچ چکے ہیں۔ جہاں اب بجز اللہ کی پکڑ کے اور کوئی شکل نظر نہیں آتی لیکن اللہ تعالےٰ کیوں پکڑیں جب تک دعوت کے ذریعہ حجت تمام نہ ہو جائے۔

مسلمان یہاں آکر ان رنگینیوں اور نمائشی چمک دمک میں کھو چکا ہے اپنے مقصد سے بہت دور ہٹ کر اپنے اللہ کو بھول کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ کی زندگی کو پس پشت ڈال کر ان گرے ہوئے انسانوں سے متاثر نظر آتا ہے جو خود اب دوزخ کی راہ پر پڑ چکے ہیں اور دنیا کو آگ کی بھٹی بنانے پر محنت کر رہے ہیں خصوصاً عرب حضرات کا حال بہت ہی غمناک ہے اپنی اصل سے بے خبر ان سے مرعوب، ان سے متاثر کہیں کہیں نام کے لئے اسلامی مرکز قائم کئے ہیں

مسجد کا لفظ استعمال کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے ان مراکز میں ہر قسم کے جدید آرام و آسائش کے سامان مہیا کئے ہیں۔ اتوار کو دوپہر کو جمع ہوتے ہیں نماز سے کوئی واسطہ نہیں بعض مراکز پر جہاں دیندار لوگ ہیں کچھ اسلامیت نظر آتی ہے۔ تاہم اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اللہ کے کچھ بندے دین کا چراغ جلانے کی کوشش میں ہیں اور اللہ کا فضل ہے کہ کامیابی کی صورت نظر آتی ہے۔

میں کام کی تفصیلات لکھنا چاہتا تھا لیکن غیر شعوری طور پر یہاں کا حال لکھ گیا۔

۲۳ اگست تک نیویارک میں کام ہوا ہر طبقہ کے لوگوں سے ملنے کی کوشش کی گئی ہمارے علاقوں کے لوگ بڑی تعداد میں ہیں لوگ بہت متوجہ ہوئے نیویارک مستقل ایک ملک کی حیثیت رکھتا ہے سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ امریکہ کے اہم ادارے اور اکثر بین الاقوامی ادارے یہاں ہیں۔ مختلف محلوں میں مسلمان منتشر رہتے ہیں نو مسلم بڑے جذبات رکھتے ہیں یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو سیکھنے اور ان کو اپنانے کا حوصلہ رکھتے ہیں اکثر نو مسلم داڑھی رکھتے ہیں ان کے ماتھوں پر نماز کے نشان سروں پر ٹوپیاں یا پگڑیاں پہنتے ہیں لمبے کرتے اور بہت سے لوگ شیروانیاں پسند کرتے ہیں۔ سیکھنے کا بہت شوق ہے کاش کوئی سکھانے والا ہو، روزانہ بہت سے تو ہمارے سامنے آتے رہے اور نئے نئے لوگوں کو لاتے رہے تقریباً ایک آدمی یومیہ مسلمان ہونے کا اوسط ہے جب کہ کوئی دعوت ان کو نہیں دی جاتی جو مسلمان ہوتا ہے وہ خوب پختہ نظر آتا ہے لیکن خطرہ یہ ہے کہ علمی ادارے نہ ہونے اور صحیح تربیت کا نظام نہ ہونے کی بناء پر ہزاروں اسلام وجود میں نہ آجائیں اس لئے کہ یہ لوگ قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ اور مشکوۃ شریف کا انگریزی ترجمہ دیکھتے ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق عمل شروع کر دیتے ہیں جو لوگ ہمارے علاقوں میں تبلیغ میں وقت لگا کر آئے ہیں یا یہاں جماعتوں کے ساتھ پھرے ہیں ان کے عقائد اعمال اخلاق

اور علم الحمد للہ سب میں نمایاں ہیں۔ نو مسلموں میں لیڈر بہت ہو رہے ہیں یہ سب خطرات ہیں لیکن اللہ کا فضل ہے کہ جماعت کی برکت سے کافی سمجھ پیدا ہو رہی ہے مگر وقتی طور پر ایک جماعت کچھ عرصہ تک تو معاملہ کو سنبھال سکتی ہے لیکن مستقل مسئلہ کے حل کے لئے ضروری ہے کہ پرانے حضرات قربانیاں دے کر مسلسل جماعتیں یہاں بھیجیں ورنہ اللہ کے یہاں بڑا مواخذہ ہوگا ایک تو یہ لوگ دین میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن کوئی نہیں جو ان کو دعوت دے یہ قوم بالکل اسلام کے کنارے پر کھڑی ہے، کاش کچھ ایسے حضرات ہوں جو یہاں کی چیزوں سے متاثر ہوئے بغیر یہاں رہ کر ان میں محنت کریں اور جماعتوں کا تانتا ٹوٹنے نہ پائے نو مسلموں کی تعلیم اور ان کو صحیح رُخ پر ڈالنے کے لئے بڑی محنت کی ضرورت ہے ان کی تربیت کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ تبلیغ ہی وہ واحد طریقہ ہے جو ان سب کو جوڑ سکتا ہے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں یہ ہزاروں خانوں میں تقسیم نہ ہو جائیں۔ بعض حضرات ان میں کے بڑے عجیب درد مند ہیں خوب رونے والے، تھوڑا بتایئے اور اس کو پوری طرح اخذ کرتے ہیں جو بات جس طرح سمجھاؤ خوب مانتے ہیں سیکھنے کا بڑا شوق ہے اکثر نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ بہت سے شب بیدار بھی ہیں اسلام کے متعلق جاننے کا بہت رجحان ہے ضرورت ہے کہ ان پر خوب محنت کی جائے ان کی عورتیں کچھ تو برقعہ اوڑھتی ہیں اور کچھ اگرچہ برقعہ نہیں اوڑھتی لیکن سر کے بال اور تمام بدن کو خوب ڈھکتی ہیں ان لوگوں میں سے اکثر نے اپنی عورتوں سے ملازمتیں بھی چھڑالی ہیں یہ لوگ ہمارے یہاں آنے کے ارادے کر رہے ہیں۔ دو نوجوان تو مکمل دینی تعلیم کے لئے آنے کی تیاری کر رہے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ آئیں یہ لوگ اول چار مہینے تبلیغ میں لگائیں گے اس کے بعد وہاں کسی مدرسے میں داخل ہو کر دینی علم حاصل کریں گے ان کے جذبات عجیب ہیں۔ "وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ" کی کھلی تفسیر نظر آرہی ہے۔

نومسلموں کی اکثریت نوجوانوں کی ہے جن کے ماں باپ اور سب گھر والے غیر مسلم ہیں یہ لوگ ہر قسم کی مخالفتیں اور مشکلیں برداشت کر رہے ہیں۔ اسلام کے دور اول کی جھلک نظر آتی ہے گو اتنی سختی نہیں ہے اس لئے کہ یہاں کے معاشرے میں ہر شخص آزاد ہے کچھ ذمہ دار لوگ ہمارے ساتھ آ رہے ہیں یہاں ہر ہفتے دو دن کی چھٹی رہتی ہے چنانچہ ہر ہفتے جماعت نیو یارک سے باہر جاتی ہے چنانچہ فلیڈیلفیا، ایلزبیتھ، جرسی، برونکس، کوئینز اور دیگر مقامات پر جماعتیں جاتی رہیں جس میں مقامی نومسلم اور ہمارے علاقوں کے لوگ ہوتے ہیں بیس تیس آدمی ہو جاتے ہیں بعض دفعہ ایک ہفتہ میں دو جماعتیں بھی نکلی ہیں اصل کوشش یہ تھی کہ مقامی طور پر مستقل کام کی صورت ہو جائے چنانچہ اللہ کے فضل سے نیویارک اور بعض دوسرے شہروں میں ہفتہ کے دو گشت، مساجد میں روزانہ تعلیم، پانچ وقت جماعت سے نماز، مہینے میں تین دن اور سالانہ چلّوں کے واسطے بہت سے لوگوں نے ارادے کئے اور کام شروع بھی کر دئے۔ بہت سے احباب شب گزاری کے لئے آتے ہیں۔ ہماری جماعت کے تین حصے کئے گئے ہم لوگ بوسٹن گئے جو نیو یارک سے تین سو میل کے قریب ہے وہاں تقریباً آٹھ روز رہے، ہارورڈ یونیورسٹی میں کچھ مسلمان استاد اور طالب علم ہیں اور کچھ ملازم پیشہ یہ یونیورسٹی امریکہ کی سب سے اچھی یونیورسٹیوں میں شمار کی جاتی ہے۔ امریکہ بھر میں ہمارے علاقوں کے لوگ جہاں بھی آباد ہیں اللہ کا کرم ہے کہ وہ لوگ یہاں کے اس قدر نامساعد ماحول کے باوجود کسی نہ کسی درجہ میں دین کا فکر رکھتے ہیں اور ہر جگہ کوئی انتظام جمعہ کی نماز کا ضرور کر رکھا ہے اس سے ہمارے کام میں بہت مدد ملی اور جمع شدہ لوگ مل گئے۔ کوئنسی بوسٹن کے قریب چھوٹی سی بستی ہے وہاں عربوں نے ایک مرکز اسلامی بنایا ہے وہاں ہم لوگ مقیم رہے۔ میں نے پہلے لکھا ہے کہ عربوں کے احوال بالعموم ناگفتہ بہ ہیں دینی بے تعلقی اور عام بے راہ روی بہت ہے کلب بنا رکھے ہیں جن میں شراب اور جوئے کے علاوہ کچھ نہیں

عربوں کے علاوہ ایران، یوگوسلاویہ اور البانیہ وغیرہ کے مسلمان بھی اسی حال میں ہیں سوائے ان عربوں کے جن کا تعلق مصر کی اخوان سے رہا ہے یا ہمارے علاقہ کے لوگوں کے کہ ان میں دینی جذبہ بہت نظر آیا۔ اللہ کا فضل ہے کہ اب جو نوجوان ہمارے علاقوں سے آرہے ہیں ان میں یہاں کی زندگی سے بیزاری ہے اور اکثر نوجوان شائستہ اور پاکیزہ زندگی گذار رہے ہیں ان میں دعوت کے کام کی بھی بڑی قبولیت ہے۔ بعض تو جماعتوں کے ساتھ آئے اور پھر دو ہزار میل اپنے مقام پر ہوائی جہاز سے واپس گئے یہ لوگ ذبیحہ کا بھی اہتمام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جذبات بہت اچھے ہیں اللہ پاک ان سب کو اپنے دین کی حیات کے لئے قبول فرمائیں اور ان کو دارین کی ترقیات سے نوازیں۔

یہاں گشتوں کی صورت یہ رہتی ہے کہ اکثر اوقات لوگ کاریں لیکر آجاتے ہیں یا پھر دور جانے کے لئے "سب وے" سے جانا ہوتا ہے "سب وے" زمین کے اندر جو ریل ہوتی ہے اسکو کہتے ہیں۔ ایک جماعت واشنگٹن، فلیڈیلفیا اور بالٹی مور گئی۔ تمام لوگوں سے مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ امریکہ میں کسطرح دعوت کے کام کو بڑھایا جائے۔ اس کے لئے ایک مشورہ کرنا طے ہوا چنانچہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ر اگست کو ڈیٹرائیٹ کے مقام پر ایک مشورہ رکھا گیا۔ ہم لوگ ۲۴ر اگست کو ڈیٹرائیٹ پہنچے، یہاں نو مسلموں کی بڑی تعداد ہے، ۲۷، ۲۸ر تاریخ کو لوگ جمع ہوئے، شکاگو، واشنگٹن، نیو آرینز، ریلے، نیو یارک، فلیڈیلفیا وغیرہ سے تقریباً ۸۰ فکر مند حضرات جمع ہوئے بعض تو دو ہزار میل سے بذریعہ ہوائی جہاز آئے اور گئے۔ مشورہ ہوا اور سال بھر کام کرنے کا نظام طے کیا گیا۔ چلوں اور تین چلوں اور کم و بیش اوقات کے علاوہ مقامی کام کے لئے لوگوں نے ارادے ظاہر کئے۔ عجیب اجتماع رہا شاید امریکہ کی تاریخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حیات و سرسبزی کی فکر کے لئے یہ اپنی نوعیت کا پہلا اجتماع تھا اللہ پاک قبول فرمائیں اور اس ملک میں

دعوت کے کام کی جڑوں کو مضبوط کر دیں۔

کل ہم لوگ فلنٹ آئے ہیں یہ جگہ ڈیٹرائیٹ سے ستّر میل دور ہے ڈیٹرائیٹ نیویارک سے سات سو میل دور ہے۔ آج ہم لوگ ڈیٹرائیٹ واپس جا رہے ہیں وہاں سے ہفتہ کی صبح کو کلولینڈ جائینگے ایک جماعت تین افراد کی شکاگو اور اس کے مضافات میں کام کرنے کے لئے بھیجدی گئی ہے یہ جماعت ۲۰ ستمبر تک نیویارک واپس آجائے گی۔

ہم لوگ ۷ ستمبر کو کلیولینڈ سے واشنگٹن جائیں گے جو امریکہ کا دارالحکومت ہے اور وہاں تقریباً ایک ہفتہ رہ کر بالٹی مور جائیں گے اور اس کے بعد فلیڈلفیا ہو کر ۲۰ ستمبر تک انشاءاللہ نیویارک پہونچ جائیں گے، کام کی یہاں بڑی ضرورت ہے اور بڑا تقاضہ ہے ہم لوگوں کے پاس وقت کم ہے یہاں کا کام بڑا صبر آزما ہے اور بہت مستقل مزاجی چاہتا ہے لیکن امکانات بڑے روشن ہیں اگر مسلمان صحیح رخ اختیار کر لیں تو قوم کی قوم دین میں داخل ہو سکتی ہے یہاں آکر بڑا احساس ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ کس قدر ظلم کیا ہے اور اسکو عام کرنے میں جو کوتاہی کی ہے اس کی سزا آج پوری امت کو مل رہی ہے پوری امت اس وقت ذلت کا شکار ہے دعوت کا کام چھوڑ کر امت منتشر ہو گئی اور کوئی اس کا پرسان حال نہیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے قہر کو ہم نے اپنی طرف متوجہ کر رکھا ہے حالات ایسے خطرناک رُخ اختیار کر رہے ہیں کہ اب اس کے علاوہ چارہ نہیں کہ امت من حیث الامت انابت اور توبہ کا رُخ اختیار کرے تو بچ سکتی ہے ورنہ مصائب اور ذلتیں دوڑ کر لپٹ رہی ہیں اور کوئی ان سے نہیں بچا سکتا۔ صرف واحد راستہ یہ ہے کہ:-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○

توبہ اور استغفار انفرادی اور اجتماعی اس وقت کا علاج ہے۔ سارے

بزرگوں اور مشائخ کا یہی فرمانا ہے اور اصل توبہ اور استغفار اس گناہ عظیم سے کرنی ہے جس کی وجہ سے پوری امت پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے یعنی دین کی محنت سے بے تعلقی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری قوم مل کر اس گناہ عظیم اور اس جرم عظیم سے توبہ کرے اور صلوۃ توبہ اور استغفار کا بحیثیت مجموعی اہتمام کیا جائے اپنی اب تک کی غلطیوں، کوتاہیوں سے اللہ سے معافی مانگی جائے اور صلوۃ حاجت پڑھ کر پوری امت کے لئے دعا کی جائے اور اب اس بات کا عہد کیا جائے کہ اب اسلام میں کوتاہی نہ ہوگی ورنہ یقین جانئے کہ ہم لوگ اللہ کے دین کو پس پشت ڈال کر دنیا میں بھی نہیں پنپ سکتے اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا منھ لے کر حاضر ہونگے۔ صحابہ رضؓ کی قربانیاں اور حضورؐ کی مشقتوں کا ہم کیا بدلہ دے رہے ہیں اور نتیجہ سامنے ہے کہ عمریں گذر گئیں جہاں تھے وہیں ہیں ہم دین کو ٹھوکر مار کر آپس میں دنیا کے پیچھے لڑتے ہیں تو کیسے اللہ کی رحمت آئے بڑے فکر اور رونے کی بات ہے بہت ڈرنے کا وقت ہے یہ محض افسانہ یا لفاظی نہیں ہے اس وقت بہت زیادہ سخت مسائل میں سب گھرے ہوئے ہیں معلوم نہیں کب اللہ کی نظر کرم پھر جائے اس وقت بہت پچھتانا پڑے گا پھر کچھ نہ ہوگا عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس وقت اپنے انفرادی مسائل کو آگے پیچھے کر کے اللہ کے دین کی محنت کے لئے دور اور دیر کے لئے نکل جائیں اور خوب اللہ سے مانگیں اور مقام پر ہفتہ واری اجتماع، شب گذاری اس میں تہجد اور دعاؤں کا اہتمام، ہفتہ کے دو گشت، روزانہ تعلیم، انفرادی طور پر ہر ایک کی نوافل، تہجد، تلاوت، تسبیحات، صلوٰۃ توبہ اور صلوٰۃ حاجت کا اہتمام ہو عورتوں میں اجتماعات کر کے یہ بات چلائی جائے اور خوب اللہ سے مانگا جائے امید ہے کہ اس خط کو محض وقتی طور پر پڑھ کر غیر اہم قرار نہ دیا جائے گا بلکہ کوئی اہمیت اس کو دی جائے گی جو احساس ہے اور جو کہنا چاہتا ہوں وہ خط میں لکھنا بھی مشکل ہے اللہ کرے کہ دین کا فکر ہم سب میں پیدا ہو جائے اور ہم سب اللہ کے

رسول کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

ہم لوگوں کے لئے بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں اہتمام فرمائیں کہ اللہ پاک ہر قسم کے شرور سے اپنی پناہ میں رکھیں اور اخلاص عطا فرمائیں اور اپنے دین کی حیات اور سرسبزی کے لئے ہم سب کو قبول فرمائیں۔ آمین۔

سب کی خدمات میں سلام عرض ہے اور سب سے دعا کی درخواست ہے۔ اگر کوئی گستاخی آپ بزرگوں کی شان میں ہوئی ہو اس کی معافی چاہتا ہوں۔ غیر ارادی طور پر یہ خط بہت طویل ہو گیا اور بعض ضروری باتیں اس میں نوٹ ہو گئیں اس لئے اس کو ضائع نہ کریں واپس آکر لے لونگا۔

فقط خادم طالب دعا

شجاعت

بابُ نہم

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا سفرِ آخرت

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ✻ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

سفرِ پاکستان اور سفرِ آخرت

حضرت جی رح تقریباً ہر سال پاکستان جایا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پندرہ سولہ[1] مرتبہ تشریف لے گئے اور وہاں جاکر لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دی اور لوگوں میں ایمان یقین والی زندگی پیدا کرنے کیلئے اجتماعات کئے۔

اس سال پاکستان میں اجتماعات کی ابتدا مشرقی پاکستان سے ہوئی حضرت مولانا نے حسب عادت ادھر ان لوگوں کو بھیجا جو کام کرنے میں قدیم تھے چنانچہ میانجی محمد عیسیٰ صاحب، میانجی محمد اسحٰق صاحب (جو بڑے حضرت جی کے رفقاء میں سے ہیں) کا سفر مغربی بنگال طے فرمایا تاکہ یہ حضرات اجتماعات کو صحیح نہج پر لائیں جماعتوں میں ترتیب قائم کریں ان دونوں نے اس حقیر[2] کو اپنے ساتھ چلنے کا حضرت جی رح سے بار بار اصرار فرمایا مگر حضرت نے ہر مرتبہ یہ فرمایا کہ یہ تو میرے ساتھ چلے گا بہر حال یہ دونوں حضرات مغربی بنگال کے سفر کیلئے روانہ ہوگئے۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا، اس مرتبہ بھی معمول کے مطابق حضرت جی نے اعتکاف فرمایا اس سال بھی ہر سال سے زیادہ معتکفین تھے مسجد کی دونوں منزلیں پُر تھیں اسی اعتکاف میں سفر کا پروگرام بنا۔ مغربی پاکستان کا سفر

---

[1] روایت مولانا انعام الحسن صاحب [2] مراد قاری عبدالرشید خورجوی۔

تو پہلے ہی طے ہوچکا تھا، اب ساتھ چلنے والوں کا مسئلہ تھا، مشورہ چلا پاسپورٹ والے تمام احباب طے ہوچکے تھے۔

روانگی حضرت جی رح اکثر اپنے ساتھ ایک خادم خاص بھی رکھا کرتے تھے، اکثر بابو عیاض صاحب اور حافظ محمد صدیق صاحب نوحی اس خدمت پر مامور ہوتے اس سال بابو عیاض صاحب کو ساتھ نہیں لیا، بابو صاحب ممدوح فرماتے ہیں چلتے وقت مجھ سے فرمایا، ذرا گھر اور اماں جی کا خیال رکھنا حالانکہ اس سے قبل کبھی ایسا نہیں فرمایا[1]

جب مولانا روانگی کے لئے اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے تو فرمایا، "بھائی ہماری کتابوں اور ہماری جگہ سے سلام کہدینا۔"[2]

لوگوں نے عرض کیا، "حضرت! یہ کیا؟"

فرمایا "بھائی سفر کا معاملہ ہے طویل اور غیر ملکی سفر ہے معلوم نہیں کیا حالات پیش آئیں۔"

حضرت جی رح نے اجتماع گاڈی، بھوپال، مراد آباد، علی گڈھ، سہارنپور کے اسفار میں مجھے ساتھ رکھا تھا اس مرتبہ پاکستان کے سفر میں بھی اپنی خدمت کے لئے بندہ کو منتخب فرمایا۔ حضرت جی، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حاجی احمد، مومن جی نے لاہور تک ریل کے ذریعہ سفر کیا اور پھر ہوائی جہاز سے مشرقی پاکستان کے صدر مقام ڈھاکہ پہونچے۔ میں اور مولانا رحمت اللہ صاحب، مولانا داؤد صاحب، کلکتہ کے راستہ ۱۲ار فروری کو ڈھاکہ حاضر ہوئے حضرت جی رح اپنے رفقار کے ساتھ ایک دن قبل ہی پہونچ گئے تھے۔ ہم تینوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے فرمایا، "رشید تیرا تو بہت انتظار کر رہا تھا۔"

میں نے عرض کیا، "حضرت! راستہ دور دراز کا تھا۔" پھر فرمایا "اچھا تمباکو لاؤ ہمارے پاس کل تمباکو ختم ہوگیا ہے۔" میں نے تمباکو پیش کیا۔

---

[1] روایت بابو عیاض صاحب [2] روایت حاجی عبدالحمید صاحب کرتپوری۔

ڈھاکہ کا اجتماع

ڈھاکہ میں تین دن اجتماع رہا، دن میں مشورہ انفرادی گفتگو، عصر کے بعد خواص سے ملاقات اور بات چیت مغرب کے بعد بیان اور اس کا بنگلہ زبان میں ترجمہ ہوتا تھا، فجر کی نماز کے بعد حضرت جی رح نے ہر جگہ بیان کا اہتمام رکھا، ان دنوں روزانہ دس گھنٹے بولنے کا اوسط رہا۔

اس اجتماع میں ساٹھ ہزار کے قریب لوگ جمع ہوئے لوگوں کی سادگی اور دین کی طلب دیکھ کر حضرت جی رح بہت خوش ہوتے تھے، آخر ایسا کیوں نہ ہوتا حضرت مدنی رح نے تقسیم ہند سے پیشتر اس علاقہ میں کافی محنت کی تھی حضرت جی رح فرمایا کرتے تھے "یہاں اسلام کا پھیلنا بہت آسان ہے تھوڑی سی محنت پر حضور صلعم کی زندگی آسانی سے چل سکتی ہے۔" اس طرح کہہ کر حضرت جی رح کام کرنے والوں کی بہت زیادہ ہمت افزائی فرماتے۔

اس اجتماع سے ایک سو پچاس جماعتیں چلہ اور تین چلوں کی ملک بھر میں روانہ فرمائیں جب آخری دن دعا فرمائی تو پورا مجمع آہ و بکا اور گریہ وزاری کر رہا تھا دو دن تک جماعتوں سے مصافحے ہوتے رہے جب اجتماع ختم ہوگیا تو دو دن مزید قیام فرمایا تاکہ مقامی حضرات کی ہمت افزائی ہوجائے اور وہ کام میں جان توڑ محنت کریں لیکن احباب کے تقاضے اور مسائل اتنے تھے کہ دو دن کا وقت ناکافی تھا ہم نے بڑی جانفشانی سے ان وعدوں کو پورا کیا اور جو باقی رہ گئے انکو درمیان سفر میں خیال رکھنے کا وعدہ کیا۔

بنو کے رفقائے کار

مغربی پاکستان کے اکثر قدیم احباب آچکے تھے دو سو حضرات کا قافلہ حضرت جی کے ساتھ سفر میں چلنا طے ہوا حضرت جی نے بھی ایک جماعت اپنی مرتب فرمائی جس کے امیر جناب محمد شفیع صاحب قریشی، قاضی عبدالقادر صاحب حاجی محمد افضل صاحب حاجی محمد ابراہیم صاحب بن حاجی عبدالجبار صاحب، عبدالمقیت صاحب، مولٰنا

عبدالعزیز صاحب کھلنوی۔ چند دن کے بعد بابو بشیر احمد صاحب بھی ساتھ ہو گئے اور مولانا احسان الحق صاحب اور یہ حقیر خادم کی حیثیت سے ساتھ رہے۔

یہ وہ حضرات ہیں جو بڑے حضرت جی حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے اکثر رفقائے سفر رہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری تقریر لکھا کرتے تھے بھائی عبدالوہاب صاحب رائیونڈ والے کبھی کبھی مشورہ میں شریک ہو جاتے تھے۔ سفر کے درمیان حضرت جیؒ نے احباب کی کارگذاری اور یہود و نصاریٰ کے نظام پر زیادہ گفتگو فرمائی آپ فرمایا کرتے تھے:۔

• دونوں قومیں اسلام کی ہمیشہ دشمن رہی ہیں انہوں نے اپنی معاشرت اور تہذیب کے ذریعہ دین کو ایسا نقصان پہونچایا ہے کہ سدھار دشوار ہو رہا ہے، اچھے اچھے دینداروں کو خبر نہیں، تاریخ اسلام، سیرت پاک، لغاتِ قرآن میں ایسے ایسے تغیرات کئے ہیں کہ اچھے اچھے اہل علم کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔"

اس سفر میں حضرت نے ان قوموں کیلئے بڑی بددعائیں کی ہیں۔

سلہٹ کا قیام

قیام ڈھاکہ کے دوران برما جانے کا مسئلہ چلا اس وقت دس حضرات کے ویزا فارم کی خانہ پری کر کے بھیجی گئی ۱۴ر مارچ کو برما کے لئے سیٹیں بھی بک ہو گئیں مگر کوشش کے باوجود برما کی حکومت کی طرف سے منظوری نہ ہو سکی تب ۵ یوم ڈھاکہ میں قیام فرما کر ۱۶ شوال کو رات کی گاڑی سے سلہٹ کیلئے روانہ ہوئے پوری رات ریل گاڑی میں گذری صبح کی نماز کے بعد سلہٹ پہونچے یہاں دو روز کا قیام تھا مگر برما کے سفر کی وجہ سے ایک روز رہا، اگلے دن دوپہر تک آرام فرمایا، دوپہر کے کھانے میں کافی دیر ہو چکی تھی، دوپہر بعد بیعت اور علماء سے گفتگو ہوئی۔

جملہ معترضہ کے طور پر یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ سلہٹ وہ مقام ہے جہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کا برسوں قیام رہا اور

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اس قسم کی نسبتوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے جس مقام کو بزرگوں سے نسبت حاصل ہوتی وہاں کے اجتماع باوجود کام نہ ہونیکے خصوصی توجہ کے ساتھ مقرر فرماتے چنانچہ انبہٹہ کا اجتماع حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی وجہ سے طے فرمایا جو ۳۰، ۳۱ مئی ۱۹۶۵ء میں ہوا اور جس میں آپ کے جانشین حضرت مولانا انعام الحسن صاحب تشریف لے گئے

سلہٹ کے اجتماع میں حضرت مدنی کے کافی خلفاء شریک ہوئے آپنے ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا اور مشوروں میں شریک رکھا اور احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کام کی طرف توجہ دلائی

کمرلا کا قیام

دوسرے دن صبح کو ۵ بجے والی ٹرین سے سفر کرنا تھا اس لئے رات ہی کو جائے قیام سے آگئے اور رات کو ٹرین ہی میں آرام کیا اس رات حضرت جی رح کو اچھی طرح نیند نہیں آئی ۵ بجے گاڑی چلی ۹ گھنٹے بعد دو بجے دن کمرلا پہونچے مدرسہ اسلامیہ کمرلا میں پہلے سے خواص اور علماء کا مجمع موجود تھا اترتے ہی ان سے بات چیت شروع ہو گئی ایک گھنٹہ بعد کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد ماجدی کوٹ کے لئے بذریعہ کار روانہ ہو گئے۔

ماجدی کوٹ

ماجدی کوٹ کمرلا سے سات یا آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے ماجدی کوٹ ضلع نواکھالی کا بڑا شہر ہے، عصر اور مغرب کی نماز راستے میں ادا کی، عشاء کے وقت قیامگاہ پر پہونچے، یہاں ایک مدرسہ میں جس پر پھونس کا چھپر[1] تھا اور مسجد سے متصل تھا قیام فرمایا لیکن حضرت جی رح اس قیامگاہ سے بہت خوش ہوئے یہاں سہ روزہ اجتماع تھا ضلع نواکھالی کے علماء اور عوام بڑی تعداد میں شریک ہوئے یہاں پر حضرت جی رح کے چھ بیان ہوئے جس کے نتیجے میں پچاس جماعتیں نکلیں یہاں حضرت جی رح نے علماء اور عوام کو بیعت بھی فرمایا۔

---

[1] آسام کے علاقے میں آندھیاں طوفان، زلزلے بہت آتے ہیں جسکی وجہ سے ہلکے پھلکے بانس اور پھونس کے گھر بنائے جاتے ہیں اور ان کو زمین پر سہاروں کے ذریعہ باندھ دیتے ہیں اسطرح کوئی جانی نقصان نہیں ہو پاتا۔ عزیز الرحمٰن

چاٹگام

۲۱؍شوال کو ماجدی کوٹ سے کاروں کے ذریعہ چاٹگام کیلئے روانہ ہوئے یہ جگہ ماجدی کوٹ سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے ظہر کے وقت پہونچنا ہوا، یہاں بھی مدنی مسجد سے متصل مدرسہ میں قیام ہوا، بیانات تو یہاں بھی حضرتؒ کے بہت ہوئے مگر مشکل سے پانچ جماعتیں تیار ہوئیں، شہر کے آدمی کم شریک ہوئے تھے مضافات کے آدمی زیادہ شریک ہوئے تھے اس سے حضرت جیؒ کی طبیعت پر گرانی ہوئی بھائی کلام احمد نے حضرت کو اپنے گھر لیجا کر آرام کرایا، یہاں پر حضرت نے عورتوں کو بیعت بھی کیا۔ متعدد بیانات حضرت کے عورتوں میں ہوئے، حضرت نے یہاں چاٹگامی بھائیوں سے فرمایا:۔

"تم لوگ کھانا کھلانا جانتے ہو جماعتیں نکالنا نہیں جانتے۔"

۲۳؍شوال کو جمعہ حضرت نے مدنی مسجد میں ادا کیا اس کے بعد ریل پر سوار ہو کر نتر کونا کے لئے روانہ ہوئے جس ڈبہ میں حضرت سوار ہوئے وہ بہت پرانا تھا اور چلنے میں بہت زیادہ ڈگمگاتا تھا۔

نتر کونا کا قیام

۱۸؍گھنٹے کا سفر الحمد للہ کر کے طے ہوا ۲۴؍شوال کی صبح کو نتر کونا پہونچے یہ وسط بنگال میں ایک ضلع ہے آبادی سے باہر اجتماع ہوا لوگ بہت کافی آئے تھے لیکن انتظام ناقص تھا یہاں کچھ بارش بھی ہوئی ہوا سرد چل پڑی تھی لیکن لوگوں نے حضرت کا بیان بڑے اطمینان سے سنا تقریباً سات ہزار کا مجمع تھا لوگوں نے اوقات بھی خوب دیئے صبح کو حضرت نے لوگوں کو تعلیمی حلقوں میں تاکید سے بٹھایا، دو گھنٹے تک تعلیمی حلقے ہوئے اتنی دیر کے لئے حضرت اپنی قیامگاہ پر تنہا رہے اس کے بعد بیان ہوا، مغرب کے بعد جماعتیں روانہ ہوئیں چار بجے صبح کو گاڑی جانے والی تھی اس لئے جائے قیام سے رات ہی کو چل دیئے تھوڑی دیر کے لئے ایک مدرسہ میں بیان ہوا تھا بیان کے بعد ریل کے ڈبہ میں آکر آرام کیا رات کو سوتے سوتے دو بج چکے تھے ساڑھے چار بجے ریل چلی دوپہر کو ریل سے اتر کر دو گھنٹہ اسٹیمر میں رہے پھر اتر کر ریل میں سوار ہوئے اور یہاں سے دیناج پور کے لئے روانہ ہوئے رات کو آٹھ بجے دیناجپور اسٹیشن پر اترے یہاں ایک اسکول کے

میدان میں اجتماع تھا حضرت نے رات کو آرام کیا صبح کو بیان فرمایا دن میں جماعتوں نے شہر میں گشت کیا رات کو مغرب کے بعد پھر بیان ہوا یہاں مجمع بہت تھوڑا تھا یہاں زیادہ تر مہاجرین آباد ہیں یہاں سے چند جماعتیں بن کر روانہ ہوئیں۔

راج شاہی کا قیام

۲۸ ر شوال کو صبح سے گاڑی سے دیناجپور سے روانہ ہو کر دوپہر کو نٹور اسٹیشن پر اترے اور بذریعہ کار ۴۰ میل کا راستہ طے کر کے راج شاہی پہونچے یہ ہندو پاکستان کے باڈر کا علاقہ ہے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بوڈر نظر آتا ہے، یہاں رات کو عشار کے قریب پہونچے مولانا رحمت اللہ صاحب، یہاں پہلے پہونچ چکے تھے، انکا بیان ہو رہا تھا، حضرت نے آرام فرمایا دوسرے دن صبح کو حضرت کا بیان ہوا، دادا بھائی جو بہت بڑے انجنیئر ہیں انہوں نے ہر طرح کی راحت و آرام کا انتظام کیا یہاں بھی لوگ اچھے جمع ہو گئے تھے۔

راج شاہی سے ۲۹ شوال ۱۰ بجے دن کے روانہ ہوئے اور نٹور کی مسجد میں تھوڑی دیر ٹھہر کر اسٹیشن پر ریل کا انتظار کیا ایک بجے دن کو ریل میں سوار ہوئے اور کھلنا کے لئے روانہ ہو گئے، راستہ میں جیسور اسٹیشن پر عربی مدرسہ کے طلبار اور علمار زیارت کے لئے آئے ان کو دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے اور کھلنا آنے کے لئے فرمایا۔

کھلنا کا قیام

مغرب کے بعد کھلنا پہونچے یہاں رانی تالاب کے متصل مسجد تھی اس کے قریب متولی مسجد کا مکان تھا حضرت نے رات کو وہاں قیام فرمایا یہ مولانا عبدالعزیز صاحب کا وطن ہے جو بنگال کے پرانے ذمہ دار مبلغ ہیں مسجد میں اجتماع تھا لوگ کافی تعداد میں جمع ہوئے یہاں دو رات دن قیام رہا یہاں سے جماعتیں اچھی نکلیں، ۲ ر ذیقعدہ کو روانہ ہوتے وقت مولانا عبدالعزیز صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ساڑھے بارہ بجے دن کو ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈھاکہ کے لئے روانہ ہو گئے دوسرے احباب جیسور آ کر رات کو ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈھاکہ پہونچے یہاں حاجی نجم الدین صاحب کی فرمائش سے ان کی ہمشیرہ کے نکاح کی دعوت کھا کر گرنل تشریف لائے۔

کراچی کو روانگی

جس ہوائی جہاز سے سیٹیں ریزرو تھیں وہ دس بجے چلنے والا تھا مگر نظام میں کچھ تغیر ہوگیا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ ماسکو سے جٹ طیارہ آرہا ہے اس سے سفر ہو سکتا ہے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا " بھائی جتنا وقت کم خرچ ہو اتنا ہی اچھا ہے. ہوائی جہاز سے ۹ گھنٹہ کا سفر ہے اور جٹ طیارہ سے صرف تین گھنٹہ کا صرف ہے بہر حال رات کو بارہ بجے جٹ طیارہ سے کراچی کے لئے روانہ ہوگئے چار بجے ہوائی جہاز سے اتر کر مکی مسجد گارڈن روڈ آئے یہاں حافظ محمد صدیق صاحب نوح والے پہلے سے منتظر تھے خدام کی حیثیت سے بھائی یعقوب صاحب، احسان الحق صاحب بھی یہاں شریک ہوگئے ڈی ایم ملک صاحب راولپنڈی سے ملاقات کے لئے آئے تھے، رات تھوڑی باقی تھی آرام فرمایا، نماز کے بعد بیان فرمایا پھر آرام کیا چونکہ پوری رات جاگنے میں گذری تھی اسلئے حضرت کو آرام کی زیادہ ضرورت تھی دوپہر کا کھانا کھایا اور ظہر کی نماز ادا فرمائی خصوصی احباب سے عصر کے بعد بات چیت ہوئی، مغرب کے بعد بیان ہوا اس طرح دو دن کافی مشغول رہے ۵ ذیقعدہ کو جو کہ کراچی کے قیام کا آخری دن تھا دہلی سے مولانا عبیداللہ صاحب پہونچے ان کے لئے حجاز مقدس جانے کا مشورہ ہوا اسی دن عصر کے بعد سلطان صاحب کا بیان ہوا ناظم آباد میں خصوصی احباب سے بات چیت کر کے کراچی اسٹیشن پر آکر عشاء کی نماز ادا کی اور خیبر میل سے روانہ ہوئے اس میں ایک بوگی لگائی گئی تھی یہاں کھانا کھایا اور آرام کیا۔

صبح کوروہڑی اسٹیشن پر اتر کر بذریعہ کار خیرپور میرس ایک گھنٹہ میں پہونچے حضرت نے اتر کر اجتماع میں بیان کیا تقریباً دو گھنٹے میں فارغ ہوئے دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کیا عصر کی نماز کے بعد خصوصی بات چیت فرمائی مغرب کے بعد پھر بیان فرمایا، جماعتیں روانہ فرما کر پھر روہڑی اسٹیشن پر آگئے۔

ملتان کیلئے روانگی

عشاء کی نماز کے بعد شاہین ایکسپریس پر سوار ہو کر جمعرات کی صبح کو ملتان پہونچے تھوڑی دیر آرام کر کے بات چیت

اور ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا پھر مغرب کے بعد بیان فرمایا شہر کے لوگ کافی جمع تھے کچھ میواتی بھی آئے تھے، حاجی محمد ہارون صاحب کا انتظام تھا مسجد شاہ ابدالی کے متصل مدرسہ میں قیام تھا اور مسجد میں اجتماع تھا۔ رات کو بیان وتشکیل کے بعد آرام فرمایا، دوسرے دن جمعہ حضرت نے پڑھایا اور بیان بھی فرمایا۔

آٹھ ذیقعدہ کو دوپہر کو چل کر رات رائیونڈ میں گذری صبح کو بذریعہ ٹرین کنگن پور کیلئے روانہ ہو گئے گیارہ بجے پہونچے اسکول میں قیام ہوا یہاں کے اطراف میں میوات سے آکر لوگ آباد ہو گئے ہیں ظہر تک کافی تعداد میں مجمع ہو گیا حضرت نے عصر سے قبل بیان فرمایا اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اس کے بعد جماعتوں سے رخصتی مصافحہ ہوا رات کو یہیں آرام فرمایا

۱۰ ذیقعدہ کو کنگن پور سے بذریعہ ٹرین سوار ہوئے اور کار میں سوار ہو کر قصور حاجی افضل صاحب کے مکان پر پہونچے یہاں تھوڑا آرام کر کے کھانا کھایا۔ ۱۲ بجے تیز گام میں سوار ہو کر راولپنڈی پہونچے۔ مغرب کے قریب یہاں پہونچنا ہوا مغرب کی نماز پڑھ کر قریشی صاحب کے مکان پر پہونچے یہاں احباب سے ایک گھنٹہ بات چیت کی اور اس کے بعد آرام فرمایا۔

ٹل کیلئے روانگی

۱۱ ذیقعدہ کو ناشتہ کے بعد بذریعہ کار ٹل کے لئے روانہ ہوئے یہ راولپنڈی سے تقریباً سو میل سے زیادہ کا سفر تھا ۳ بجے ٹل پہونچے مدرسہ عربیہ کے قریب مکان میں قیام فرمایا یہاں کے لوگوں کا رہن سہن سادہ ہے ان کے کچے مکانات اور محنت کش زندگیاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے آزاد قبائل کوہاٹ پیشاور، نوشہرہ، جند، صوات، داؤد خیل کے حضرات کافی تعداد میں آئے تھے اس علاقہ کے اکثر علماء بھی موجود رہے۔ حضرت کی تقریر ہوئی پشتو میں ترجمہ کیا گیا سب لوگ متوجہ ہو کر بیٹھے رہے۔

دوسرے دن صبح کو بغیر ترجمہ کے بیان فرمایا ظہر کے بعد کالج کے طلباء سے بات چیت کی عصر کے بعد خصوصی ملاقات اور مغرب کے بعد ہدایات، مصافحہ، دعا کر کے

آرام فرمایا، ۱۴ر ذیقعدہ کو ناشتہ کے بعد کاروں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تمام دن سفر کیا ۵ بجے عصر کے قریب پنڈی پہونچے یہاں خصوصی احباب کو جمع کرنے کا انتظام قریشی صاحب نے فرمایا تھا مگر بارش اور ہوا نے سب فیل کر دیا عشار کی نماز پڑھ کر صدر کی مسجد میں آرام فرمایا، بارش ہوا رات بھر چلتی رہی مسجد کے اندر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ تنگ پڑ گئی جس کی وجہ سے کافی زحمت ہوئی سردی بھی بہت بڑھ گئی تھی، اسی حال میں اجتماع کے سارے کام ہوئے ۱۲ر ذیقعدہ کی رات کو مولانا عبید اللہ صاحب کو حجازِ مقدس کے لئے روانہ کیا جا چکا تھا جو کراچی سے رخصت ہو کر بعافیت حجازِ مقدس پہونچ چکے تھے۔

لاہور کیلئے روانگی

۱۴ر ذیقعدہ کی دو پہر کو عورتوں کے اجتماع سے فارغ ہو کر مغرب کے بعد حضرت جی لاہور کے لئے روانہ ہوئے یہاں جنرل شاہنواز کے مکان پر کھانا کھایا عشار پڑھ کر رائیونڈ تشریف لے آئے یہاں رات کو آرام فرمایا اور صبح کو بیان فرمایا یہ سہ روزہ اجتماع تھا ملک کے چہار طرف سے یہاں لوگ آکر جمع ہو گئے تھے دو دن اجتماع کے کاموں میں بے حد مصروف رہے ۲۲ر مارچ کو ہدایت دے کر دعار فرمائی اور جماعتوں کو رخصت کیا اس دن کافی تھکن ہو گئی تھی۔

رائیونڈ کا اجتماع

کافی دنوں سے شہر کی اکثر مساجد میں یہ دیکھنے میں آتا رہا کہ عصر یا مغرب کی نماز کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوتے اور بڑی نرمی سے یوں گویا ہوتے:۔

"بھائیو! دعا کے بعد تشریف رکھیے دین کی بات ہوگی۔"

کہنے والے کی اتنی سی بات میں جو سادگی اور خلوص ہوتا وہ سب کو مجبور کر دیتا کہ سُن کے جائیں اس کے بعد امام صاحب دعا کرتے اور پھر انہی کہنے والوں میں سے کوئی ایک اللہ کا بندہ کھڑا ہو جاتا اور بغیر کسی تصنع کے ۱۰-۱۵ منٹ نہایت سادہ الفاظ میں کچھ بیان کرتا جس کا خلاصہ یہ ہوتا:۔ اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے

اس طرح کام کریں کہ حشر کی رسوائی سے بچ جائیں۔" بات واقعی دل کو لگتی اور جی چاہتا کہ یہ اس طرح بولتا ہی رہے تاکہ سنتے سنتے شاید اس دنیا کی بے ثباتی کا یقین آجائے، آخر میں کہا جاتا کہ اس مہینے کی ۲۱، ۲۲، ۲۳ تاریخ کو لاہور کے قریب رائیونڈ میں ایک اجتماع ہو رہا ہے جس میں آخرت کی زندگی کے بارے میں باتیں ہونگی، آخر ۲۰ تاریخ بھی آن پہنچی، شوق ابھرا کہ چلو دیکھیں کہ آخرت کی زندگی کے کیا نقشے بتائے جاتے ہیں کچھ دوستوں کو آمادہ کیا شام کو چلتے وقت کچھ بزرگوں سے تذکرہ کیا، انہوں نے بروقت ہی اطلاع دینے کا گلہ کیا، ندامت ہوئی کہ اس دنیا کے جھمیلوں میں لگے رہے اور پہلے سے کیوں نہ حاضر ہو سکے۔

رات ۱۰ بجے اسٹیشن پہونچے، ٹکٹ خریدنے لگے دیکھا کہ ہزاروں لوگ کھڑے ٹکٹ لے رہے ہیں اپنی باری آئی ۱۳ر آنے نکال کر بابو کو دئے اور ٹکٹ حاصل کر لیا۔

کراچی ایکسپریس ۱۰ بج کر ۲۵ منٹ پر چلی، کوئی ڈبہ ایسا نہ تھا جو اندر اور باہر بھرا نہ ہو، بڑے اطمینان سے سفر گذرا کوئی تو تکار نہ ہوئی کوئی دھکم پیل نہ ہوئی دوسرے کیلئے جگہ خالی کرنے کا جذبہ موجود تھا، سوا گیارہ بجے رائیونڈ اسٹیشن پر اتر گئے کوئی تین فرلانگ پر اجتماع گاہ تھی سادہ سی مسجد باہر صحن میں شامیانے تنے ہوئے تھے اور تل دھرنے کی جگہ نہ تھی ایک طرف بیسیوں لمبی لمبی کاریں کھڑی تھیں دوسری طرف تین چار بسیں، معلوم ہوا کہ میلی کالج اور چیف کالج کے طالب علم اکٹھے ہو کر بسوں میں آئے ہیں، مسجد کے فرش پر جو جس کے پاس تھا بچھایا گیا اور چند گھنٹے آرام کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

۲۱ کی صبح نماز فجر کے بعد رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا خطاب ہوا تین گھنٹے یہ خطاب جاری رہا لوگ ہمہ تن گوش بیٹھے سنتے رہے ان کی ایک ایک بات میں وزن تھا، حقیقت تھی خلوص تھا آخر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں میں یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا۔ حضرت نے فرمایا:۔

" بھائیو! انسان اس دنیا میں دو چیزوں پر محنت کرتا ہے، ایک اس دنیا کی چیزوں پر، دوسرے اپنی ذات پر۔ اس دنیا کی چیزوں پر مثلاً مکان دوکان، زمین، تجارت، کارخانے، ملازمت۔ غرضیکہ جس چیز پر بھی محنت کی جائے گی پورا دھیان اس طرف ہوگا دل اپنی چیزوں میں اٹکا رہیگا نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی ذات کی تکمیل رہ جائیگی، مرنے کے بعد ان چیزوں پر کی گئی محنت ساری کی ساری دھری رہ جائیگی اور انسان اس دنیا سے بالکل خالی جائیگا اور جب حشر کے میدان میں اپنی ذات پر محنت کرنیوالوں کو دیکھیگا تو اپنے آپ پر روئیگا اتنا روئے گا کہ آنسوؤں کے دریا بہہ نکلیں گے۔"

پھر فرمایا:-

" اپنی ذات پر محنت کرنے (یعنی اپنی زبان پر محنت، اپنے کانوں پر محنت، اپنی آنکھوں پر محنت، اپنے دل پر محنت، غرض ہر حصۂ جسم پر محنت کرنے سے اس درجہ تک پہونچ جائیگا کہ صرف ایک آنکھ کے جھپکنے سے اس پوری کائنات سے کروڑوں درجہ زیادہ قیمتی جنت عطا کی جائے گی آپ جا رہے ہیں سامنے سے غیر محرم عورت پہ نگاہ پڑی، دل نے کہا بس اب اگر آنکھ اٹھاؤ گے تو برباد ہوجاؤ گے آنکھ دوسری طرف پھیر گئی اس ایک بار کے پھیرنے سے اللہ رب العزت وہ کچھ عطا فرمائیں گے کہ تصور ناممکن، ان عطا کی جانے والی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اگر اس دنیا میں آجائے تو پوری دنیا، حاصل کرنے کے لئے لڑے۔"

باتیں دل میں اترتی چلی گئیں، اپنے آپ ندامت ہوئی کہ زندگی یونہی گذر گئی جس طرح اب تک گذری تو کیا ہوگا؟ آٹھ سے دس ہزار کا مجمع جس طرف نظر اٹھی انسان ہی نظر آئے وہ انسان جو محض اللہ کی خاطر اتنی دور دراز جگہوں سے سفر کر کے صعوبتیں جھیل کر اس ویرانے میں اکھٹے ہو گئے تھے۔

مولانا نے فرمایا:-

"محض اللہ کی خاطر یوں جمع ہوئے والوں پر اللہ کے فرشتے آسمان سے زمین تک حلقہ بناتے اور سلامتی بھیجتے ہیں۔ اللہ کرے آج دنیا میں صرف اللہ ہی کی خاطر جمع ہوا کریں تاکہ اللہ کی رحمتیں اس زمین پر اتریں اور انسان سکونِ قلب سے ہمکنار ہوں۔"

اس مجمع میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، چھوٹے بھی تھے بڑے بھی، بچے بھی تھے بوڑھے بھی پنجابی بھی تھے، سندھی بھی، سرحدی بھی تھے، بنگالی بھی، عرب سے آئے ہوئے بھی تھے، ہندوستان سے بھی، ملوں والے بھی تھے اور خوانچہ فروش بھی، دینی مدارس کے طلبا بھی تھے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علم بھی، غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے محض خدا کی خوشنودی کی خاطر جمع ہو گئے تھے جس کو مسجد میں جگہ نہ مل سکی وہ باہر ہی بیٹھ گیا خواہ امیر تھا یا غریب، کوئی نمائش گاہ نہ تھی، کوئی تین تین چار چار رنگے بڑے بڑے پوسٹر نہ تھے کوئی پچھلی کارگذاریوں کے بیان نہ ہوتے بس ایک ہی تڑپ تھی کہ ہم سدھر جائیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا، سب کو اپنی ذات کی کوتاہیوں، ناکامیوں اور نامرادیوں کا احساس تھا دوپہر کو الگ الگ حلقوں میں بٹ کر تعلیم ہوئی، سنا گیا کہ نماز کیا ہے، دعا کیا ہے، نماز یوں پڑھنے سے کیا ملیگا اور جن لوگوں نے یوں پڑھی انہوں نے کیا پایا دعاؤں سے کیا ہوتا ہے جس طرح دعا مانگنے کا حق ہے اس طرح مانگی جائے تو کیا ملتا ہے اور اس طرح جنہوں نے مانگی انہوں نے کیا پایا پچھلوں کے تذکرے تھے، دولت والوں کا تذکرہ آیا تو قارون وہامان کی دولتوں کے نقشے بنائے گئے عزبت کا ذکر ہوا تو صحابہ کرام کی زندگیوں کے واقعات بتائے گئے، فاقوں کا ذکر چھڑا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بتلائی گئی خدا کو خوش کر نے والوں نے کیا کھویا اور کیا پایا یہ معلوم ہوا۔ دو گھنٹے کی تعلیم کے بعد کھانے اور نماز کا وقت ہوا۔ ایک طرف کھانے کا انتظام کیا گیا تھا دوکانداروں نے دوکانیں بھی لگائی ہوئی تھیں جس کا جہاں جی چاہا کھا لیا اجتماع والوں کی طرف سے کھانے کا کوئی پیسہ نہ لیا جاتا۔ عصر کی نماز کے بعد لائل پور کے مفتی زین العابدین صاحب کا

بیان ہوا تھوڑے سے وقت میں بہت کچھ سمجھا دیا گیا خدا نے بولنے کا خوب ملکہ دیا کر سنکر وجدانی کیفیت پیدا ہونے لگتی۔ بتایا گیا کہ:۔

"انسان جب اپنے آپ محنت کرتے کرتے اس درجہ تک پہونچتا ہے کہ جس پر اللہ راضی ہو کر اس کے ہاتھ پاؤں اٹھنے پر ہی فیصلے فرما دیتے ہیں تو دنیا میں کیا ہوتا ہے دنیا اس طرح اس کے پیچھے آتی ہے، آج ہم لوگ دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور وہ ہرگز ہاتھ ہی نہیں آتی۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے واقعات سنائے گئے اور کچھ اس انداز کہ ایمان تازہ ہو گیا۔ بتایا گیا کہ:

"انسان جب مرتا ہے تو اس ڈر سے کہ اسکے مرنے کے بعد کہیں فرشتے اسے غسل اور دفن نہ کرنے لگ جائیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عجلت سے غسل دیتے اور جلدی جنازہ لیجاتے ہیں۔ اللہ کے پاک رسول جنازے کے ساتھ پنجوں کے بل چلتے ہیں پوچھنے پر فرمایا جاتا ہے کہ اتنے فرشتے آسمان پر سے اتر کر ساتھ ہو لئے کہ پورا پاؤں رکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔"

مغرب کے بعد ۶ باہر سے آئے ہوئے ایک اللہ کے بندے کا بیان شروع ہوا زبان عربی تھی، لہجہ انتہائی خوبصورت، جی چاہتا کہ اللہ اور اس کے پیارے رسول کی زبان بولتا رہے، مترجم صاحب بیٹھ گئے پون گھنٹے دین کے مختلف پہلوؤں پر نہایت وضاحت کیساتھ روشنی ڈالتے رہے، عدل و انصاف، معاشرت و معیشت اور دنیا کے مختلف علاقوں میں اسلام کی دعوت کے پھیلاؤ پر معلوماتی تقریر کی۔

رات کے خطاب میں مولانا محمد یوسف صاحب کا بیان ہوا، لاہور اور قریب ہر شہر کے مختلف حلقۂ فکر کے علماء کرام موجود تھے مولانا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی۔ کھانسی اور نزلہ کا زور رہا لیکن دین کی محبت کچھ اس طرح غالب آگئی ہے کہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلسل بولتے ہیں عام اجتماع ہو یا خاص، شہری حضرات کے اجتماع میں بولنا ہو یا میواتی حضرات میں، اس بولنے اور پوری طاقت سے بولنے میں کوئی چیز

رکاوٹ نہیں بنتی۔ بتایا جاتا رہا کہ :-

"نمرود کی خدائی پوری قوت سے اس کوشش میں لگی رہی کہ آج کی رات کسی بچے کے وجود کی بنیاد نہ پڑ سکے تمام ملک کے مرد اور عورتیں الگ الگ کر دیگئیں، پہرے دار بٹھا دیئے گئے لیکن ہوا کیا خدا کے حکم کے مطابق جو کام ہونا تھا ہو کے رہا۔ دشمن کے گھر ابراہیم علیہ السلام پل رہے ہیں۔ تو خدا جب کرنے پر آتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں کر سکتی۔"

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات بتائے جاتے ہیں ایک طرف اس دنیا اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کی بے بسی، دوسری طرف خدائے بزرگ و برتر کی عظمت دل میں یہ سب، کچھ یوں نقش ہوتا رہا جیسے ہونے کا حق ہے آخر کیوں نہ ہو کہنے والا پورے یقین سے کہہ رہا ہے زبان کیساتھ دل کی گہرائیوں کی آواز شامل ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ :-

"اگر کوئی فاسق اور جھوٹا شخص تمہارے پاس اس قسم کی خبر لائے کہ کوئی گروہ یا فرد تمہارے مال اور جان کے بارے میں بُرے ارادے کر رہا ہے تو اس امر کے باوجود کہ اس کا جھوٹا ہونا تمہارے نزدیک مسلم ہے تم اپنے مال اور جان کی فکر میں لگو گے لیکن جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا یہ ایمان ہے کہ سچے نبی ہیں۔ اگر اس ایمان میں کچھ بھی کمی ہے تو ہم مسلمان ہی نہیں، وہ فرما رہے ہیں کہ اے لوگو! اس دنیا کی حقیقت کچھ نہیں اللہ کے نزدیک اسکی حیثیت مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں۔ مردہ بکری کے بچے کے برابر بھی نہیں، جو کچھ بھی ہے آخرت کی زندگی ہے اسکے لئے کچھ کر لو ورنہ اس ختم نہ ہونے والی زندگی میں تڑپو گے لیکن یہ سنکر ہمیں یقین نہیں آتا کیوں؟ اس لیئے کہ اس دنیا کے مال و اولاد ہمارے مشاہدے میں ہیں اور آخرت کی زندگی غیب میں بس اسی کا نام ایمان بالغیب ہے جب دیکھ لیا تو غیب کہاں رہا۔"

رات کے گیارہ بجے تک یوں ہی دین وایمان کی باتیں ہوتی رہیں، نماز پڑھی ایک ہی صف میں ہر درجے، ہر زبان، ہر عمر اور مختلف رنگ ونسل کے دینی بھائی اللہ کے حضور یوں کھڑے ہوئے جیسے انکا وجود ہی نہیں ہے چاروں طرف ایک سناٹا۔ امام صاحب ان سب کی طرف سے اللہ کے حضور عرض گذار رہے ہیں بارہ بجے کچھ آرام کی فکر میں لگ گئے کچھ اللہ سے باتیں کرنے میں، ۴ بجے آنکھ کھلی آگے پیچھے، دائیں بائیں بہتوں کو کھڑے پایا اللہ اکبر کیا سرور ہے اس کھڑے ہونے میں

۲۲ کی صبح نماز کے بعد پھر تقریر ہوئی۔ دوپہر کو تعلیمی حلقے بنائے گئے۔ عصر کے بعد ہندوستان سے آئے ہوئے علی گڈھ یونیورسٹی کے گریجویٹ اور پھر علم دین سے پورے واقف مولوی محمد عمر صاحب کی تقریر ہوئی، خوب سلیقے سے بیان فرماتے ہیں تھوڑے سے وقت میں ہر انداز کا خوب مواد ذہنوں میں بسا یا کہ زبان اللہ کی عظمت کے ترانے خود بخود گانے لگے

غرض اسی طرح یہ تین دن کا روح پرور اجتماع چلتا رہا احساس دلایا جاتا رہا کہ سب بگاڑ اپنی ذات میں ہے اگر یہ درست ہو جائے تو سب درست ہو جائیگا۔

آخری روز اللہ کے راستہ میں اپنی ذات پر محنت کرنے کیلئے جن لوگوں نے وقت دیئے انکی تشکیل جماعتوں کی شکل میں ہوئی ہر جماعت میں آٹھ سے بارہ تک اللہ کے بندے جمع کر دیئے گئے سو کے قریب جماعتیں بن گئیں جنکو ملک کے کونوں کونوں میں بھیجا گیا تاکہ ان فانی چیزوں سے کچھ دیر کے لئے کٹ کر آدمی اپنی ذات پر محنت کر سکے۔ ہر جماعت کا ایک امیر مقرر کر دیا گیا، اپنے اپنے بستر، اپنا اپنا خرچ اور اپنی اپنی ذات پر محنت کرنے کا جذبہ، اور دوسرے بندگانِ خدا تک اللہ کی بات پہنچانے کی فکر، یہ سب منظر اس قدر روح کو بالیدگی بخشتے رہے کہ سینکڑوں وعظ بھی یہ نہ کر سکیں اختتام پر دعا ہوئی مولانا محمد یوسف صاحب نے دعا فرمائی، اپنے گناہوں کی توبہ مغفرت، آخرت کی سرخروئی، دین کی عظمت، تمام انسانوں کیلئے ہدایت طلبی، یہ سب باتیں اللہ سے طلب کیگئیں دعا یوں مانگی گئی جس طرح مانگنے کا حق ہوتا ہے کوئی آنکھ نہ تھی جو نہ روئی ہو، کوئی زبان نہ

تھی جو ہلی نہ ہو، کوئی دل نہ تھا جو پھٹ پڑنے پر نہ آیا ہو۔ بس ایک ہی احساس تھا کہ اتنی زندگی جو گذری ناکامی میں گذری، میں ہی سراپا معصیت ہوں، سب برائیاں مجھ ہی میں ہیں، اے اللہ ان سب کوتاہیوں کو معاف فرما اور میری زندگی کو اپنے راستے پر لگادے۔

اس طرح ۲۲ کی دوپہر کو یہ مبارک اجتماع ختم ہوگیا۔ [1]

حضرت جی علیل ہوگئے

اتنے طویل سفر اور اتنی سخت محنت سے اچھا تندرست آدمی بھی بیمار ہو جائے گا چنانچہ حضرت جیؒ کو تھکن کافی ہوگئی تھی دو دن سے قبض بھی چل رہا تھا، نزلہ، کھانسی، کمر میں درد بھی شروع ہوگیا ۲۴ مارچ کی صبح کو ڈاکٹر اسلم صاحب نے نبض دیکھی حال دریافت کر کے حضرت کو علاج کے لئے آمادہ کیا، آپ نے انجکشن لگوانا منظور فرمالیا، گولیاں ناشتہ کے وقت تجویز ہوئیں ڈاکٹر نے انجکشن لگایا۔ آپ نے تھوڑی دیر آرام کیا مگر چین کہاں تھا فوراً ہی پرانے احباب کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور ایک گھنٹہ بیان فرماکر ملکوں میں کام کرنے والوں کی تشکیل فرمائی حضرت نے اپنے ہاتھ سے نام لکھے سب ہی حضرات نے ملکوں میں کام کرنے کے لئے اپنے نام پیش کئے اس میں دو گھنٹہ صرف ہوگئے دعا فرمائی اور کھانا کھاکر آرام فرمایا مگر نیند نہیں آئی ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھی پھر بذریعہ کار لاہور آکر بلال پارک میں قیام فرمایا یہاں لاہور کے احباب نے مغرب کے بعد بیان کرایا۔

۲۵ مارچ کو ناشتہ سے فارغ ہوکر بذریعہ ریل نارووال کے لئے روانہ ہوئے دن بھر سفر کے بعد بذریعہ کار شام کو نارووال پہنچے اس گاؤں میں اجتماع تھا یہاں سیالکوٹ سے آکر میواتی جمع ہوگئے تھے طبیعت تو خراب چل ہی رہی تھی داڑھ میں اور تکلیف ہوگئی بولنے میں اور زیادہ تکلیف ہوتی تھی وہاں سے آکر آرام فرمایا۔ حکیم ضیاء الدین صاحب سرگودھا والوں نے یونانی علاج شروع فرمایا دونوں وقت جوشاندہ داڑھ پر مالش کچھ معجون وغیرہ کھلانا بھی تجویز ہوا اس دن قدرے آرام ملا مگر پھر ظہر کے بعد بیان ہوا، بیعت بھی کیا یہ سب کام حضرت نے طبیعت پر جبر کر کے کیا رات کو قیام کر کے صبح کو

---

[1] رائیونڈ کے اجتماع کا حال شہاب لاہور ۴ اپریل سے ماخوذ ہے۔

کار سے روانہ ہوئے اور جمعہ گوجرانولہ پڑھا۔ اور بیان فرمایا شام کو لاہور تشریف لائے یہاں بھی دو دن کا اجتماع تھا اسی حال میں یہاں بھی کام کیا۔

رائیونڈ کا قیام

۲۷ مارچ کو دوپہر کے وقت رائیونڈ پھر مشوروں کے بعد وہاں کے حضرات لے گئے وہاں دن میں احباب سے انفرادی گفتگو فرمائی حکیم صاحب نے بھی اپنا علاج جاری رکھا ۳۱ مارچ کو ہندوستان کی واپسی کیلئے ٹکٹ بھی خرید لئے گئے تھے لاہور سے بدھ کے دن روانہ ہو کر جمعرات سہارنپور قیام کر کے جمعہ نظام الدین پڑھنے کا پروگرام بن چکا تھا مگر رائیونڈ کی شوریٰ نے ہاتھ پیر پھیلائے اور حضرت کو مجبور کیا کہ دو دن مزید قیام کیا جائے چنانچہ مولانا انعام الحسن صاحب کے مشورہ کے بغیر ہی حضرت نے فیصلہ کر دیا کہ بدھ کی روانگی ملتوی جمعہ کے دن جانا ہو اس فیصلہ کا بوجھ سب پر پڑا مگر کیا کیا جاتا مقدر یہی تھا۔

۲۸ مارچ کو رائیونڈ میں ناشتہ کے بعد ممبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا آج میری طبیعت خراب ہے بولا نہیں جاتا لیکن ایک ضرورت سے بول رہا ہوں کان کھول کر سن لیجئے۔ سب احباب کو نام لیکر بلوایا، اس وقت فرمایا:۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی مشکلات اور مصیبتیں جھیل کر امت تیار کی ہے ملکی جذبہ، خاندانی خصبیت جب زندہ ہوتی ہے تو امت ٹوٹ جاتی ہے حضور صلعم کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں کس قدر تباہی آئی جنگ جمل، جنگ صفین، کربلا میں آپس میں کسقدر خون ہوئے۔"

اس وقت حضرت نے قوموں کے عروج وزوال کے بہت سے واقعات سنائے اور بتلایا کہ آپس میں تفرقہ کس طرح پیدا ہوتا ہے، اپنے آپ کو قربان کر کے دوسروں کو آگے بڑھانا اور اخلاق ومحبت کے واقعات بیان فرمائے۔ آپ نے فرمایا، امت کے ٹوٹنے سے دین ختم ہوتا ہے اس جگہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رح کا واقعہ بیان فرمایا۔

"ایک دفعہ حضرت مدنی، حضرت رائپوری، حضرت شیخ الحدیث کے مکان پر موجود تھے فسادات کا زمانہ تھا لوگ پاکستان جا رہے تھے حضرت

مدنی رح سے دریافت کیا گیا. حضرت مسلمان تباہ ہو رہے ہیں اب ہم کیا
کریں؟ حضرت مدنی رح نے فرمایا: جس کو ملک مال عزت چاہیئے وہ تو
جائے پاکستان، مجھے تو میرے بھائی مدینہ منورہ بلانے پر اصرار کر رہے
ہیں مگر میں تو اس امت کے لئے یہاں مرنا چاہتا ہوں"۔

یہ فرما کر حضرت جی رو پڑے اور سارا مجمع بھی رو پڑا، پھر پرانے احباب کو نام لے لیکر خوب ڈانٹتے رہے، اس کے بعد تشکیل فرمائی سارے پرانے احباب کے تین چلے لکھوانے پر زور لگایا سب نے نام لکھوا دیئے، دو گھنٹہ کے بعد مشوروں کے لئے مجلس ہوئی اس میں ہر ایک کو جانے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت جی کی طبیعت برابر خراب چل رہی تھی مگر مصروفیت تھی کہ ختم نہ ہوتی تھی، رات کو کھانسی زور پکڑتی تھی تو گھنٹوں نیند غائب رہتی تھی ۳۰ر مارچ کی صبح کو بیان فرمایا ہدایات تعلیم فرمائیں اور سب پرانوں کی جماعتوں کو روانہ فرمایا. میاں جی عبداللہ صاحب نے مصافحہ کر کے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اسی طرح میاں جی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ کیا

مشورے ختم ہو چکے تھے اب سب احباب کو یہ فکر ہوئی کہ حضرت کو آرام کرانا چاہیئے مگر آرام کہاں ملتا، اب انفرادی گفتگو کا نمبر آیا مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی اور مولانا سہیل صاحب عبدالمقیت صاحب نے حیاۃ الصحابہ کو مروجہ عربی میں مع اعراب کے ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کر لی سب باتیں چل رہی تھیں مگر حضرت جی کی بے چینی بھی بڑھ رہی تھی جب کبھی استنجا یا وضو فرماتے تو قاری عبدالرشید خورجوی سے فرماتے ہندوستان چلنا ہے. یہ سب تو یہاں رہ جائیں گے ہمیں تمہیں چل کر وہاں کام کرنا ہے وہاں کا کام بہت بڑھ گیا ہے۔

لاہور میں آمد اور علالت

یکم اپریل کو رائیونڈ سے ظہر کے بعد چل کر عصر سے قبل بلال پارک لاہور میں قیام فرمایا نماز سے قبل چائے نوشی فرمائی وضو کر کے جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا فرمائی عصر کے بعد چند لاہور کے خواص اور علماء تشریف لائے تھے ان سے مغرب تک بات چیت

فرمائی۔ مغرب کی نماز اسی مجلس سے اٹھ کر مسجد میں ادا فرمائی جائے قیام پر واپس آکر اوابین کی نفلیں دیر تک پڑھتے رہے تھکن کافی ہوگئی تھی بستر پر لیٹ گئے چند منٹ کے بعد چند خاص حضرات تشریف لے آئے، بستر پر اٹھ بیٹھ کر ان حضرات سے ۳۰ منٹ تک گفتگو فرمائی اسی اثنار میں قاری عبد الرشید صاحب نے بغیر دودھ کی چائے پیش کی پہلے انکار فرمایا مگر ایک گھونٹ کے پینے پر پسند آگئی۔ فرمایا ان حضرات کو بھی پلاؤ جب یہ حضرات اٹھ کر گئے تو لاہور کے احباب آ گئے کہنے لگے حضرت مسجد اوپر نیچے بھر گئی ہے لاہور شہر کے خواص اور عوام بھی جمع ہو گئے ہیں چلئے اور بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا مولوی محمد عمر صاحب کا بیان ہی کافی ہے مگر دوستوں نے کہا حضرت آخری تقریر اور دعا آپ کی ہوگی پھر نہ معلوم کب آپ کا آنا ہو، کل آپ تشریف لے جا رہے ہیں حضرت نے فرمایا "آج تو بالکل ہمت نہیں ہو رہی ہے۔" مولانا انعام الحسن صاحب سے دریافت فرمایا تو جواب دیا اگر ایسی بات ہے تو تقریر نہ فرمائیے۔!

چند اشارے میاں جی عیسیٰ قریشی صاحب کے قریب بیٹھے تھے کمر کو سہارا دیکر ان دونوں بزرگوں نے اٹھایا فرمایا: "بھائی ہماری تو منزل پوری ہو چکی ہے۔" مولانا نے فرمایا "ابھی کہاں، ابھی تو ملکوں کا فیصلہ کرنا ہے روس اور امریکہ کے نقشے بدلوانا ہیں ہند میں اسلام کی نشر و اشاعت کرنی ہے۔"
حضرت نے فرمایا "پالیسی مکمل ہو چکی ہے کام کرنے والے کرتے رہیں گے۔"

پھر فرمایا "بڑے حضرت کی عمر کیا تھی؟" مولانا نے جواب دیا "۶۲ سال" پھر پوچھا "حضور صلعم کی کیا عمر ہوئی تھی؟" عرض کیا: "۶۳ سال"۔ "اور حضرت عمر رضہ کی؟" عرض کیا: "۶۳ سال"۔ اس کے بعد فرمایا: "اور ہماری عمر تو اڑتالیس یا اونچاس سال ہی کافی ہے۔" تھوڑے وقفہ کے بعد فرمایا: "۶۳ سال ٹھیک ہے۔" مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا "یہ کوئی مشورہ کی بات تو ہے نہیں جب کا وقت آئیگا چلا جائیگا۔"

اس کے بعد حضرت جی رح تقریر کے لئے تشریف لے گئے، سامنے مولوی شمس الدین صاحب آئے تو فرمایا تم ہندوستان چھوڑ کر آ گئے؟" وہ خاموش رہے تو فرمایا: "وہاں

تو حضرت شیخ الحدیث ہی کافی ہیں۔

آخری اوقات

اس دن بارش ہوئی تھی ہوا سرد چل رہی تھی اس لئے محراب کے قریب کرسی رکھی گئی اندر مجمع خوب بھرا تھا ہوا کے گذرنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ بیان شروع فرمایا، آواز میں پستی بولنے میں تکلف تھا ایک گھنٹہ تک بیان فرماتے رہے۔ بیان میں پسینہ اور ہچکی شروع ہوئی رومال سے پسینہ صاف کرتے سر پر سے ٹوپی کبھی اتارتے اور کبھی رکھتے ایک ہیئت پر بیٹھنا مشکل ہوا تو مختلف ہیئتیں بدلنے لگے اسی اثنا میں قاضی عبدالقادر صاحب نے کھڑے ہوکر کان میں فرمایا: "آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے تقریر بند کر دیجئے، آرام کر لیجئے!"۔ فرمایا "تشکیل رہ جائے گی" چنانچہ اسی حال میں تشکیل فرمائی کوئی نام دیتا تو دعائیہ کلمات ارشاد فرما دیتے تیس منٹ کے بعد عبدالحمید بوری صاحب کے صاحبزادے کا نکاح پڑھانا تھا گئے اور مختصر نکاح کی تقریر بھی فرمائی پھر دعا فرمائی اور اٹھ کر جائے قیام پر تشریف لے جانے لگے، بستر کے قریب آ گئے تھے فرمایا "مجھے سنبھالو" بھائی یعقوب صاحب کے مکان کی دوسری چوکھٹ سے بیہوش ہو گئے تھے اتنے میں احسان قریشی صاحب نے آواز دی۔ بھائی یعقوب اور قاری عبدالرشید صاحب پہونچے۔ گود میں اٹھا کر بستر پر لٹا دیا۔ نبض بند تھی لب پسینہ چھوٹ رہا تھا چند منٹ بعد ہوش آ گیا، فرمایا: "میں بیہوش ہو گیا تھا اب ہوشیار ہو گیا ہوں"۔ دریافت فرمانے لگے: "مجھے کیا ہو گیا تھا؟"۔ قاری عبدالرشید نے عرض کیا حضرت گرمی کی وجہ سے چکر آ گئے تھے؛ مولانا پھر بے قابو ہو گئے اور خاموش قریب بیٹھ گئے، حضرت کی خبر سنکر سب لوگ آ گئے۔ حکیم ضیاء صاحب کے شاگرد حکیم احمد حسین صاحب کی جیب میں جواہر مہرہ تھا نکال کر دودھ کے ساتھ کھلایا اس سے کچھ طبیعت سنبھل گئی فوراً قریشی صاحب نے حاجی محمد افضل صاحب، ڈاکٹر کرنل ضیاء الدین صاحب (جو لاہور میں دل کے امراض کے پرانے تجربہ کار ڈاکٹر ہیں) ڈاکٹر اسلم صاحب کے مشورہ سے بلانے بھیجا آدھ گھنٹہ کے بعد ڈاکٹر صاحب آ گئے انہوں نے آ کر نبض دیکھی، خون کا دباؤ وغیرہ دیکھا کچھ دیر

خاموش رہ کر کمرے کے باہر آکر فرمایا۔ "دل کا زبردست اٹیک تھا، یہ معجزہ یعنی کرامت ہوئی کہ اس حملہ سے بچ گئے، پیشاب کا خطا ہونا بھی اچھا ہوا، فوراً ان کو ہسپتال میں داخل کیجئے، حرکت بالکل نہ ہو، پانی کا استعمال بھی بند، نماز تیمم اور اشارے کیساتھ پڑھوائیں کپڑے اڑھادئے تھے پسینہ کم ہوا تو بخار آگیا تھا۔ بار بار فرماتے "سینے میں جلن ہورہی ہے" حکیم صاحب نے خمیرہ منگواکر کھلایا کچھ نیند آئی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے آنکھ کھلتی تھی۔ فرماتے "مجھے پاک کراؤ تاکہ عشاء کی نماز ادا کردوں" مگر ڈاکٹر صاحب کے فرمانے کی وجہ سے یہ پاک کرانے والا مسئلہ بڑا اہم بن گیا تھا سارے حضرات اس غور فکر میں پڑ گئے کہ یہ مسئلہ کس طرح حل ہو کوئی صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی قاری عبدالرشید صاحب نے عرض کیا "مجھکو اجازت دیجئے میں انشاء اللہ حضرت کو بغیر حرکت دئے پاک کرادوں گا" مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا "اچھا"

رات کے ڈھائی بج چکے تھے، چنانچہ پاک کرایا گیا، تیمم کرایا، لیٹ کر اشارے سے جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی پھر فرمایا اب سو کر کیا کرونگا صبح کی نماز پڑھ کر ہی آرام کرونگا۔ بندہ[1] نے عرض کیا: "حضرت آپ سو جائیں بے فکر رہیں صبح کی نماز پڑھوائی جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے نیند کا ایک انجکشن بھی لگادیا، حضرت سو گئے، صبح کو اذان کے وقت بیدار ہوئے فرمایا "مجھے جلدی سے نماز پڑھواؤ" چنانچہ تیمم کراکر نماز پڑھوادی۔ حکیم صاحب نے دودھ کے ساتھ دوا کھلادی۔ پھر سو گئے تقریباً دو گھنٹہ سوئے آنکھ کھلنے پر چائے طلب فرمائی زیادہ دودھ کی چائے، چائے دانی کی ٹونٹی سے پلائی، دوبارہ اور طلب کی دوسری پیالی پی کر پانی مانگا۔ معمولی چھالیہ اور تمباکو کے ساتھ پان کھلایا۔ مجھ سے فرمایا: "ہندوستان چلنا ہے آج کی سیٹیں کیوں ملتوی کرادیں؟" میں نے عرض کیا "حضرت بہت جلد چلنا ہے صرف آج آپ آرام کرلیں کل کو جانے کی بات ہو جائے گی ڈاکٹر بھی اجازت دیدیگا۔" پھر فرمانے لگے: "تم لوگ تو رک گئے یہ قریشی صاحب مجھ سے پھر تقریر کرائیں۔" میں نے عرض کیا، نہیں! حضرت اب آپ سے

---

[1] مراد قاری عبدالرشید صاحب ۱۲

کوئی تقریر نہیں کرائے گا۔ فرمایا "اگر تقریر نہ کرائی تو یہ خواص کو لا بٹھائیں گے اور ان سے بات کرنے کے لئے کہیں یا پھر میرا ہی دل چاہنے لگا تو کیا ہوگا۔"

میں نے عرض کیا، میں کسی کو نہ آنے دونگا۔ مفتی زین العابدین صاحب آگئے مزاج پرسی فرمانے لگے تو فرمایا "لوگ کہتے ہیں کہ دل کا دورہ ہوا کرتا ہے مگر میرا تو دل ہی نہیں ہے دورہ کیا ہوگا۔" میں نے تمام حضرات سے کہا اب تشریف لے جائیے حضرت کو آرام کرنا ہے سب چلے گئے حضرت چادر اوڑھ کر سو گئے۔

دس بجے کے قریب ڈاکٹر کرنل ضیاء الدین صاحب پھر آئے دیکھا تو فرمانے لگے اللہ کا فضل ہے کہ طبیعت صحت کی طرف مائل ہے وہ یہ کہہ کر چلے گئے ابھی تجویز شدہ دوا ڈاکٹر اسلم صاحب نے کھلانا شروع کر دی۔ گیارہ بجے استنجا کیا پھر چائے طلب فرمائی، ڈاکٹر صاحب نے روکا بجائے چائے دودھ دیں یا زیادہ دودھ کی چائے اور ڈبل روٹی کے توس کھلائیں۔ اس کے بعد ایک ہلکا سا پان بھی کھلایا۔ پھر فرمانے لگے "تم لوگوں نے اس کو بیماری اور دل کے درد کا مسئلہ ہی بنا لیا ہے ہمارے نزدیک تو یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ہم تو مطمئن ہیں بس آخرت کا فکر ہے کہ کیا ہوگا۔" سب لوگ باہر گئے اور نیند آگئی۔

سہارنپور کو روانگی کے ملتوی ہونے کا تار دیدیا گیا تھا کہ چند ایام آرام کر کے جائیں گے۔ مولانا انعام صاحب نے جمعہ کا غسل کرنے کے لئے فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد مولانا غسل کر کے تشریف لائے۔ جمعہ کی اذان ہو چکی تھی حضرت کی آنکھ کھلی تو فرمایا "مجھے ظہر پڑھواؤ۔"

ڈاکٹر اسلم صاحب نے مجھے گولیاں دیں کہ انکو آدھ آدھ گھنٹہ کے فصل سے کھلاؤ۔ میں نے جیب میں رکھ لیں سوچا تھا کہ جمعہ پڑھ کر کھلاؤں گا۔ وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا تھا کہ قریشی صاحب نے اوپر سے آکر دریافت کیا گولیاں کھلا دیں؟

میں نے عرض کیا "نماز کے بعد کھلاؤں گا"

انہوں نے تقاضہ کیا ابھی کھلاؤ۔

میں نے شیشی ان کے ہاتھ میں دیدی، انہوں نے ڈاکٹر اسلم کی ہدایت کے مطابق دو گولیاں نکال کر مجھے دیں کہ انکو فوراً کھلادو، میں نے پیالی میں دودھ لیا اور گولیاں لیکر حضرت کے پاس آیا، عرض کیا حضرت یہ کھا لیجئے، کچھ توقف کے بعد فرمایا اچھا لاؤ، دو گولیاں حلق میں ڈالیں، اوپر سے دودھ پیا، بمشکل وہ نیچے اتریں میں نے عرض کیا تھوڑا سا دودھ اور لیجئے، کیونکہ رات سے کچھ کھایا نہیں ہے۔ فرمایا لاؤ، چنانچہ ایک پیالی دودھ پیش کیا گیا۔ بس حضرت کی یہ آخری غذا تھی۔

رفیق اعلیٰ سے ملاقات

مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز پڑھوا دی، سب لوگ مسجد میں چلے گئے خطبہ شروع ہونے کو تھا کہ قریشی صاحب نے صحن مسجد میں کھڑے ہو کر ڈاکٹر اسلم صاحب کو آواز دی میں نے انکو اشارہ سے منع کیا کہ نماز کے بعد آئیں گے ادھر حضرت پر سانس کا دورہ شروع ہو گیا۔ نماز ختم ہوئی تو بھائی خدا بخش صاحب نے پکارا، ڈاکٹر صاحب! مفتی صاحب! قاضی صاحب! جلد آئیے "

احباب دعا مانگتے ہوئے دوڑے، تو حضرت کو سانس زور سے آرہا تھا حافظ صدیق آئے تو کہنے لگے حضرت! بلغم اٹک رہا ہے، ڈاکٹر اسلم صاحب آئے تو فرمایا "ہسپتال لے چلو، آکسیجن کی ضرورت ہے۔" قاضی صاحب نے آکر دیکھا تو فرمایا "حضرت قرآن پڑھیئے!" حضرت نے فرمایا تم بھی پڑھو۔ پھر ڈاکٹر اسلم صاحب نے فرمایا ہسپتال لے چلو!

حضرت نے فرمایا وہاں عورتیں ہونگی۔ یہاں لاکر لگادو۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اسکی مشینیں یہاں لانا مشکل ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت اطمینان رکھیں وہاں کوئی عورت نہ ہو گی ہم اس کا انتظام کرلیں گے۔ بھائی بشیر احمد صاحب آئے دروازہ کھولا، تو حضرت ربی اللہ ربی اللہ پڑھ رہے تھے؛ اس وقت حضرت انگلی اٹھا اٹھا کر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ انجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ زور سے پڑھتے، کلمہ شہادت پڑھتے، مولانا

انعام الحسن صاحب نے فرمایا ہسپتال چلیئے، تو فوراً پائجامہ پہنا اور مع بستر کے سب نے آہستہ سے اٹھایا اور قریشی صاحب کی کار میں پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ حضرت خود ہی زور لگا کر اوپر ہو گئے، مولوی محمد الیاس صاحب سیٹ کے نیچے بیٹھ گئے۔ بندہ، مفتی صاحب، بھائی بشیر احمد صاحب، بھائی گلزار کی کار میں بیٹھ کر حضرت کی کار کے آگے چلدئے تاکہ ڈاکٹر ضیاء صاحب سے ملاقات کر کے خبر دیں اور ہسپتال میں آکسیجن وغیرہ کا جلد انتظام کرائیں۔ حضرت کی کار بھی چل پڑی تھی۔

ریل کے پھاٹک سے گذر کر گڑھی شاہی کے قریب حضرت نے فرمایا کتنی دور ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، آدھا فاصلہ باقی ہے۔ اس کے بعد حضرت پست آواز سے کلمہ پڑھتے رہے لا الٰہ صاف اور الا اللہ رک رک کر سنائی دے رہا تھا کہ اتنے میں آواز لڑکھڑانے لگی۔ آواز بند ہو گئی، آنکھیں پتھرا گئیں، زبان دانتوں کے درمیان آکر رک گئی، ناک اور منھ سے رطوبت، جھاگ اور بلبلوں کی طرح نکلنے لگی مولانا انعام الحسن صاحب نے سورۂ یٰسین شروع فرمادی، روح مبارک پرواز کر چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

وصال کے بعد

جو جان اللہ کی راہ پر ۲۱ برس سے کھپ رہی تھی آج وہ ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سو گئی۔ مولانا نے فرمایا واپس لے چلو، مگر ڈاکٹر اسلم نے فرمایا آکسیجن دیکر دیکھ لینا اچھا ہے چنانچہ ہسپتال پہونچے بندہ نے کار کا دروازہ کھولا تو حضرت جا چکے تھے اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ پڑھ کر روتا ہوا حضرت کو کار سے اتار کر ہسپتال کی گاڑی پر لٹا کر اندر لے چلے فوراً ہی ڈاکٹر منیر صاحب نے آکسیجن دیا ایک انجکشن بھی لگایا اور بہت زور زور سے سینہ دبانا شروع کیا، پانچ منٹ تک آکسیجن دیا کہ شاید حرکت ہو جائے مگر وقت موعود آچکا تھا ڈاکٹر منیر صاحب نے پھر نبض کو دیکھ کر فرمایا اب کوئی گنجائش نہیں ہے بس یہ سننا تھا کہ سب رونے لگے حافظ صدیق صاحب تو بے قابو ہو کر مولانا انعام صاحب کے سامنے آکر معافی مانگنے لگے ان سے چپٹنے کا عزم کر رہے تھے میں نے حضرت کے

پاس سے ہٹکر انکو کمر پکڑ کر علیحدہ کیا تاکہ مولانا کی طبیعت بے قابو نہ ہوجائے میں حضرت کے سرہانے کھڑا تھا اور انکی ناک سے جو رطوبت نکلتی تھی اسکو صاف کرتا تھا.

مولانا انعام الحسن صاحب نے بھائی بشیر سے فرمایا، "بھائی جلدی سے بلال پارک لے چلو کہیں یہ لوگ پوسٹ مارٹم نہ کرنے لگیں"۔ بھائی بشیر صاحب چلے، قریشی صاحب اپنی کار میں بیٹھے رو رہے تھے بہت ہی پریشان تھے ان سے کہا: حضرت کو بلال پارک لے چلنا ہے"۔ پھر مولانا کے پاس آئے قرآن کی طبیعت میں قابو تھا، پھر ڈاکٹر منیر کو تلاش کر کے قریشی صاحب لے گئے، انہوں نے قریشی صاحب کو دوا بھجوائی اور ایمبولینس گاڑی کا انتظام کرایا۔ جس میں حضرت رح کو لٹا دیا گیا دوسرے ساتھی اس میں بٹھا کر چلے، تھوڑی دور چلنے کے بعد گاڑی خراب ہوگئی مگر پھر ٹھیک ہو کر چلنے لگی۔

تجہیز و تکفین

بلال پارک پہونچے تو یہاں پورا مجمع کھڑا رو رہا تھا سب نے ملکر چارپائی پر لے کر مسجد کے سامنے مدرسہ میں رکھا مولانا انعام الحسن صاحب اپنی جائے قیام پر تشریف لائے میں حضرت رح کے پاس تھوڑی دیر کھڑا رہا لوگ زیارت کے لئے قطار باندھ کر دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے مولانا انعام الحسن صاحب نے مجھے بلایا اور فرمایا جلد غسل کا فکر کرو فوراً پانی تیار کرایا۔ کفن کا جب نام لیا تو بھائی یعقوب صاحب نے اپنے احرام کی چادریں لاکر دیں، دو جگہ سے اور احرام کی چادریں آگئیں، نیا ایک تھان بھی آگیا میں نے اسکو پھاڑا، قاری عبدالرحیم صاحب کراچی والوں نے جلد سینا شروع کر دیا، میں نے غسل کی جگہ کھودنا شروع کی اتنے میں پانی اور کفن دونوں تیار ہوگئے عصر کی نماز پڑھ کر درسگاہ کے دروازے بند کر کے حضرت رح کو تختہ پر لٹایا آہستہ سے کپڑے نکالے میانجی عبداللہ رائیونڈ والوں نے تھیلی باندھ کر استنجا کرایا، طہارت وضو کے بعد اچھی طرح غسل دیا۔ چارپائی پر کفن بچھا کر لٹایا۔ میں نے کافور مقام سجود پر لگایا چہرہ کھلا رکھا، باقی جسم ڈھک دیا۔ مغرب سے ذرا قبل غسل سے فارغ ہوئے لوگ لائن لگا کر زیارت کرتے رہے۔

مغرب کی نماز پڑھ کر مولانا انعام الحسن صاحب تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا حضرت کو دہلی لے چلنا ہے۔ مولانا نے فرمایا "بھائی تو جذبات سے کام نہ لے مفتی صاحب سے دریافت کرلے حضرت جی رح نے حضرت رائپوری رح کے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ مجھے کہیں منتقل نہ کرنا مگر یہ وصیت حضرت رائپوری رح کی تدفین کے اختلاف کو سنکر فرمائی تھی پھر اس کے بعد کوئی ذکر نہیں فرمایا تھا اتنے میں حافظ صدیق صاحب نے عرض کیا "حضرت شیخ الحدیث سے دریافت کرلیا جائے"۔

چونکہ اس وقت مختلف رائے آرہی تھیں لاہوری حضرات تو بہت ہی مُصر تھے کہ حضرت کو مولانا احمد علی صاحب مرحوم کے جوار میں دفن کیا جائے، بعض نے رائیونڈ کے لئے کہا بعض نے ہلال پارک تجویز کیا، نظام الدین کے ساتھی اور رائیونڈ کے پرانے میانجی حضرات اس پر قائم رہے کہ حضرت رح کو نظام الدین لے جانا چاہیئے۔

مفتی زین العابدین نے چار بجے ریڈیو سے اعلان کرایا مگر اس اعلان میں صرف اتنا تھا کہ مولانا یوسف صاحب دہلی والوں کا وصال ہوگیا ہے اس اعلان کو جس نے بھی جس جگہ سنا وہ حضرت جی مرحوم کو نہ سمجھا بلکہ کچھ اور سمجھ لیا۔ قریشی صاحب نے چودہری عزیز الدین صاحب کے یہاں آدمی بھیجا کہ حضرت شیخ کو خبر کردیں چنانچہ انہوں نے ٹیلیفون پر صابر صاحب لکڑی کے تاجر کو خبر دی عبدالحفیظ صاحب نے فون کی خبر لے کر حضرت شیخ کو اطلاع دی اس کے بعد دفن والے مسئلہ پر حضرت شیخ سے معلوم کیا گیا، فرمایا سہولت لانے کی ہو تو نظام الدین لاؤ ورنہ رائیونڈ ہی میں دفن کردو۔

ادھر حافظ صدیق صاحب نے حافظ عبدالعزیز صاحب کو دہلی فون پر خبر کردی یہ اس خبر کو لے کر فوراً نظام الدین آئے منشی بشیر احمد صاحب اور بھائی محمد ہارون صاحب کو خبر دی بس اسی خبر پران بزرگوں کا جو حال بھی ہوا ہوا اللہ ہی بہتر جانتا ہے فوراً بابو عیاض صاحب کو بلاکر سہارنپور خبر کے لئے موٹر تیار کیا۔ یہ تینوں حضرات سہارنپور کو چلدئے تاکہ حضرت کو یہاں لائیں۔

لاہور میں نمازِ جنازہ

لاہور میں حضرت شیخ مدظلہ کی رائے سنکر

سب متفق ہو گئے ۸ بجے عبدالحمید پوری صاحب کو ہوائی جہاز کے انتظام کے لئے بھیجا اور دو بکرا احباب بھی انکے ساتھ گئے۔ گیارہ بجے رات کو اطلاع ملی کہ جہاز تیار ہو گیا ۱۲ بجے ہوائی اڈے پر آجائیگا ادھر عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ہر چہار طرف سے اطلاع ہونے پر لوگ آنے لگے لاہور کے خواص یہاں تک کہ علامہ مودودی صاحب بھی چند رفقاء کو لے کر آئے مولانا انعام الحسن صاحب سے انہوں نے فرمایا "امتِ مسلمہ کو بہت سخت نقصان پہونچا ہے" اور بہت ہی قلق و افسوس کا اظہار فرمایا۔

۹ بجے جنازہ باہر لایا گیا مجمع اس قدر کہ چارپائی کو ہاتھ لگانا دشوار قبلہ رُخ رکھا گیا صف آرائی ہوئی اس میں ۳۰ منٹ خرچ ہوئے سولہ ہزار کے مجمع نے مولانا انعام الحسن صاحب کی اقتدار میں نماز جنازہ ادا کی۔

مجمع کی کثرت کی وجہ سے جنازہ حاجی بشیر احمد صاحب کے زنانہ میں رکھا گیا مگر لوگ زیارت کے لئے برابر آرہے تھے تھوڑی دیر بعد پھر اٹھایا گیا اور مدرسہ میں لاکر رکھ دیا۔ اور لوگ قطار بنا کر زیارت کرنے لگے گیارہ بجے کے قریب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب جانشین حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری تشریف لائے انہوں نے نماز پڑھنے کا عزم فرمایا چنانچہ پھر باہر جنازہ لایا گیا۔ مولانا عبدالعزیز صاحب نے نماز پڑھائی اس مرتبہ بھی پانچ ہزار کے قریب مجمع ہو گا کہ جس نے مولانا عبدالعزیز صاحب کی اقتدار میں نماز پڑھی۔ پھر مدرسہ میں رکھا تھوڑی دیر کے بعد ایک صندوق لایا گیا لیکن وہ صندوق تنگ اور غلط وضع کا بنا ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے دوسرا منگایا، ۱۲ بجے حضرت رح کو ہوائی اڈے پر لے گئے کافی احباب بھی ساتھ آئے موٹر سے اتار کر رکھا گیا مگر صندوق اب بھی نہ آیا کوئی گھنٹہ بھر کے بعد صندوق آیا۔ ہر طرف رضائی کی تہہ لگائی پھر حضرت رح کی لاش رکھ کر بند کر دیا سب احبابوں نے اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے ہوائی جہاز میں رکھ دیا۔

دہلی آمد اور تدفین

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے پہونچانیوالے حضرات کو کافی دیر تک کام کے بارے میں ہدایات فرمائیں۔ ہم سات آدمی اس میں سوار ہوئے حضرت والا کو ہوائی جہاز کے انجن کی پاس رکھا۔ مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حافظ محمد صدیق صاحب، مولوی محمد الیاس صاحب، میانجی محمد اسحاق صاحب، حاجی احمد مومن جی اور قاری محمد رشید خورجوی ہوائی جہاز میں سوار ہوئے۔ جہاز میں سوار ہوتے ہوئے مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا:۔

"سب کی جوڑی موجود ہے میری نہیں ہے۔"

جہاز ایک بج کر ۲۵ منٹ پر روانہ ہوا مولانا محمد عمر صاحب نے حیاۃ الصحابہ کھول کر پورے راستے سنائی ۲ بجکر ۳۰ منٹ پر جہاز پالم ہوائی اڈے پر پہونچا یہاں دہلی اور نظام الدین کے کافی احباب کاریں لے کر اور ایک ٹرک لے کر کافی دیر سے انتظار میں تھے اپنے احباب نے ہی ہوائی جہاز سے صندوق اتارا ملازمین جہاز نے بخوشی اندر آنے کی اجازت دیدی تھی کسٹم پر سے گذر کر صندوق ٹرک پر رکھا گیا ہم سات آدمی اپنا سامان کا کسٹم اور پاسپورٹ کا اندراج کرانے لگے الحمدللہ بغیر کسی زحمت کے ۳۰ منٹ میں مع سامان باہر آکر کاروں اور ٹرک پر سوار ہو کر نظام الدین کے لئے چلے ۳½ بجے تھے کہ نظام الدین میں صندوق اتارا مسجد کے سامنے والے مہمان خانہ میں رکھدیا۔ قاری محمد رشید صاحب نے لوہے کی سلاخ سے صندوق کھولا تو حضرت کے چہرے کے قریب کا کفن خون میں بھرا ہوا تھا چہرے کو روئی اور پانی سے صاف کیا اور لاش کو صندوق سے باہر نکال کر جنازہ پر رکھا لوگوں نے قطار بنا کر زیارت شروع کردی۔

پونے چار بجے حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم اور مولوی محمد ہارون صاحب منشی بشیر احمد صاحب، بابو عیاض صاحب کی گاڑی سے پہونچے۔ مولوی محمد ہارون صاحب پہلے اتر کر حجرہ کی طرف جانے لگے تو میں نے مصافحہ کیا اور عرض کیا بھائی

کہاں جاتے ہو؟ حضرت تو یہاں ہیں زیارت کرلو، انہوں نے جواب دیا پہلے حضرت شیخ کو اوپر آجانے دو اتنے میں حضرت شیخ بھی تشریف لے آئے اور حضرت مرحوم کی چارپائی کے دائیں طرف بیٹھ گئے بھائی محمد ہارون صاحب سرہانے بیٹھ کر آنسو بہانے لگے میں نے حضرت شیخ مدظلہ سے عرض کیا جلد دفن کرنا چاہیئے منھ سے برابر خون جاری ہے۔ یہ خون غسل سے ایک گھنٹہ بعد آنا شروع ہوگیا تھا ذرا بھی ہونٹوں کو حرکت ہوتی تھی تو خون باہر نکلتا تھا رنگ بالکل سرخ تھا۔

حضرت شیخ مدظلہ نے بڑے حضرت جی رح کی قبر کے دائیں طرف قبر کھودنے کا حکم دیا اذان صبح سے قبل قبر کھودنا شروع ہوئی صبح کی اذان ہوئی حضرت شیخ وہاں سے اٹھے استنجا وضو فرماکر مسجد میں تشریف لے گئے جماعت کھڑی ہوگئی، یہ ایک نماز تھی جس میں حضرت جی مرحوم شریک نہ تھے، نماز پڑھ کر حضرت شیخ پھر جنازے کے پاس آگئے لوگ جمع ہوتے چلے جارہے تھے میوات میں جس کو جہاں خبر ملی رات ہی کو چلدیا۔ حضرت جی رح کے وصال کا کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ مکرمہ میں خبر ملنے کے بعد تین دن تحقیق میں خرچ کردئے۔

بہرحال دن نکلتے ہی لوگ زیادہ اپنے مقامات سے چلے نماز سے قبل مولانا اسعد صاحب، مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور دیگر علمائے کرام بھی شرکت کے لئے آگئے تھے، قبر تیار ہونے میں کافی دیر لگی۔ اس کے پتھر ابو عیاض صاحب دہلی کو بازار کھلنے پر تیار کراکر لائے۔ دس بجے دن تک جنازہ اٹھاکر حجرہ میں لایا گیا تاکہ محرم مستورات اور والدہ زیارت کرلیں کچھ دیر کے بعد دوسرے دروازے سے نکال کر چونسٹھ کھمبے کی عمارت میں لیجانا تھا اژدہام بہت تھا ہر شخص اس کا متمنی تھا کہ کسی طرح کاندھا دیدے مگر کہاں بمشکل جنازہ چونسٹھ کھمبہ پہونچا اور صف آرائی کی گئی حضرت شیخ الحدیث نے صاحبزادہ محمد ہارون صاحب سے اجازت لے کر نماز جنازہ پڑھائی اس وقت بھی بہت لوگ تھے چونسٹھ کھمبے سے مسجد نئی دہانہ اندر ہوٹل تک صف تھی۔ نماز کے بعد مرزا غالب کے دروازے سے نکال کر درجہ حفظ کی پرانی

درسگاہ میں رکھا کیونکہ ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب جائے وضو کے حجرے سے لگ کر بیٹھ گئے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سامنے تھے مولانا اسعد مدنی نے مسجد میں کچھ دیر بیان کیا اس سے قبل مولوی محمد عمر صاحب پالن پوری بیان کر رہے تھے۔ مولانا فخر الحسن صاحب مدرس دارالعلوم کے ذریعہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اعلان کرایا کہ مولانا انعام الحسن صاحب جو کہ حضرت جی مرحوم کے سفر حضر کے ساتھی ہیں اب وہ اس کام کے ذمہ دار ہیں اپنے ساتھیوں کے مشورے سے کام کریں گے رہا حضرت جی مرحوم کی جگہ کا معاملہ سو جو محنت کرے گا پالے گا۔

اس اعلان کے بعد پھر مولوی محمد عمر صاحب نے تشکیل کر دی لوگ اوقات پیش کر رہے تھے اتنے میں درسگاہ سے جنازہ باہر لایا گیا۔ قبر پر چارپائی رکھ کر درمیان میں حافظ صدیق صاحب نے رومال ڈالکر اور سرہانے پائتیانہ دوسرے احباب نے پکڑا قاری محمد رشید صاحب خورجوی اور مقبول حسین صاحب قبر میں اترے اور لاش کو آہستہ سے اتارا مسجد میں لوگ بھرے تھے کلمہ شہادت کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔ "بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" پڑھ کر قبر میں رکھا گیا کروٹ داہنی طرف دے کر تھوڑی مٹی کا سہارا لگایا۔ بند کھول دئے گئے اس وقت حضرت جی رح کی مٹی والی تقریر یاد آگئی۔ منہ کا خون روئی سے صاف کیا حضرت شیخ الحدیث کا حکم ہوا جلد پاٹو چنانچہ تھر رکھے، درازوں میں ملتانی مٹی لگائی مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ کی آواز بلند ہوئی۔ ٹھیک دن کے گیارہ بجے تک تقریباً دو گھنٹے لوگ مٹی دیتے رہے جب وہاں کی مٹی ختم ہو گئی تو لوگ اپنی جھولیوں میں مٹی لاتے تھے اور قبر پر رکھ دیتے تھے یہ عمل بھی تین دن تک جاری رہا۔

حضرت رح کے قریب تر وارث تو ان کے ایک صاحبزادے جناب مولوی محمد ہارون صاحب ہی ہیں۔ ان کے علاوہ خاندان کے اور بہت سے

قریبی عزیز ہیں۔ اللہ تعالے سب کی عمروں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

باب دہم

ارشاداتِ حضرت جیؒ

تبلیغ کے چھ نمبر نہٹور کے اجتماع میں ارشاد فرمایا:۔ "ہم جب تک زندہ ہیں تبلیغ کے چھ نمبر رہیں گے ساتواں نمبر نہیں ہوسکتا۔" اس کے بعد چھ نمبروں کی مختصر تشریح فرمائی۔

کلمہ:۔ کا جزو اول ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کیا ہے؟ کلمہ کا مقصد یقین کی تبدیلی ہے، چیزوں سے یقین نکل کر خدا کی ذات پر یقین آجائے اسی کو کلمہ سے پیدا کرنا ہے۔

ب:۔ کلمہ کا جزو دوم۔ حال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق بنائے۔ ارشاد فرمایا جتنا ہم مجمع کو یقین کی دعوت دینگے اتنا ہی ہم میں یقین پیدا ہوگا اور تنہائیوں میں اس کلمہ کو عظمت کے ساتھ خدا کے دھیان کے ساتھ پڑھیں گے اتنا ہی دل میں یقین جمے گا۔

۲۔ نماز:۔ نماز ایک عملی مشق ہے کلمہ میں اجمالی طور پر جس بات کا اقرار کیا ہے نماز میں تفصیلی طور پر اس کی مشق ہے نماز سے مقصود ہر حال میں ہر وقت ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اس کو حضور صلعم والے طریقہ کے مطابق کرنے کا جذبہ پیدا ہوجائے جیسے نماز میں تمام حرکات وسکنات خدا کے حکم کے مطابق ہیں اسی طرح نماز کے باہر والی زندگی خداوند تعالےٰ کے حکم کے مطابق ہوجائے جتنی ہم نماز کی دعوت

دینگے اور نماز کو اچھی طرح بنا کر پڑھیں گے اتنا ہی یہ نماز ہماری زندگی پر اثر انداز ہو گی۔

۳۔ علم و ذکر :- علم سے مراد جاننے کے ہیں۔ ہر حال میں ہر موقع کا حکم جس کی مشق ہم نے نماز میں کی ہے اس کے جاننے کا جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہر ہر عمل کرنے سے پہلے ہم معلوم کرینگے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو کیسے کیا اس کے معلوم کرنے میں وطن کو چھوڑنا پڑے مال اور جان کو قربان کرے تو ان ساری چیزوں کو اس کے حکم معلوم کرنے کے لئے قربان کرینگے علم کے ذریعہ اس کا صحیح جذبہ پیدا ہوگا۔

ذکر سے مراد دھیان کا پیدا کرنا ہے۔ تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کا دھیان پیدا کرنا اور اس کی بڑائی کا دھیان کیساتھ ان تسبیحات کو پورا کرنا اور اس کے علاوہ ہر موقعہ کے اذکار مسنونہ میں مشغول رہیں گے تو خدا کا دھیان پیدا ہوگا۔

۴۔ اکرام :- ہر انسان کے حقوق کو ادا کرنا بلکہ اس کے حق سے زیادہ ادا کرنا اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا۔

۵۔ تصحیح نیت :- اپنی نیت کو صحیح کرنا عمل کے آخر میں اپنی نیت کی کوتاہیوں کو نکالنا۔

۶۔ تبلیغ :- دوسروں کو عمل کی دعوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو اس عمل پر ڈالنے کی کوشش کرنا یہ ایک مستقل محنت ہے اس کے لئے عمر میں سے اوّل چار چار مہینے کے لئے اقلیم در اقلیم، شہر در شہر دین کے تقاضوں کے لئے پھرنا اپنی جان و مال کو اللہ کے لئے قربان کرنا جس عمل سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا اس سے پرہیز کرنا۔

علم کا استعمال

ارشاد فرمایا :- "ایک علم کا صحیح ہونا ہے اور ایک صحیح علم کا استعمال صحیح ہونا ہے۔ اگر علم صحیح ہو اور اس کا استعمال صحیح نہ ہو تو یہ بھی خسارہ کی بات ہے۔ علم کے مطابق اپنے اندر کا یقین اس علم کے مطابق عمل اور اس یقین و عمل کو عالم میں پھیلانا۔ حضور صلعم کے لائے ہوئے پر ان تین پہلوؤں پر ابتدا میں محنت کی گئی تو اس زمانہ کے کائناتی نقشوں پر چلنے والا باطل روم و فارس پاش پاش ہو گیا اور آخر میں دجال اپنی ذات سے اتنی بڑی طاقت کا مظاہرہ کریگا

اس کے مقابلہ میں موجودہ طاقتیں کچھ بھی نہیں ہیں اس وقت مہدی علیہ السلام زمین سے اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آئیں گے اور من وعن حضور صلعم کے طریقہ کے مطابق اس علم پر محنت کرینگے"۔

نماز کی حقیقت

نماز صرف اعمال نبوت کا مجموعہ ہے اسے تمام کائناتی اعمال چھوڑ کر بلکہ ان سے دور ہو کر مسجد میں ادا کرنے کا حکم ہے اور نماز میں کائناتی اعمال تجارت وغیرہ کو صرف چھوڑنے کا حکم نہیں بلکہ نماز میں ان کا خیال کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے اور پوری کائنات سے یکسوئی والے عمل کی طرف حی علی الفلاح سے پکارا گیا ہے یہ عمل گویا اس یقین کی مسلسل مشق کراتا ہے کہ کامیابی کا دارومدار صرف اعمال نبوت پر ہے اور اعمال نبوی کے ساتھ اس درجہ یقین رکھنے والے کو جو شغف اور اہتمام علوم نبوی کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ مخفی نہیں ہے۔"

علماء سے کیا چاہتے ہیں

ارشاد فرمایا" ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ بخاری پڑھانے والوں کو التحیات یاد کرانے پر لگا دیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ التحیات یاد کرانے کی بخاری پڑھانے والوں کے نزدیک بھی انتہائی اہمیت ہو اس لئے کہ یہ بھی حضور صلعم کے علوم میں سے ایک علم ہے اور اسے غیر اہم سمجھنے والا کہیں کا نہ رہے گا اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ درجہ بھی ماہرین بخاری کی نگرانی میں ہو۔

۱۔ ارشاد فرمایا: "جب قرآن شریف سننے بیٹھو تو یوں سمجھو کہ خدا مجھ سے مخاطب ہے اور جب حدیث پڑھنے یا سننے بیٹھو تو یہ سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مخاطب ہیں۔"

۲۔ ارشاد فرمایا:۔ "اجتماعات پر لوگوں کو صرف میری زیارت یا دعا کی خاطر نہ لایا کرو بلکہ اللہ کی رضا، دعوت کی عظمت اور آخرت کے اجر و ثواب کی

بنیاد پر آمادہ کر کے لایا کرو۔"

ف:۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ تبلیغی عمل انشاء اللہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا کیونکہ اس کا مدار شخصیت پر نہیں، بخلاف دوسری جماعتوں کے، وہ بنیں اور ختم ہو گئیں اور جو ہیں ان کو بھی دوام نہیں کیونکہ ان کا مدار شخصیت پر ہے۔

۳۔ میواتیوں سے فرمایا:۔ "تم میں سے بہت صرف میری زیارت اور مصافحہ کی نیت سے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، میں کہتا ہوں اس کام کی عظمت سمجھو جس کی وجہ سے خدا نے تمہارے دل میں میری محبت اور عقیدت ڈالی ہے اس کام میں اپنا وقت جان اور مال لگاؤ اور اس کام سے پیار جوڑو میری ذات تو فانی ہے۔"

۴۔ ارشاد فرمایا:۔ "اگر تم اس کام میں لگنے کا حق ادا کر دو تو ایٹم بم اور ہائیڈروجن والے اپنے اسباب سمیت تمہارے غلام بن جائیں گے ہائیڈروجن بم اور ایٹم بم سے ڈرنا ایسا ہی ہے جیسا بت پرست اپنے بتوں سے ڈرتے ہیں۔

۵۔ ارشاد فرمایا:۔ "جب ہمارے خاندان میں پوتا پیدا ہوتا ہے تو دادا کے مرنے کا وقت قریب آجاتا ہے۔ چنانچہ جب میرے یہاں ہارون پیدا ہوا تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا تھا اب میرا وقت قریب ہے اسی طرح اب مولوی ہارون سلمہ کے فرزند تولد ہوا ہے تو میرا وقت قریب آگیا ہے۔"

آخری ملفوظات

۶۔ ۲۷ رذی قعدہ کو دوپہر کے وقت رائیونڈ میں، خاص احباب کے مجمع میں فرمایا "جی چاہتا ہے یہاں (پاکستان میں) بھی تبلیغی کام چل جاتا اور ہندوستان

میں بھی ادر ہم مدینہ طیبہ میں رہتے۔"

۷۔ رائیونڈ یا لاہور میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے حضرت جی رح سے عرض کیا:۔" حضرت اب عمر پچاس کو پہونچ چکی ہے اب آپ کو محتاط رہنا چاہیئے۔ بے وقت کھانا کھانا، طویل ترین تقاریر اور بے وقت سونا۔ اب ان امور میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔" فرمایا:۔"اب تو منزل طے ہوچکی ہے" مولانا انعام الحسن صاحب نے عرض کیا:۔" ابھی تو کفر کی طاقتوں میں جنگ کرانا ہے، اس کے بعد اسلام کے چمکنے کا زمانہ آئے گا۔" فرمایا:"پالیسی طے ہوچکی اب دوسرے عمل کریں۔"

۸۔ لاہور میں جب حضرت جی پر مرض کا حملہ ہوا تو آپ نے دریافت کیا:۔" کیا جماعتیں رخصت کر دی ہیں؟" آپ کو بتلایا گیا ہاں جماعتیں رخصت کر دی گئی ہیں تب حضرت رح نے فرمایا:۔ ہر طرف جماعتیں بھیجدو حضرت عمر رض نے یہی فرمایا تھا۔"

۹۔ حضرت جی رح کے آخری اور بالکل آخری کلمات یہ ہیں:۔

۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اللہُ اَکْبَرُ اللہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَاشَیْءَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ لَاشَیْءَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ وَلَاشَیْءَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ

۱۰۔ **چند خصوصی ہدایات**

(۱) اسلامی اعمال کی ترتیب قائم کرنے بیٹھو گے تو چیزوں کی ترتیب بدل جائیگی

اعمال کی ترتیب کو قائم کرنا اور چیزوں کی ترتیب کو قرآن مجید کے مطابق بدلنا اسلام اسی کا نام ہے جو اعمال کی ترتیب کو بگاڑتے ہیں خدا تعالیٰ انکو ذلیل کریگا اور ان کے دلوں میں نور ہدایت پیدا نہیں ہوگا۔ جو اعمال محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب قائم کرینگے وہ محبوب و مرجع خلائق بنائے جائیں گے، نماز کی حقیقت کو پیدا کرنے کے لئے محنت کرو اسلام دو حرکتوں پر چمکتا ہے ایک نماز میں محنت دوسری نماز والی حرکت میں محنت اور اس کو عام کرنا اندر کا نور ان دو حرکتوں میں دیا جائے گا۔ دعا تب قبول ہوتی ہے جب حرام کے کھانے سے بچو گے اور خوب قبول ہوگی جب مکروہ تک سے بچو گے۔

سوال کرنا حرام ہے اشراف (یعنی اندر ہی اندر مخلوق سے مانگتے رہنا اور مخلوق سے ملنے کی توقع رکھنا) مکروہ ہے منھ سے مانگ لیا تو سوال ہے اور اندر ہی اندر غیر سے جڑا مانگنے کا جذبہ باقی رہتا ہے تو یہ اشراف ہے، خدا کے جاننے کے اعتبار سے تو دونوں یکساں ہیں۔ مخلوق سے مانگ کر جو چیز کھاؤ گے حرام ہے اشراف کے ذریعہ جو چیز آئے گی اس کا کھانا مکروہ ہے مخلوق سے مانگ کر کھاؤ گے تو ذلیل ہو جاؤ گے۔ خواہ سنجیدگی سے مانگو خواہ ہنسی مذاق سے مانگو یہ مانگنے کی مختلف صورتیں ہیں اصل انکی سوال ہی ہے ان دونوں سے بچنا ضروری ہے اور دو چیزوں پر محنت کرنا ضروری ہے اشراف سے بچنے پر محبت، دعا مانگنے پر محنت، مخلوق سے مانگنا سوال ہے خدا سے مانگنا خواہ دل سے ہو خواہ زبان سے ہو۔ اصل دعا دل کی ہے۔

شیطان اشراف پر ڈالے گا تم دعا میں لگ جاؤ یہ اس کا علاج ہے۔ دین و دنیا کا جہاں کوئی مسئلہ آوے تم دعا میں لگ جاؤ تو اشراف سے محفوظ ہو جاؤ گے جب اشراف سے محفوظ ہو گئے تو سوال سے محفوظ ہو جاؤ گے اگر اشراف کی جڑ نہ کٹی تو ایک نہ ایک دن سوال کی لعنت میں پھنس جاؤ گے۔"

۱۱۔ "کسی کی چیز بغیر اس کے مالک کی اجازت کے استعمال کرنا حرام ہے اس کر بچو! خواہ چیز کتنی ہی معمولی اور عام استعمال میں آنے والی کیوں نہ ہو ممکن ہے جس وقت تم اس چیز کو استعمال کرنے بیٹھو اسی وقت اسکو بھی ضرورت ہو۔"

۱۲۔ آپس میں بے تکلفی سے بچو کہ اس سے بے اکرامی شروع ہو جاتی ہے اور بے اکرامی سے دل پھٹتے ہیں۔"

۱۳۔ غریبوں کس مپرسوں کی خدمت سے خدا ملتا ہے۔ تکبر ٹوٹتا ہے۔ تواضع پیدا ہوتی ہے۔ غرض والی خدمت کرنے سے خدا نہیں ملتا، حکام، امرار اور مشائخ وعلمار کی خدمت مطلب برآری وجاہت پرستی شہرت کی وجہ سے بھی کی جاتی ہے اس سے خدا نہیں ملے گا۔ جس سے گھن آتی، نفرت آتی ہو ان کی خدمت سے قلوب کھنچتے ہیں جب کہ اس میں کوئی غرض شامل حال نہ ہو۔ مشائخ عظام کے جو خدام کی بابت ہم سنتے ہیں وہ صاحبِ کمال بنے یہ وہ خدام تھے جو خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کی خدمت کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے پاخانے تک اٹھاتے تھے۔ غرض والی خدمت کرنا بہت آسان ہے۔ لوگ پیروں کی خدمت کرتے ہیں کہ ان کی دعار سے ہمارا فلاں کام بن جائیگا ہماری سفارش کر دینگے پیران حضرات کی خدمت سے نفس کو مفت کی شہرت ملنے کی وجہ سے لذت آتی ہے، یہ تمام اغراض ہیں ان سے پاک ہو کر خدمت کرو۔"

۱۴۔ "جتنا محنت کا میدان وسیع ہوگا اسی قدر نور زیادہ نصیب ہوگا ہمارے اور تمہارے سب کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و محنت عالمی تھی دیگر حضرات انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محنت علاقائی اور مخصوص اقوام تک تھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کا میدان سارا عالم اور

اور قیامت تک آنے والی تمام اقوام ہیں۔ زہد و تقویٰ کی برکت سے اللہ پاک لوگوں کے قلوب کو پلٹ دیتے ہیں۔" اس کے ذیل میں حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا۔ فرمایا: "یہ ایک بزرگ گذرے ہیں جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کی کمائیوں کی آمدنی ٹھیک نہیں رہی تو لوگوں سے ہدایا لینے چھوڑ دئے اور باہر نکلنا چھوڑ دیا، اندر ہی اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے رہے جب انکے والد مرحوم کا انتقال ہوا تو بہت ہی قلیل رقم چھوڑ کر گئے تھے جس پر انہوں نے تیس سال گذار دئے جب یہ بھی ختم ہو گئی تو مکان کے پتھر اور چھت کی کڑیوں کو بیچ کر گذارا کیا مگر لوگوں سے نہیں لیا، جب ان کا انتقال ہوا تو صبح سے شام تک جنازہ چلا تب جا کر کہیں قبرستان پہونچا لوگوں کے ہجوم کی کثرت کی وجہ سے چودہ چارپائیاں ٹوٹیں اور اس دن ان کی برکت سے چھ لاکھ یہودی مسلمان ہوئے۔"

اسی طرح حضرت جی مرحوم نے حضرت شیخ المشائخ سیدنا شہاب الدین سُہروردی نور اللہ مرقدہٗ کی برکت سے شاہان تیمور اور تاتاریوں کی بہت بڑی اور جنگجو قوم جس کا اس زمانے میں جھکانے والا کوئی نہ تھا جن کی تلواروں کے سامنے سب کی تلواریں کند ہو گئیں تھیں اور جس قوم نے ایک دفعہ ساری دنیا کو زیر و زبر کر کے رکھدیا جو مسلمان کے نام سے بھی انتہائی نفرت رکھتے تھے، اسلام لانا ذکر ذکر فرمایا۔ "اگر مقصد اچھا ہے اور اس کی اجتماعی نوعیت اچھی ہو جائے تو خداوند قدوس سے بے انتہا منافع کی امید کی جا سکتی ہے۔" ایک دفعہ اجتماع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا۔

۱۵۱۔ "میرے بھائیو اور دوستو! ہم جو اپنے عیش و عشرت کو چھوڑ کر جمع ہوئے ہیں سو وہ بہت اونچے مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ مقصد اجتماعی ہے انفرادی نہیں وہ مقصد مجمع کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے انفرادی زندگی سے تعلق نہیں رکھتا اور مقصد جب حاصل ہوتا ہے جب تمام مجمع متفکر رہے! مقصد اگر نیک ہوتا ہے تو خیر و فلاح کی امید ہوتی ہے، اور جب مقصد خراب

ہوتا ہے تو برے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔"

۱۶۔ دھوکہ میں کون۔؟

اجتماعات کا مقصد کیا ہے جس طرح ہم تین دن کے لئے یہاں مختلف شہروں سے آکر جمع ہوئے ہیں اور یہ تین دن کا وقفہ مختصر سا وقت ہے اسی طرح یہ دنیوی زندگی بہت تھوڑی اور جلد ختم ہو جانے والی ہے اور یہاں سے کوچ کر جانا ہے اس عالم کی تمام اشیاء فنا ہو جانے والی ہیں۔ اس عالم میں جب انسان ہوتا ہے تو وہ بھی یہاں فنا ہو جاتا ہے اور جب بقا والے عالم میں چلا جاتا ہے تو بقا والا بن جاتا ہے خواہ جنت میں بقا والا بن کر رہے خواہ دوزخ میں بقا والا بن کر رہے۔ اس فنا والے عالم میں جس نے اچھی زندگی گذاری یعنی ایمان واسلام والی زندگی گذاری تو بقا والے عالم میں بھی اچھی زندگی گذارے گا، اور جس نے اس عالم میں بری زندگی گذاری اس کو بقا والے عالم میں بھی خراب زندگی گذارنی پڑے گی۔ حقیقت کے خلاف کو دھوکہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقائق بتلائے ہیں یہ دیکھو کہ ہماری محنت اس کے مطابق ہے یا اس سے ہٹی ہوئی ہے جو لوگ حقائق کو تلاش نہیں کرتے اور اس کے بغیر محنت اٹھاتے ہیں وہ دھوکہ پر محنت کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حقیقت یہی ہے، دھوکہ ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کامیاب اور اصل میں ہیں ناکام۔ جب حقیقت میں زندگی گذارنے کے لئے اپنے آپ کو ریاضت ومجاہدہ کا عادی نہیں بنائیں گے تو دھوکہ ہی میں پڑے رہینگے ہمارے جمع ہونے کا مقصد یہی ہے کہ آیا ہم حقیقت پر محنت کر رہے ہیں یا دھوکہ پر اس پر غور کریں، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے کو تکالیف کے برداشت کرنے کے حقائق پر ڈالا تھا ان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی تکالیف برداشت کرنا محبوب ہو گیا تھا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ موت حق ہے اور حیات دھوکہ ہے حیات ختم ہو جانے والا ایک وقت ہے جس کے متعلق یوں معلوم نہیں کہ کب ختم ہو جائے گا۔ انسان موت کی طرف تو پیٹھ کرتا ہے اور زندگی کی طرف منھ کرتا ہے

زندگی کی تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھے اور موت کے اتنے بڑے مسئلہ کو نہ دیکھے کہ جہاں ہزاروں برس رہنا پڑے گا یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ دھوکہ والے انسان ہیں جو موت سے پہلے کی زندگی کا تو اہتمام کرتے ہیں اور مرنے کے بعد والی زندگی کو بھولے بیٹھے ہیں ایسے انسان دوزخ میں جائیں گے۔

فرمایا:۔ انسان چیزوں کی لائن سے تو ایک ایک ذرہ کو یہاں ہی چھوڑ کر جائیگا اور اعمال کی لائن سے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو ساتھ لے کر جاتا ہے۔ اگر ہم چیزوں کا تو فکر کریں اور اعمال کا فکر نہ کریں تو یہ زبردست دھوکہ ہے، زمین سے جو چیزیں نکل رہی ہیں وہ تو فنا ہو جائیں گی اور وہ اعمال جو انسان کے بدن سے نکل رہے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں خواہ بد ہوں یا نیک۔ چیزوں میں سے تو ایک شخص بھی اس دنیا سے ایک چیز بھی ساتھ لے کر نہیں جائیگا یہاں تک کہ میدان حشر میں یہ شخص ننگا اٹھایا جائے گا لیکن اعمال میں سے ایک ایک عمل اس کے ساتھ ہوگا مجرمین میدان حشر میں خداوند قدس کے سامنے کھڑے ہونگے دیکھیں گے کہ اعمال کے رجسٹر موجود ہیں اور ایک ایک عمل ان کا لکھا ہوا ہوگا۔ اگر شرک کا ایک ذرہ برابر عمل ہوا ہوگا اور اس کو رو پیٹ کر دنیا میں معاف نہ کرایا ہوگا تو وہ بھی سامنے آجائے گا۔"

فرمایا:۔ "محنت کی دو لائنیں ہیں ایک حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والی لائن جنہوں نے انسانوں کی پاکیزگی کے لئے محنت کی اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے جائدادوں اور حکومتوں کے نقشے بنائے اور انسانوں کی بھیڑ کو جمع کیا جو نقشے والے اور چیزوں والے ہیں اور اعمال اچھے نہیں تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ان کو دنیا میں ہی موت سے پہلے پہلے ذلیل کر کے دکھلا دیا مال والوں کو زمین میں دھنسا کر دکھلا دیا۔ اصل جگہ تو موت کے بعد آئے گی جہاں ہر شخص حقیقت کو معلوم کرے گا لیکن مرنے سے پہلے بھی بعض نقشوں کو دکھلا دیا۔

۱۷۔ محنت کا راستہ

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے لائن تو قائم کر دی، ایک تو اچھے اعمال کرنے کی محنت، انسان کے ہر عضو سے رات دن اعمال نکل رہے ہیں عمل تو ضرور نکلیں گے۔ اگر ہم چاہیں کہ اچھے عمل نکلیں تو اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے اگر محنت کرنی چھوڑ دی تو پھر برے عمل خود بخود نکلیں گے جس طرح زمین پر محنت کرنے سے غلے نکلتے ہیں سونا چاندی نکلتا ہے پٹرول نکلتا ہے اور اگر محنت نہ کی جائے تو نفع والی چیزیں تو نکلیں گی نہیں ہاں کانٹے دار درخت اور جھاڑیاں جو جلانے کے قابل ہوتی ہیں خود بخود نکل آئیں گی جو اعمال خداوند قدوس کو راضی کرائیں آسمان وزمین کے فیصلے ہمارے موافق کرا دیں تو اس کے لئے بہت محنت کرنی پڑے گی۔

۱۸۔ وجود باری تعالیٰ

سلسلہ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے چل رہا ہے وہ اپنے وجود میں اصل ہیں اور سب اس کے تابع ہیں وہ جسطرح چاہیں گے کر کے دکھلائیں گے اور سارے وجود اس کے محتاج ہیں۔ ذات کو پہچاننے کے لئے صفات آتی ہیں اس کے لئے دیا گیا لَا رَبَّ اِلَّا اللّٰہ۔ انسان کے سارے مسائل خدا کی ذات سے ہوتے ہیں، عزت و ذلت، فساد امن وصحت بیماری وغیرہ جتنے مسائل ہیں ان کا تعلق ایک خدا کی ذات سے ہے رب کی ایسی صفت جو اپنے اندر تمام کو لئے ہوئے ہے جب چاہیں گے فقیر کر دینگے جب چاہیں گے غنی کر دینگے جب چاہیں گے بیمار کر دیں گے جب چاہیں گے تندرست کر دینگے۔"

۱۹۔ نماز کب جاندار بنتی ہے

حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا "لوگ یوں کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے آخر کچھ اسباب بھی کرنے پڑتے ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کچھ نہیں ہوتا ہاں کچھ محنت نماز سے پہلے کی ہے اور کچھ نماز کے بعد کی ہے۔ تین نماز سے پہلے اور تین نماز کے بعد پھر دیکھو نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا۔ پہلی تین یہ ہیں۔

(۱) اول یقین ٹھیک کرنے کی محنت، ہر چیز جو مشاہدہ میں ہے اس کا نکالنا

اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو سن کر دل میں یقین جمانا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا اور اللہ پاک نے جو اعمال بتلائے ہیں ان کے ذریعہ سے سب کچھ ہوتا ہے اس بات کو دل میں بٹھانا

(۲) دوسری محنت علم والی ہے جن اعمال پر محنت کرنے سے اللہ پاک دنیا و آخرت میں عزت سے پالتے ہیں ان اعمال کو صحیح بنانے کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ کے مطابق کرنے کے لئے علم پر محنت کرنا۔

(۳) تیسری محنت ذکر پر محنت کرنا۔ ذکر پر ہم ایسی محنت کریں کہ ہر عمل کو کرتے وقت خدا کا دھیان نصیب ہو جائے خدا کے ذکر سے دل کی بوتل اس قدر پُر ہو جائے کہ غیر کا دھیان دل میں گھسنے نہ پائے قلعہ کی طرح دل کی حفاظت ہو جائے یہ محنتیں تو نماز کے اندر رہیں۔

اور نماز کے بعد کی تین محنتیں یہ ہیں اپنی کمائیوں کو ٹھیک کیا جائے اب تک جو کسی کی زمین کو یا مکان کو دبا رکھا ہے ظلم وستم بند کر کے اس کو واپس کیا جائے اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے کہ پرورش خدا کے حکم کے پورا کرنے میں ہے جتنا میں خدا کے حکموں کو اپنی کمائیوں کے طریقوں میں پورا کروں گا۔ اتنا ہی اللہ پاک راضی ہو کر میری پرورش فرمائیں گے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

دوسری محنت نماز کے بعد والی ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی ترتیب سے خرچ کرنا اور اپنی خواہشات پر، مکان پر، بنگلہ پر، موٹر پر، برادری پر، برادری کے کہنے پر، بیاہ شادی کے مواقع پر، قوم پر، ناک پر، نام ونمود پر خرچ نہیں کروں گا۔ اور نہ بیوی کے کہنے سے زیور کپڑے کھانے وغیرہ پر خرچ کرونگا بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ سے خرچ کروں گا اول مال وجان کا صحیح مصرف دیکھوں گا پھر خرچ کروں گا۔

تیسری محنت نماز کے بعد والی یہ ہے کہ معاشرہ کو ٹھیک کرنا ہر حال میں اللہ

پاک کے حکم کو دیکھونگا۔ قوم کو، برادری کو، اپنے کو، غیر کو نہیں دیکھوں گا، مسلمان کو غیر مسلم کو نہیں دیکھوں گا بلکہ اللہ پاک کے حکم کی اتباع کروں گا۔ انصاف کی طرفداری کرونگا، مظلوم کا ساتھ دونگا۔ ظالم کا ساتھ نہیں دونگا اگر اپنا بیٹا کسی پر ظلم کر رہا ہے تو غیر مسلم کا ساتھ دونگا چاہے عیسائی ہی کیوں نہ ہو، چاہے یہودی کیوں نہ ہو۔ ان چھ محنتوں کے درمیان نماز ہے۔ اب پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگو! نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا ایسی نماز پڑھنے پر خدا دعا قبول فرماتے ہیں۔"

۲۰۔ دھوکہ والا علم اور علم حقیقی

"ہمارا علم دھوکہ والا ہے اور اللہ والا علم حقیقت ہے مشاہدہ والا علم کہہ رہا ہے مال خدا کے راستہ میں خرچ کرنے سے کم ہوگا مگر اللہ والا علم کہہ رہا ہے کہ کم نہیں ہوگا بلکہ اللہ پاک اسکو بڑھائیں گے۔ مشاہدہ کہہ رہا ہے زکوٰۃ دینے سے مال کم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں، ہمارا وعدہ سچا ہے کم نہیں ہوگا، بڑھے گا۔

انسان اصل ہے اور کائنات اصل نہیں ہے اگر اصل کو نہیں بنایا اور اصل کے اندر بگاڑ پیدا ہوگیا تو ساری کائنات کے اندر بگاڑ پیدا ہوگا جن چیزوں میں نفع نظر آرہا ہے ان سے نقصان لیں گے جس میں عزت نظر آرہی ہے اس میں ذلت آجائے گی اور جس میں حفاظت دکھائی دے رہی ہے اس میں سے ہلاکت نکل آئے گی۔ غرضیکہ اگر انسان کا صحیح استعمال ہوگا تو کائنات ہی اپنی صحیح استعمال ہوگی۔ تیری محنت اصل ہے کائنات اصل تھوڑا ہی ہے اگر ہم نے محنت کر کے اپنے اعمال کو ٹھیک کر لیا اور اچھے اعمال آسمان پر بھیجے تو وہاں سے خیر کے فیصلے ہو کر آئیں گے اگر بگڑے ہوئے اعمال آسمان پر گئے تو ہلاکت، ظلم، بربادی، فساد اور نفاق کے فیصلے ہونگے، چاندی، لوہا، سونا، لکڑی یہ اصل کب ہیں اصل اعمال ہیں، حالات کا تغیر اعمال کو بننے اور بگڑنے پر اگر محنت کر کے اعمال کو اچھا بنالیا ہے تو ساری دنیا میں خیر آئے گی برکت آئے گی رحم آئے گا، عدل آئے گا۔

ارشاد فرمایا: "اشیاء کو معبود نہ بناؤ، اشیاء پر اعتماد نہ کرو، صورتوں پر متوجہ

نہ ہو ان سے کچھ نہ ہوگا۔ وسائل کی حقیقت کچھ بھی نہیں ان سے کچھ نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے اعمال سے ہوتا ہے، صفات سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے رب الاشیاء اور رب الصور سے ہوتا ہے اسی کو جانو اسی کو پہچانو، اسی کو مانو! وہی جو نوح ؑ کا رب تھا، اسی نے موسیٰ ؑ کو دریائے نیل میں محفوظ رکھا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچایا اسی پر ایمان لاؤ۔"

۲۱۔ معاشی مسئلہ

ارشاد فرمایا:۔ "جب خاتم النبیین صلعم مبعوث ہوئے تو جن چند افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان کو قبول کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاشی مسئلے کے بارے میں جو کچھ رویہ اختیار فرمایا وہ یہ تھا۔ آپ نے سب سے پہلی بات تو یہ فرمائی کہ تم نے جتنے اوقات معاش کے لئے وقف کئے ہیں ان کا بیشتر حصہ اسلام کے لئے فارغ کرو۔ دوسرا ارشاد یہ ہوا کہ فلاں ذریعہ کو ترک کردو یہ ناجائز ہے فلاں معیشت کو چھوڑ دو یہ تمہارے رب کے لئے ناپسند ہے۔ معیشت پر ان دو حملوں کے بعد تیسرا حملہ ہوا کہ جو کچھ تم کماتے ہو یہ صرف تمہارا ہی حق نہیں ہے بلکہ اس میں تمہارے ان بھائیوں کا بھی حق ہے جو وسائل معیشت سے تہی دامن ہیں اور چوتھی بات یہ فرمائی جو کچھ تم کماؤ اس میں سے بہت سا دین کی خدمت میں اور کلمۃ الحق کی سربلندی اور بنی نوع انسان تک اپنی دعوت کو پہنچانے اور راہ خدا میں جہاد کرنے میں خرچ کرو۔

۲۲۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ

ارشاد فرمایا:۔ "سیدنا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاص ؓ کو لکھا، انہوں نے جواب میں لکھا کہ غلہ سے لدے ہوئے اونٹوں کا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ مدینہ منورہ میں اور آخری اونٹ مصر میں ہوگا اس غلہ سے اعلیٰ ترین انتظام کیا ایک وقت میں دس ہزار افراد کو کھانا کھلایا جا رہا تھا اسی دوران میں ایک شخص نے خواب میں حضور صلعم کو دیکھا آپ نے فرمایا عمرؓ سے کہو "تم تو بہت عقلمند تھے۔" یہ خواب حضرت عمرؓ کو سنایا گیا تعبیر سمجھ میں

نہ آئی، لوگوں سے پوچھتے رہے بتاؤ مجھ میں کونسی تبدیلی واقع ہوگئی جس پر حضور صلعم نے یہ بات فرمائی۔ ایک شخص نے کہا بات صرف اتنی ہے کہ آپ کی نماز حقیقی ہے جس کی ساتھ دعا قبول ہوتی ہے۔ تو اسے چھوڑ کر انتظام کے چکر میں کیوں پڑے ہوئے ہو۔ حضرت عمرؓ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بادلوں کا نام و نشان نہیں تھا دعا جاری رہی بادل اٹھے اور انہیں میں سے آواز آئی۔ "الغوث ایا حفص"

۲۳۔ ارشاد فرمایا:۔ "اگر تم نے اپنی دوکان اپنے کاروبار اور اپنے طور طریقوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقوں کو داخل کرلیا اور سب کچھ حضورؐ کے طریقہ پر کیا تو اس طریقہ پر بنایا ہوا جھونپڑا مشرکین و کفار کے ڈھائی لاکھ سے بنی ہوئی کوٹھی سے زیادہ قیمتی ہے مٹی کی کوئی قیمت نہیں یہ تو بے قیمت بے قیمت تو حضورؐ کے طریقوں کی ہے اگر ساتوں آسمان و زمین کوٹھی ہو اور سب کو سونے سے بھر دیا جائے تو حضورؐ کے طریقہ پر بنائی ہوئی پاؤں دھرنے اور پاخانہ کرنے کی جگہ کے برابر نہیں اور یقین کرو کہ حضور صلعم کی معاشرت سے خدا ملے گا حالات درست ہوں گے اور اگر یہود و نصاریٰ کے راستہ پر معاشرت بناؤ گے تو حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جائیں گے۔"

۲۴۔ ارشاد فرمایا:۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیا پر ہے، اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی اسراف اور تعیش پر ہے تمہیں انکی معاشرت پسند آنے لگی جنہوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے عصمتیں لوٹیں ملک چھینے اور اب بھی تمہیں امداد دیکر اس طرح پال رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو (یعنی ذبح کرنے کیلئے) اور جس نے تمہارے لئے خون بہایا اور دانت شہید کرائے حمزہ جیسے چچا شہید کرائے تمہارے لئے راتیں جاگتے گذاریں ان کی معاشرت تمہیں پسند

نہ آئی۔ دوستو! حضور صلعم کی معاشرت بھی قیامت تک کے لئے ہے۔ جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے۔"

ف:۔ معاشرت سے مراد کیا ہے، زندگی گذارنے کا چلن، رواج؟ خواہ وہ جماعت سازی کا طریقہ ہو یا گھر چلانے کا جو لوگ اسلامی طرز چھوڑ کر مغربی طرز پر جماعت سازی کرتے ہیں وہ بلاشبہ یہود و نصاریٰ کے متبعین ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں۔"

۲۵۔ ارشاد فرمایا:۔" اگر ایک شخص ایسے مکان میں ہو جس میں سو شیشے لگے ہوئے ہوں اور اس میں ایک چڑیا اڑ رہی ہو تو وہ بلاشبہ سو جگہ اڑتی ہوئی نظر آئے گی لیکن اس ایک اصل چڑیا کے سوا سب کے سب اس کے ظل اور شیشوں میں اتری ہوئی اس کی تصویریں ہیں جو شخص اس ایک اصل چڑیا کو پکڑ لے گا سب کی سب اس کے ہاتھ میں آجادیں گی اور جو اسے چھوڑ کر دوسروں کو پکڑنے کی کوشش کرے گا عمر بھر محنت کرے گا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ فرمایا اسی طرح اگر کوئی اسی ایک ذات حقیقی کو حاصل کرے گا تو تمام ضروریات خود بخود اس کے قبضہ میں آجائیں گی اور اسے چھوڑ کر جتنی بھی محنت کروگے سب رائیگاں اور فضول ہے۔"

۲۶۔ ارشاد فرمایا:" انسان عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے، ہر عنصر میں خاص اثر ہے اس کے نامناسب اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے ابتدائے اذان میں چار بار تکبیر کہلوائی گئی ہے۔"

۲۷۔ ارشاد فرمایا:۔" کام یہ ہے کہ کام کرنے والے کا اس ذات پر یقین قائم ہوجائے جس کے کرنے سے کام ہوگا۔ یعنی اللہ جلّ جلالہٗ کی ذات پر اور اس کی حیثیت

کام کرنے والے پر ایسی منکشف ہو کہ اپنی ذات اور کوئی دوسری ذات دکھائی نہ دے۔ دوسرا یقین یہ ہو کہ جب میں ظاہر و باطن سے حضورؐ کے طریقوں پر آجاؤنگا تو رب العزت دنیا و آخرت میں اچھے حالات لائیں گے۔"

۲۸۔ ارشاد فرمایا جو انسان خالق کائنات اور اصل کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے اور مانے بغیر کائنات کی چیزوں میں گھستے ہیں ان کی حیثیت چوروں اور ڈاکوؤں کی ہے انہیں مال و دولت تو مل سکتے ہیں مگر سکون و محبوبیت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔"

یعنی خالق کائنات خدا ہے اور حضور صلعم کا وجود گرامی اصل کائنات ہے لہذا جو آدمی کائناتی چیزوں کو استعمال کریگا اور یہ نہ خیال کرسکا کہ خدا اور اس کے رسول نے جائز فرمایا ہے یا ناجائز وہ چور ہے کیونکہ جائز ہونا استعمال کے لئے اجازت ہے، اور ناجائز ہونا ممانعت۔

۲۹۔ مولانا کا طرز فکر

یہ خیال غلط ہے کہ ملک و مال ہاتھ میں آجانے سے اسلام چمکے گا ملک و مال والے تو اسلام کو زندہ درگور کر رہے ہیں آج جن کے ہاتھوں میں حکومت اور اس کے خزانے ہیں وہ ابوبکرؓ وعمرؓ کے نمائندے نہیں ہیں بلکہ قیصر و کسریٰ اور شداد و نمرود کے نمائندے ہیں ان سے حیاتِ اسلامی کی توقع بالکل غلط ہے ان کے ہاتھوں اسلام کا جو حال ہے اس کو دیکھ کر تو دل کہتا ہے۔ "اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا" (اللہ اس مردے میں اب کیسے جان ڈالے گا۔)

اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا۔ اسلام کے لئے اگر قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں مٹ جاتا۔

جو لوگ اخلاص کے ساتھ قربانیاں دیتے رہیں گے انکی طرف ملک و مال

ایک دن خود رجوع ہو نگے، وہ وقت بڑی آزمائش کا ہوگا اگر نظر انکی حکومت اور دولت پر ہوگئی اور یہ سمجھا گیا کہ اب ان کی دولت اور حکومت سے دین کا کام چلے گا توسب کیا دھرا برباد ہوجائے گا، اور اگر ان کے ملک ومال سے نظر ہٹاؤ گے ان کو بھی قربانی کے راستہ پر لگایا گیا توان سے بھی بڑے آئیں گے ان کے ساتھ بھی یہی کرنا ہوگا یہاں تک کہ حکومت کے صدر اور وزرائے اعظم آئیں گے انکو بھی اسی راستہ پر لگانا ہوگا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دعوت اور قربانی کا راستہ ہے ملک ومال کا راستہ نہیں ہے۔

ایسوں کی ضرورت ہے جو روس اور امریکہ کی مادی فضاؤں میں بھی اسی یقین پر جمے رہیں کہ دین صرف دعوت کے راستہ کی قربانیوں سے اور قربانیوں کے بعد کی دعاؤں سے چمکے گا اور اس یقین پر دعوت کے راستہ میں قربانیاں دیتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہرہ اور کُنْ فَیَکُوْنِی شان پر نگاہ رکھتے ہوئے امید ویقین کے ساتھ ہدایت کی اور جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور ان کی وجہ سے ہدایت کا راستہ رُک رہا ہے ان کی بربادی کی دعائیں کریں، پھر یا توہدایت کے دروازے کھلیں گے۔ یا وہ ہوگا جو شداد ونمرود اور فرعون وہامان کے ساتھ ہوا۔

۲۰۔ تم دنیا میں سورج کی طرح نور کے ساتھ پھرو گے توتم سے دنیا میں نور پھیلے گا اور نور تمہارے اندر ایمان سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم والے اعمال واخلاق سے اور اخلاص کے ساتھ دین کی دعوت سے آئے گا۔ سورج میں تین باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نور کے ساتھ پھرتا ہے، دوسرے مسلسل پھرتا ہے، تیسرے یہ کہ جن کو روشنی پہونچاتا ہے ان سے خود کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ تمہارا حال بھی یہی ہونا چاہئے نور کے ساتھ پھرو مسلسل پھرو اور "لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً" کو اپنا اصول بناؤ دعوت کے عمل سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ۔

---

۱۴۱ ۔ آج دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو ترقیاں نظر آ رہی ہیں وہ مادہ پر محنت کا نتیجہ ہے، انبیاء علیہم السلام کا راستہ روح پر محنت اور روحانی ترقی کا راستہ تھا۔ وہ اللہ کی رضا والے اعمال پر محنت کر کے اور قربانیاں دے کر اللہ کی طاقت سے اپنے مسائل حل کراتے تھے۔ فرعون کے پاس فوج تھی، لشکر تھا اور ہر قسم کی مادی طاقت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بس روح کی ترقی والے اور اللہ کی رضا والے اعمال کے لئے تیار کیا ان سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم نے ایمان والا راستہ اختیار کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرو۔ اور پورے ایمان ویقین اور اعتماد کے ساتھ اس سے مدد مانگو۔ "یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۔"

قوم نے کہا ہم نے آپ کی بات مان لی اور اللہ پر یقین وتوکل کا راستہ اختیار کر لیا اور ہم اپنے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ فرعون اور فرعونی حکومت کے ظلم وستم سے ہماری حفاظت فرمائے اور اس کافر قوم کی غلامی کی مصیبت سے ہمیں نجات دلائے (رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥)

اس کے بعد قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون کو حکم دیا کہ اپنی قوم کی ایمانی تربیت کے لئے مصر میں خاص مرکز اور عبادت خانے قائم کرو اور اقامتِ صلوٰۃ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ان کا تعلق جوڑو اور ان کی زندگی کو اللہ کی فرماں برداری والی زندگی بناؤ اور ساتھ ہی فرمایا گیا کہ جب یہ باتیں عمل میں آجائیں تو قوم کو بشارت سنادو کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور اللہ کا فیصلہ ان کے حق میں، (وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ)

حضرت موسیٰ اور ہارون اللہ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کی تربیت میں لگ گئے اور بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اقامتِ صلوٰۃ کا عمل اور

تبدیلی کی محنت شروع کردی تو حضرت موسیٰ وہارون نے دعا کی کہ خداوندا تو نے فرعون اور فرعونیوں کو دنیا کے ساز وسامان دے رکھے ہیں وہ ان کے ذریعہ تیرے بندوں کو گمراہ کررہے ہیں اے مالک تو ان کے مال و دولت کو ملیامیٹ کردے اور جھاڑو پھیردے۔ (وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَآ إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَن سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰٓ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون کی دعا قبول فرمائی ان کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جاؤ، وہ نکل گئے، اللہ نے ان کے لئے سمندر میں راستہ بنادیا جس سے وہ صحیح سلامت پار ہوگئے، فرعون نے اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور اپنے پورے لشکر کے ساتھ اسی میں غرق کردیا گیا۔ یہ جو کچھ ہوا براہ راست اللہ کی طاقت سے ہوا۔

انبیاء علیہم السلام کا راستہ یہی ہے وہ اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو بس اللہ کے حکموں پر ڈال دیتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں قربانیاں دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنی طاقت سے ان کے مسائل حل کرتا ہے۔ قرآن پاک میں اس کو "سنت اللہ" کہا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ازلی ابدی قانون ہے۔ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا

۳۲۔ آج کل اس دنیا میں چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے براہِ راست چیزوں پر محنت کرنے کا رواج ہے، کھیت والے کھیت سے غلہ حاصل کرنے کے لئے بس کھیت ہی پر محنت کرتے ہیں، تجارت اور سوداگری والے اور کارخانے والے بس دوکانوں اور کارخانوں پر محنت کرتے ہیں یہی محنت آج کل عام ہے، دوسرا راستہ یہ ہے کہ محنت ومجاہدہ کرکے اپنے اندر تقویٰ پیدا کیا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ

انعام کے طور پر اپنے خزانہ غیب سے چیزیں نصیب فرمائے اور برکت فرمائے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.	اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے راستے پیدا کریں گے اس کو وہاں سے رزق عطا فرمائیں گے جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

اور فرمایا گیا:۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا	اور جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے کاموں کو آسان کر دیگے

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ	اور اگر ان لوگوں میں ایمان و تقویٰ کی صفات ہوتیں تو ہم پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

ان آیتوں میں تقویٰ پر جو کچھ وعدہ فرمایا گیا ہے اس کا تعلق اسی دنیا سے ہے۔ اور یہ بات کہ تقویٰ کیا ہے اس کی تفصیل اس آیت سے معلوم ہوگی، اس آیت میں تقویٰ کی ساری شرطیں بیان کر دی گئی ہیں:۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى	نیکی کا معیار یہ نہیں ہے کہ تم مشرق کی طرف رخ کر دیا مغرب کی طرف بلکہ اصل نیکی ان کی ہے (اور اللہ کی نگاہ میں وہ نیک ہیں) جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر اور دیا اپنا مال اس کی چاہت کے باوجود اہل قرابت کو اور

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

یتیموں مسکینوں کو اور ضرورت مند مسافروں کو اور سائلوں کو اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ اور وفا کرنے والے اپنے عہد کے جب عہد کریں اور صبر برداشت سے کام لینے والے تنگی اور تکلیف میں اور ثابت قدم رہنے والے جنگ کے وقت۔

یہی بندے ہیں سچے اور یہی تقویٰ والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے متقی ہونے کے لئے یہ چند باتیں ضروری ہیں

ا ۔ ایک ایمان باللہ ۔ یعنی اس حقیقت کا پورا یقین کہ سب کچھ اللہ کی ذات سے ہوتا ہے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں ہوتا ۔ اس لئے بس اسی کو راضی کرنے کی فکر کرنی چاہیئے اور اسی کے لئے مرنا مٹنا چاہیئے۔

ب ۔ دوسرے ایمان بالیوم الآخر ۔ یعنی اس حقیقت کا یقین کہ یہ زندگی اصل زندگی نہیں ہے بلکہ اس زندگی کے خاتمہ کے بعد ایک دوسری زندگی اور دوسرا عالم ہے اور وہی اصل عالم ہے اور اصل زندگی ہے اور یہ چندروزہ زندگی بس اس کی تیاری کے لئے ہے اور انسانوں کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اسی آخری زندگی کی کامیابی اور ناکامی پر ہے۔

ج ۔ تیسرے ایمان بالملئکہ ۔ یعنی اس بات کا یقین کہ یہ عالم جن ظاہری اسباب سے چلتا ہوا نظر آتا ہے دراصل ان اسباب سے نہیں چل رہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے باطنی نظام کے ذریعہ اس سارے ظاہری نظام کو چلا رہا ہے مثلاً ہمیں نظر آتا ہے کہ بارش بادلوں سے اور ہواؤں سے ہوتی ہے اور زمین

کی چیزیں بارش کی پانی سے اگتی ہیں۔ ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کا یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ سارے کام دراصل فرشتوں سے کرا رہا ہے گویا ان ظاہری اسباب کے پیچھے فرشتوں کا نظر نہ آنے والا نظام ہے اور اس کے پیچھے اللہ کی ذات اور اس کی مشیت ہے۔

د ۔ چوتھے ایمان بالکتٰب وَالنَّبِیّٖن ۔ یعنی اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں کے بارے میں یقین کہ حقیقی علم وہی ہے جو اللہ کی کتابوں میں ہے اور جو نبیوں کے ذریعہ انسانوں کو ملا ہے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ غیر حقیقی ہے ۔ اور ناقص ہے مثلاً انسانوں کی فلاح اور کامیابی کا راستہ وہی ہے جو اللہ کے نبیوں نے اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں نے بتایا ہے ۔ اگر دنیا بھر کے فلسفی اور دنیا بھر کے لیڈر اس کے خلاف کہتے ہیں اور سوچتے ہیں تو غلط ہے ان کا جہل ہے۔

یہ چار باتیں ایمان ویقین کی لائن تھیں یعنی متقی ہونے کی پہلی شرط یہ بتلائی گئی کہ ان چار باتوں کے بارے میں یقین صحیح ہو۔ اس کے بعد فرمایا گیا :۔ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَ السَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۔"

(یعنی ایمان ویقین کی درستگی کے ساتھ وہ مالیات کو بھی اس یقین کے مطابق بنائیں، مال کی طبعی چاہت اور اس سے دلچسپی اور محبت کے باوجود اپنا کمایا ہوا مال وہ اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے نبیوں اور کتابوں کی تعلیم کے مطابق اپنے ماحول کے ضرورتمندوں پر خرچ کریں قرابت داروں پر خرچ کریں، یتیموں، مسکینوں پر خرچ کریں، غرض اپنی کمائی دوسروں پہ لگائیں اور اس سے دوسروں کو آرام اور نفع پہونچائیں۔

اس کے بعد تیسری شرط تقویٰ نے کی یہ بتائی گئی ہے کہ نماز قائم کریں جس کا مطلب یہ ہے کہ پورے اہتمام سے اچھی سے اچھی نماز پڑھنے کی کوشش کریں۔

چوتھی شرط یہ بتائی گئی کہ زکوٰۃ بھی اہتمام سے ادا کریں۔

آخر میں اخلاقیات کی درستی کی شرط بیان کی گئی "وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا" اور "وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط"

یعنی ان میں وفائے عہد ہو وہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کریں اور تنگیوں اور تکلیفوں میں اور جنگ اور قربانی کے میدانوں میں صبر اور برداشت سے کام لینے والے ہوں، حالات کیسے ہی مخالف ہوں مگر ان کے پاؤں میں لغزش نہ آئے اس سب کے بعد فرمایا گیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (یہی اللہ کے سچے بندے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ان سب رُخوں پر محنت کرنی ہوگی، ایمان ویقین کے لئے محنت، مالیات کے درست کرنے پر محنت، نماز پر محنت، زکوٰۃ پر محنت، اخلاق کی درستگی پر محنت، جب یہ سب چیزیں درست ہو جائیں گی اس وقت آدمی متقی ہوگا، اور پھر اس پر اللہ تعالےٰ کے خاص انعامات ہونگے، اللہ تعالےٰ غیب سے اس کے مسائل حل کرے گا اس کے لئے برکتوں کے دروازے کھلیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقویٰ پر جو انعامات اس دنیا میں ہوتے ہیں اور متقی بندوں کے مسائل جو حل کئے جاتے ہیں ان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔

اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی متقی بندے کو کسی چیز کی ضرورت پیش آئی اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندہ کے دل میں ڈالا اور اس نے وہی چیز ہدیہ کے طور پر پیش کردی یہ بہت عام اور متعارف طریقہ ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت پیش آئی اور اللہ تعالےٰ نے بغیر کسی واسطہ کے اپنے فضل سے اس کو حل فرما دیا مثلاً ایک بندہ بیمار ہوا اسے بیماری کی تکلیف شروع ہوئی اس نے اللہ سے شفا کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے بغیر حکیم ڈاکٹر اور بغیر دوا کے شفا عطا فرمادی۔

کبھی کسی بندہ کی ضرورت کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی دوسرے بندہ کو خواب میں بھی مطلع فرماتے ہیں۔

حسن ابن سفیان ایک بزرگ ہیں، ان کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ اور ان کے دو ساتھی علم حدیث اور دین کی طلب میں نکلے ایک شہر میں قیام کیا، جو تھوڑا بہت اپنے پاس تھا سب ختم ہوگیا، اس کے بعد جب فاقوں پر فاقے آنے لگے تو انہوں نے طے کیا کہ اب ہم ایسی حالت میں ہیں کہ ہمارے لئے سوال جائز ہے مشورہ سے طے ہوا کہ حسن ابن سفیان جائیں اور کسی سے کچھ مانگ کر لائیں، یہ بیچارے نکلے لیکن انہیں شرم آئی کہ کسی مخلوق سے سوال کریں، تنہائی کا کوئی گوشہ تلاش کیا اور صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ سے دعا کی اور واپس آگئے اور ساتھیوں سے کہا کہ میں تو کسی سے سوال نہیں کر سکا۔ میں نے بھی دعا کی ہے اور تم بھی بس اللہ سے دعا کرو۔ اسی رات کو شہر کے امیر نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس کو آسمان کی طرف سے بڑے جلال کے انداز میں پکار رہا ہے، نگاہ اٹھا کے دیکھا تو ایک شخص غصہ میں بھرا ہوا ہے اور نیزہ اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ نیزے کا رخ امیر کی طرف کر کے ڈانٹ کر کہہ رہا ہے :-

أَدْرِكِ الْحَسَنَ سُفْيَانَ وَأَصْحَابَهُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتُوا

(حسن بن سفیان اور انکے ساتھیوں کی خبر لے قبل اس کے کہ ان بیچاروں کا خاتمہ ہو جائے۔)

خواب ہی میں یہ بھی اشارہ ملا کہ وہ شہر کی کسی مسجد میں ہیں امیر نے اٹھتے ہی شہر میں انکی تلاش شروع کرائی اور جب حکومت کے بعض کارندوں نے ان لوگوں کو تلاش کر لیا اور پا لیا اور امیر کی طرف سے کچھ اشرفیاں ان کو پہنچائیں اور ان سے کہا کہ امیر آپ سے ملنا چاہتے ہیں تو یہ اللہ کے بندے خاموشی کے ساتھ شہر سے غائب ہو گئے تاکہ لوگوں پر ان کا راز نہ کھلے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے مسائل کبھی اس طرح بھی حل کرا تا ہے۔

اور سب سے زیادہ عجیب واقعہ تو مشہور محدث حضرت ابوبکر بن الخاضبہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو بہت سی کتابوں میں مروی ہے۔

واقعہ یوں روایت کیا گیا ہے کہ وہ اور ان کے گھر والے سخت فقر و فاقہ کی حالت میں تھے گھر میں کچھ نہ تھا بس اللہ سے دعائیں کرتے تھے اسی حال میں ایک چوہا حضرت مقداد کے سامنے سے گزرا، آپ نے اس پر اپنی چادر ڈال کر یا کسی طرح اس کو پکڑ کر بند کر لیا، تھوڑی دیر میں اس کا جوڑا آیا، اس نے اپنے ساتھی کو گرفتار دیکھا وہ اپنے بل میں گیا اور ایک دینار اپنے منھ میں لیکر آیا اور حضرت مقداد کے سامنے ڈال دیا اور دور بیٹھا دیکھتا رہا، کچھ دیر کے بعد پھر بل میں گیا اور ایک دینار اور اسی طرح لاکر اس نے سامنے ڈال دیا اس طرح یکے بعد دیگرے سولہ دینار اس نے بل سے نکال کر حضرت مقداد کے سامنے ڈال دیئے وہ گویا اپنے طرز عمل سے اور زبان حال سے حضرت مقداد سے عرض کرتا تھا کہ یہ اشرفیاں بطور فدیہ کے قبول کر لو اور میرے ساتھی کو چھوڑ دو، آخر میں وہ ایک دینار اور لایا اور اس کے ساتھ ایک پھٹا ہوا کپڑا بھی بل میں سے، اس طرح اس نے گویا حضرت مقداد کو بتایا کہ اب کچھ نہیں رہا جو کچھ تھا وہ سب میں نے حاضر کر دیا، حضرت مقداد نے اس چوہے کو چھوڑ دیا اور دونوں چوہے خوشی خوشی اچھلتے کودتے اپنے بل میں چلے گئے اور ان سترہ اشرفیوں کو حضرت مقداد نے اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھا اور اپنی ضرورتوں میں ان کو استعمال کیا۔ تو کبھی ایسے غیر معمولی اور حیرت انگیز طریقوں سے بھی متقی بندوں کی مدد کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے فضل کے طریقے بیشمار ہیں۔ اللہ کے سوا ان کو کوئی جانتا بھی نہیں۔

اب دنیا میں صرف مادہ پر اور مادی چیزوں پر محنت کا رواج ہے، تقویٰ پیدا کر کے اور اللہ سے صحیح تعلق قائم کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لینے کا راستہ لوگ بالکل بھول گئے ہیں حالانکہ یہی راستہ ہے جس کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے۔

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اس میں سب سے پہلے اس یقین کو تازہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العٰلمین ہیں وہی سب کا پروردگار اور کارساز ہے، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ دنیا کے علاوہ عالم آخرت کا مالک بھی وہی ہے اور اس کی ذات وصفات سے اور اس کی ربوبیت اور رحمت سے استفادہ کا طریقہ یہ ہے کہ: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o کہ بس اس کی عبادت ہو اور اس سے دعا ہو یہی صراطِ مستقیم ہے جو انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے حضرت نوح ؑ نے اپنے دشمنوں کی بے پناہ اکثریت کے مقابلہ میں جو کامیابی حاصل کی اسی راستہ سے حاصل کی، حضرت ابراہیم ؑ کو جو کامیابی نمرود کی حکومت کے مقابلہ میں ہوئی وہ اسی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے راستہ حاصل ہوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا راستہ بھی یہی تھا اسی راستہ کی ہدایت کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں اس طرح کی جاتی ہے۔ "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ."

بہرحال اللہ کے سارے نبیوں، رسولوں اور ان کی راہ پر چلنے والے سب مقبول بندوں کا راستہ یہی ہے اور اس کے برعکس جو لوگ اللہ کی ہدایت سے محروم ہیں اور جن پر خدا کا غضب ہے ان کا راستہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی ذات وصفات کے یقین اور عبادت واستعانت سے بالکل بے پرواہ اور بے فکر ہو کر صرف مادی لائنوں پر محنت کرتے ہیں۔"

۳۳۔ انبیاء علیہم السلام کا پیغام اور تجربہ یہ ہے کہ مسئلوں کا حل اور کامیابی نہ مال میں ہے نہ حکومت میں، نہ اکثریت میں، بلکہ اللہ کے امر سے وابستہ ہو جانے میں اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرنے میں ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے جو واقعات بیان فرمائے گئے ہیں ان سب کا حاصل اور خلاصہ یہی ہے۔ حضرت نوح ؑ اور ان کی قوم کا واقعہ، حضرت ابراہیم اور ان کی قوم اور نمرود کا

واقعہ، اسی طرح حضرتِ موسیٰ اور فرعون و قارون کا واقعہ قرآن مجید میں پڑھیے اور غور کیجیے، ان سب واقعات کی روح یہی ہے کہ اکثریت اور دولت اور حکومت کچھ نہیں، اصل چیز اللہ کا فیصلہ اور اس کی مدد ہے اور وہ ان بندوں کے ساتھ ہے جو اس کے ہو جائیں اور اس کی راہ میں قربانیاں دیں۔

۴۳۔ اللہ کی مدد ذاتوں اور شخصیتوں کی وجہ سے نہیں آتی بلکہ ان کے اعمال اور اخلاق اور اوصاف کی وجہ سے آتی ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مدد فرمائی اسی طرح آپ کے صحابۂ کرام اور بعد میں اولیاء کرام پر اللہ تعالیٰ کے جو انعامات ہوئے اور ان کی جو مددیں فرمائی گئیں وہ ان کی شخصیتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اعمال اور خاص کر اللہ کے لئے انکی قربانیوں اور دین کے راستہ کی ان محنتوں کی وجہ سے فرمائی گئیں آج بھی جو کوئی اللہ کی وہ مددیں چاہے وہ انکے والے اعمال اور ان کی والی قربانی اور محنتوں کے راستہ پر پڑ جائے وہ اللہ کی مددوں کو آتا ہوا خود آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

اللہ کی نصرت اور غیبی مدد کا استحقاق اسی وقت تک رہتا ہے جب تک نظر بس اللہ پر ہو اور یقین ہو کہ ہم سے اور کسی سے کچھ نہ ہو سکے گا، جو کچھ ہو گا صرف اللہ کی مدد اور اس کے کرم سے ہو گا۔ غزوۂ بدر اور خندق میں مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ اللہ کے سوا کوئی سہارا اور کوئی پناہ کی جگہ ان کے سامنے نہ تھی اپنی کسی چیز پر ذرا بھی اعتماد نہیں تھا اس لئے نظر صرف اللہ کے کرم اور اسکی نصرت پر تھی، تو پوری نصرت اور بھرپور مدد ہوئی اور اس کے برخلاف غزوۂ اُحد اور غزوۂ حنین میں جب اپنی تعداد اور تیاریوں پر بھی کچھ اعتماد پیدا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا ہاتھ کھینچ لیا گیا۔

۳۵۔ مسلمانوں میں دین کی رسم اور صورت موجود ہے۔ اس تبلیغی جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ ان میں دین کی روح اور حقیقت آجائے ان میں دین کے منتشر اجزا موجود ہیں تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ ان میں پورا دین اپنی صحیح ترتیب کے ساتھ آجائے یہ چھ نمبر جن پر تبلیغ میں زور دیا جاتا ہے اور جن کی مشق کرائی جاتی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان صحیح ترتیب کیساتھ دین پر پڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور آخرت کے ثواب و عذاب پر نظر رکھ کے زندگی گزارنا ان کا مزاج بنجائے۔

۳۶۔ آج دین کے جن احکام پر مسلمان عمل نہیں کر رہے ہیں خواہ وہ احکام کسی شعبہ کے ہوں ان پر عمل کرنے سے یا تو مسلمانوں کے مال پر زد پڑتی ہے یا جان وجسم پر، یا خواہشات پر، اس لئے ان احکام پر عمل کرنا ان کے لئے سخت مشکل ہو رہا ہے اور وہ اسلام کے ماننے کے باوجود اس کے احکام کے خلاف زندگیاں گذار رہے ہیں۔

ہماری یہ جدوجہد جس کا نام تبلیغ ہے اور اس کے چھ نمبر بس اس مشکل کو حل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اصل مقصد یہ ہے کہ ان نمبروں میں مسلسل مشغولیت اور ان کی مشق کے ذریعہ مسلمانوں کی زندگی کا رُخ ان چیزوں کی طرف سے مڑ کر جن کی طرف پڑ گیا ہے اللہ کے اوامر اور احکام کی طرف ہو جائے اور پھر وہ اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں، تکلیفیں اور نقصانات برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں۔

۳۷۔ ہمارے اس تبلیغی کام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے احکام کی پابندی والی زندگی گزارنے لگیں، چھ نمبروں کی پابندی اور مشق سے ان میں یہ بات آسکتی ہے لیکن ان نمبروں کے الفاظ سے جو مطلب عام لوگ سمجھتے ہیں اس سے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا جو مطلب ہم سمجھتے ہیں اور بتاتے ہیں

اس کے مطابق کرنے اور لگنے سے انشاء اللہ وہ بات پیدا ہو جائے گی کہ جسمانی تکلیفوں اور مالی نقصانوں کے باوجود اور نفس کی خواہشات کیخلاف ہونے کے باوجود لوگ اللہ کے احکام پر چلیں گے۔

۳۸۔ اسلام میں جن اعمال کا حکم دیا گیا ہے اور جن کے عوض ثواب کا اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ چار قسم کے ہیں ایک وہ جن میں اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے مثلاً رحم کا حکم ہے، احسان کا حکم ہے، سخاوت اور فیاضی کا حکم ہے، عدل و انصاف کا حکم ہے مجرموں کو سزا دینے کا حکم ہے ان اعمال اور اخلاق کی حیثیت یہ ہے کہ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال ہیں اور بندوں کو بھی حکم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق یہ اعمال کریں اور یہ صفات برتیں (تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ)

دوسری قسم کے وہ اعمال ہیں جو دراصل نبیوں کے کرنے کے ہیں اور امتی ان کو پیغمبروں کی نیابت میں کرتے ہیں جیسے دین کی دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اعلاء کلمۃ اللہ کی کوششیں اور اس کے راستہ میں قربانی وغیرہ وغیرہ، یہ دراصل نبیوں والے اعمال ہیں اور نبی انہی کاموں کے لئے بھیجے جاتے ہیں امتی انکے کاموں کو کر کے نبی کے مقصد کی خدمت کرتے ہیں اور ان ہی کی نصرت اور نیابت میں ان راستوں پر محنت کرتے ہیں۔

تیسری قسم وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالےٰ کے حضور میں اپنی عبدیت اور بندگی ظاہر کرنے کیلئے اور اس کے ذریعہ اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے کئے جاتے ہیں، یہ شان عبادات کی ہے نماز، روزہ، حج، قربانی، ذکر و تلاوت وغیرہ عبادات اس قسم کے اعمال ہیں۔

چوتھی قسم وہ اعمال ہیں جو دراصل اپنی خواہشات اور بشری تقاضوں کے لئے کئے جاتے ہیں لیکن ان کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے احکام دئیے ہیں کہ انکو اسطرح کرو اس لئے یہ بھی دینی اعمال ہو گئے مثلاً نکاح کرنا، بیوی بچوں کو کھلانا پلانا، کپڑے

پہنانا انکو پیار کرنا یا خرید و فروخت، اسی طرح کاشتکاری یا کارخانہ داری یا محنت مزدوری یہ سب چیزیں وہ ہیں جن کا تعلق دراصل ہماری خواہشات اور بشری ضروریات سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق احکام دیئے کہ انکو اس طرح کیا جائے اور انمیں بھی ثواب رکھ دیا، اب یہ بھی دینی اعمال ہو گئے لیکن ان کے دینی اعمال اور قابل ثواب ہونے کی شرط تو یہ ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے احکام اور اس کے مقرر کئے ہوئے ضابطوں کے مطابق ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ انکی وجہ سے وہ اعمال ضائع نہ ہوں جو اُن سے مقدم اور زیادہ اہم ہیں، اب اگر ایک شخص اپنے کاروبار میں اور بیوی بچوں میں اس طرح مشغول ہوتا ہے کہ اس مشغولیت کی وجہ سے دین سیکھنے کے لئے اور ایمان و یقین حاصل کرنے کے لئے اور اپنی نماز کو حقیقی نماز بنانے کے لئے اور خدا سے اپنے تعلق کو صحیح کرنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتا تو اس کا بیوی بچوں کو پالنا اور کاروبار میں مشغول رہنا ہرگز دینی عمل نہیں ہے بلکہ سراسر وبال ہے اور "اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" کا مصداق ہے۔

۳۹۔ محنت کے دو میدان ہیں۔ ایک زمین اور زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں دوسرے ایمان اور ایمان والے اعمال۔

پہلی محنت کا معاوضہ دنیا میں ملتا ہے لیکن ایسا نہیں ملتا کہ محنت کرنے والے اس پر خوش اور مطمئن ہوں۔

دوسری محنت کا معاوضہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ بھرپور دے گا۔

یہاں جو کچھ نظر آتا ہے وہ بہت ناقص ہے، بیچاری آنکھ کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی صرف صورت کو دیکھ سکتی ہے حقیقت کو نہیں، کسی جسمانی چیز کی صرف اوپر سے نظر آنے والی سطح اور شکل کو دیکھ سکتی ہے اس کی روح کو نہیں دیکھ سکتی حد یہ ہے کہ خود اپنے کو نہیں دیکھ سکتی۔ اللہ کا غیبی نظام جو نظر نہیں آتا وہ لاکھوں کروڑوں درجہ زیادہ وسیع ہے۔ پھر آنکھ نہ کسی چیز کا اول دیکھتی ہے نہ آخر، صرف اس کا حال دیکھتی

ہے، ہر چیز شروع میں مٹی تھی آخر میں پھر اس کو مٹی ہونا ہے۔ آنکھ نے نہ اس وقت کو دیکھا جب کہ وہ پہلے مٹی تھی نہ وہ اس وقت کو دیکھ رہی ہے جب وہ پھر مٹی ہو گی بلکہ صرف اس کو موجودہ شکل میں دیکھا ہے۔ جب کسی چیز کو دیکھو تو سوچو کہ یہ پہلے مٹی تھی اللہ کی قدرت سے اس کی شکل یہ بن گئی ہے، اور پھر ایک دن اسکو مٹی ہو جانا ہے۔ اپنے بارے میں بھی یہی سوچو۔

قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے رکھے گئے ہیں اس کی یہ بھی ایک حکمت ہے کہ جب پہلے سجدے میں جائے تو یاد کرے کہ میں اسی زمین کی مٹی سے بنایا گیا ہوں، پھر دوسرے سجدے میں یاد کرے کہ زندگی کی میعاد ختم کر کے مجھے پھر اسی زمین کا پیوند ہو جانا ہے۔ اور پھر اس سے اٹھ کر اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اور اپنی زندگی کا حساب دینا ہے۔

آخری اہم تقریر

مسلمانوں کو امت بننے کی دعوت

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال کر تین دن پہلے یعنی ۲۶ ذیقعدہ مطابق ۳۰ مارچ منگل کے دن بعد نماز فجر رائیونڈ ضلع لاہور میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی (یہ آپکی زندگی کی اہم آخری تقریر تھی) یہ تقریر مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے یہ پوری تقریر کافی طویل تھی ناظرین کی سہولت فہم کے لئے کسی قدر اختصار اور لفظی ترمیم کے ساتھ اسکو ذیل درج کر رہے ہیں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کا کوئی اہم حصہ چھوٹنے نہ پائے

حضرت مولانا مرحوم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد خلاف عادت تقریر اس طرح شروع فرمائی۔

"دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اس کے باوجود ضروری سمجھ کے بول رہا ہوں، جو سمجھ کے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چمکائیگا ورنہ اپنے پاؤں پہ کلہاڑی ماریگا۔ یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے اسکو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور انکے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں اب مسلمان اپنا امت پنا (یعنی امت ہونے کی صفت) کھو چکے ہیں جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے، ایک پکا مکان نہیں تھا مسجد تک پکی نہیں تھی، مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا مسجد نبوی میں ہجرت کے نویں سال چراغ جلا ہے۔ سب سے پہلا چراغ جلانے والے تمیم داری رضؓ ہیں وہ ۹ھ میں اسلام لائے ہیں۔ اور ۹ھ تک قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا مختلف قومیں، مختلف زبانیں، مختلف قبیلے ایک امت بن چکے تھے تو جب یہ سب کچھ ہو گیا اس وقت مسجد نبوی میں چراغ جلا، لیکن حضورؐ جو نور ہدایت لیکر تشریف لائے تھے وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی پھیل چکا تھا اور امت بن چکی تھی پھر یہ امت دنیا میں اٹھی جدھر کو نکلی ملک کے ملک پیروں میں گرے۔

یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری، اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا، مال وجائداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ و رسول کیا فرماتے ہیں۔ امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہل جاتی تھی اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پہ جوں نہیں رینگتی۔ امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے

رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ٹکڑے کرتا ہے اور حضورؐ کی اور صحابہ رضؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے امت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر مسلمان بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گے۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پٹ رہا ہے اور مر رہا ہے کہ اس نے امت پنے کو ختم کر کے حضورؐ کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے، میں یہ دل کی غم کی باتیں کہہ رہا ہوں ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ امت امت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ امت کیا ہے اور حضورؐ نے کس طرح امت بنائی تھی امت ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ خدائی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو، ذکر ہو، مدرسہ ہو، مدرسہ کی تعلیم ہو، حضرت علی رضؓ کا قاتل ابن ملجم ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اس نے کہا سب کچھ کر لو لیکن میری زبان نہ کاٹو تاکہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی رضؓ کا قاتل میری امت کا سب سے زیادہ شقی اور بدبخت ترین آدمی ہوگا اور مدرسہ کی تعلیم تو ابوالفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھدی، حالانکہ انہوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا تو جو باتیں ابن ملجم اور ابوالفضل و فیضی میں تھیں وہ امت بننے کے لئے اور خدا کی غیبی نصرت کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ

اوران کے ساتھی دینداری کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے، وہ جب سرحدی علاقہ میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنا لیا تو شیطان نے وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ ان کی بات یہاں کیوں چلے، انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کرائی، ان کے کتنے ہی ساتھی شہید کر دئے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر امت پنے کو توڑ دیا اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کو مسلط کیا یہ خدا کا عذاب تھا۔

یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب امت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالے کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ جیسے بڑے صحابی سے اس بارے میں جو غلطی ہوئی (جو اگر دب نہ گئی ہوتی تو اس کے نتیجہ میں انصار اور مہاجرین میں تفریق ہو جاتی) اس کا نتیجہ حضرت سعدرضؓ کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہؓ ٭ ورمیناہ بسہم فلم یخط فوادہ[1]

اس واقعہ نے مثال قائم کردی اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقہ کی بنیاد پر امت پنے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کر رکھ دیگا۔

امت جب بنے گی جب امت کے سب طبقے بلا تفریق اس کام میں لگ جائیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے کے گئے ہیں اور یاد رکھو امت پنے کو توڑنے والی چیزیں معاملات اور معاشرت کی خرابیاں ہیں ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا یا اس کو تکلیف پہونچاتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور امت پنا ٹوٹتا ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی

---

[1] ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو ہلاک کر دیا ہم نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا جو ٹھیک اس کے دل پر لگا۔

امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تکلیفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا۔

حضرت عمر رضہ کے زمانے میں ایک دن لاکھوں کروڑوں روپے آئے انکی تقسیم کا مشورہ ہوا اس وقت امت بنی ہوئی تھی، یہ مشورہ کرنے والے کسی ایک ہی قبیلہ یا ایک ہی طبقہ کے نہ تھے بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے وہ لوگ تھے جو حضور رضہ کی صحبت کے اعتبار سے بڑے اور خواص سمجھے جاتے تھے، انہوں نے مشورہ سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ حضور رضہ کے قبیلہ والوں کو دیا جائے اس کے بعد حضرت ابوبکر رضہ کے قبیلہ والوں کو، پھر حضرت عمر رضہ کے قبیلہ والوں کو۔ اس طرح حضرت عمر رضہ کے اقارب تیسرے نمبر پر آئے۔ جب یہ بات حضرت عمر رضہ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا اس امت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور آپ کے صدقہ میں مل رہا ہے اس لئے بس حضور رضہ ہی کے تعلق کو معیار بنایا جائے، جو نسبت میں آپ سے زیادہ قریب ہوں ان کو زیادہ دیا جائے جو دوم سوم چہارم نمبر پر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے اس طرح سب سے زیادہ بنی ہاشم کو دیا جائے اس کے بعد عبد مناف کو، پھر قصی کی اولاد کو، پھر کلاب کی کی، پھر کعب کی پھر مرہ کی اولاد کو، اس حساب سے حضرت عمر رضہ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑ جاتا تھا اور اس کا حصہ بہت کم ہو جاتا تھا مگر حضرت عمر رضہ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلہ کو اتنے پیچھے ڈالدیا۔ اسطرح بنی تھی یہ اُمت!

امت بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپسمیں جوڑ ہو پھوٹ نہ پڑے۔ حضور رضہ کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لایا جائیگا۔ جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، تبلیغ سب کچھ کیا ہوگا

مگر وہ عذاب میں ڈالا جائیگا، کیونکہ اس کی کسی بات نے امت میں تفریق ڈالی ہوگی، اس سے کہا جائیگا پہلے اپنے اس ایک لفظ کی سزا بھگت لے جس کی وجہ سے امت کو نقصان پہونچا ہے، اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس نماز روزہ، حج وغیرہ کی کمی ہوگی اور وہ خدا کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوگا، مگر اس کو بہت ثواب سے نوازا جائے گا، وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل سے ہے اس کو بتایا جائیگا کہ تو نے فلاں موقعہ پر ایک بات کہی تھی جس سے امت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رک گیا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہوگیا یہ سب تیرے اسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے۔ امت کے بنانے اور بگاڑنے میں جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے، یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے، زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور پورا فساد کھڑا ہوجاتا ہے اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کردیتی ہے اور پھٹے ہوئے دلوں کو ملا دیتی ہے اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبانوں پر قابو ہو اور یہ جب ہوسکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج، ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آرہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرماکر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضورؐ کی اور اسلام کی برکت سے ان کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہوگئیں اور اوس وخزرج شیر وشکر ہوگئے یہ دیکھ کر یہودیوں نے اسکیم بنائی کہ کسی طرح ان کو پھر لڑا یا جائے، ایک مجلس میں جس میں دونوں قبیلوں کے آدمی موجود تھے ایک سازشی آدمی نے ان کی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کر اشتعال پیدا کردیا پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں، پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے۔ حضورؐ سے کسی نے جاکر کہا آپ

فوراً تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کروگے آپ نے بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ دیا، دونوں فریقوں نے محسوس کر لیا کہ ہمیں شیطان نے ورغلایا، دونوں روئے اور گلے ملے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ الخ (اے مسلمانوں خدا سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرماں بردار بندے بنے رہو)

جب آدمی ہر وقت خدا کا خیال رکھے گا اس کے قہر و عذاب سے ڈرتا رہے گا اور ہر دم اس کی تابعداری کریگا تو شیطان بھی اسے نہیں بہکا سکے گا۔ اور امت پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گی۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا

اور اللہ کی رسی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور اس کے دین کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور امت بننے کی صفت کے ساتھ سب مل جل کر دین کی رسّی کو تھامے رہو، اور اس میں لگے رہو اور قوم کی بنیاد پر یا علاقہ کی بنیاد پر یا زبان کی بنیاد پر یا کسی اور بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ کے اس احسان کو نہ بھولو کہ اس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے جو پشتوں سے تم میں چلی آرہی تھی تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنا دیا اور تم آپس میں لڑتے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچا لیا، شیطان تمہارے ساتھ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا موضوع ہی بھلائی کی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور فساد سے روکنا ہو۔ " وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ

إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ." امت میں ایک گروہ وہ ہو جس کا کام اور موضوع ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور ہر قسم کی خیر کی طرف بلائے، ایمان کے لئے اور خیر اور نیکی کے راستہ پر چلنے کے لئے محنت کرتا رہے، نمازوں پر محنت کرے، ذکر پر محنت کرے، حضور کے لائے ہوئے علم پر محنت کرے، برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لئے محنت کرے اور ان محنتوں کی وجہ سے امت ایک امت بنی رہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَأُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی شیطان کی پیروی کر کے اور الگ الگ راہوں پر چل کے اختلاف پیدا کرینگے اور امت کے امت پنے کو توڑیں گے تو ان پر خدا کی سخت مار پڑے گی۔ أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

دین کی ساری تعلیم اور ساری چیزیں جوڑنے والی اور جوڑنے کے لئے ہیں نماز میں جوڑ ہے، روزہ میں جوڑ ہے، حج میں قوموں اور ملکوں اور مختلف زبان والوں کا جوڑ ہے، تعلیم کے حلقے جوڑنے والے ہیں، مسلمانوں کا اکرام اور باہم محبت اور تحفہ تحائف کا لین دین یہ سب جوڑنے والی اور جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں اور قیامت میں ان اعمال کے لئے محنتیں کرنے والوں کے چہرے نورانی ہونگے اور ان کے برخلاف باہم بغض وحسد، غیبت، چغل خوری، توہین و تحقیر اور دل آزاری یہ سب پھوٹ ڈالنے والے اور توڑنے والے اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال ہیں اور ان اعمال والے آخرت میں روسیاہ ہونگے۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

(جنہوں نے پھوٹ ڈال کے اور پھوٹ والے اعمال کر کے امت کو توڑا ہوگا۔ وہ قیامت کے

دن قبروں سے کالے منہ اٹھیں گے اور ان سے کہا جائیگا کہ تم نے ایمان و اسلام کے بعد کفر والوں کا طریقہ اختیار کیا، اب تم یہاں دوزخ کا عذاب چکھو اور جو ٹھیک راستہ پر چلتے رہے ہونگے ان کے چہرے نورانی اور چمکتے ہوئے ہوں گے اور وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں اور جنت میں رہیں گے ۔)

میرے بھائیو دوستو! یہ سب آیتیں اس وقت اتری تھیں جب یہود نے انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور ان کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا تھا ان آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی پھوٹ اور لڑائی کو کفر کی بات کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے ۔

آج ساری دنیا میں امت پنا توڑنے کی محنت چل رہی ہے اس کا علاج اور توڑ یہی ہے کہ تم اپنے کو حضورؐ والی محنت میں لگا دو، مسلمانوں کو مسجدوں میں لاؤ وہاں ایمان کی باتیں ہوں. تعلیم اور ذکر کے حلقے ہوں، دین کی محنت کے مشورے ہوں، مختلف طبقوں کے اور مختلف برادریوں کے اور مختلف زبانوں والے لوگ مسجد نبوی کے طریقہ پر ان کاموں میں جُڑیں. جب امت پنا آئے گا، ان باتوں سے بچیں جن سے شیطان کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے جب تین بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا ہمارے ساتھ اللہ ہے، چار. پانچ بیٹھیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ پانچواں چھٹواں اللہ ہمارے ساتھ ہی موجود ہے، اور وہ ہماری ہر بات سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ہم امت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا امت پنا توڑنے کی. ہم کسی کی غیبت اور چغل خوری تو نہیں کر رہے ہیں، کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے ہیں. یہ امت حضورؐ کے خون و فاقوں سے بنی تھی، اب ہم اپنی معمولی معمولی باتوں پر امت کو توڑ رہے ہیں، یاد رکھو نماز جمعہ چھوڑنے پر بھی اتنی پکڑ نہیں ہوگی جتنی امت کے توڑنے پر ہوگی اگر مسلمانوں میں امت پنا آجائے تو وہ دنیا میں ہرگز ذلیل نہ ہونگے، روس اور امریکہ کی طاقتیں بھی ان کے سامنے جھکیں گی، اور امت پنا جب آئے گا جب «اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ» پر مسلمانوں کا عمل ہو، یعنی ہر مسلمان

دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں چھوٹا بننے اور ذلت و تواضع اختیار کرنے کو اپنائے تبلیغ میں اسی کی مشق کرنی ہے جب مسلمانوں میں " اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ " والی صفت آجائے گی تو وہ دنیا میں " اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ " یعنی کافروں کے مقابلہ میں زبردست اور غالب ضرور ہونگے چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیا کے۔

میرے بھائیو دوستو! اللہ و رسول نے ان باتوں سے سختی اور شدت سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی ہو، دو دو چار چار الگ کانا پوسی کریں اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کرسکتا ہے اس سے منع فرمایا گیا اور اس کو شیطانی کام بتایا گیا اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ " اسی طرح تحقیر اور استہزاء اور تمسخر سے منع فرمایا گیا۔ لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ " اس سے بھی منع فرمایا گیا کہ دوسرے کی کوئی برائی جو معلوم نہ ہو اس کو تجسس کر کے معلوم کیا جائے اور جو برائی کسی کی معلوم ہو گئی ہو اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا گیا اور غیبت کو حرام کہا گیا غیبت اس کا نام ہے کہ جو واقعی برائی کسی کو معلوم ہو اس کا ذکر کسی سے کیا جائے " وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا " یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور غیبت سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کر کے امت پنے کو توڑتی ہیں ان سب کو حرام قرار دیا گیا۔

اور ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرنا جس سے امت جڑتی بنتی ہے اس کی تاکید فرمائی گئی اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا، کیونکہ اس سے امت بنتی نہیں بگڑتی ہے۔ امت جب بنے گی جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزت کے قابل نہیں ہوں اس لئے مجھے عزت لینی نہیں بلکہ دوسروں کی عزت کرنی ہے اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزت کروں، ان کا اکرام کروں۔

اپنے نفسوں اور اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو امت بنے گی اور امت بنے گی تو عزت ملے گی، عزت اور ذلت روس اور امریکہ تک کے نقشوں میں نہیں ہے بلکہ خدا

کے ہاتھ میں ہے اور اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے۔ جو شخص یا قوم، خاندان طبقہ چمکانے والے اصول اور اعمال لاوے گا اس کو چمکا دیں گے، جو مٹنے والے کام کریگا اس کو مٹا دیں گے یہود نبیوں کی اولاد ہیں اصول توڑے تو اللہ نے ٹھوکر مار کر ان کو توڑ دیا۔ صحابہ کرام رضؓ بت پرستوں کی اولاد تھے انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ نے ان کو چمکا دیا، اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے۔

دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ حضور کی امت میں امت پنا آجائے اسمیں ایمان یقین آجائے یہ ذکر و تسبیح اور تعلیم والی، خدا کے سامنے جھکنے والی خدمت کرنے والی، برداشت کرنے والی، دوسروں کا اعزاز و اکرام کرنے والی امت بنجائے نجوی نہ کرنے والی، نافرمانی نہ کرنے والی، اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی تحقیر و تمسخر اور تجسس و غیبت نہ کرنے والی امت بن جائے۔ اگر کسی ایک علاقہ میں بھی یہ محنت اس طرح ہونے لگے جسطرح ہونی چاہیئے تو ساری دنیا میں بات چل پڑے۔

اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں، علاقوں اور طبقوں اور مختلف زبان والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اصول کی پابندی کراؤ پھر ان شاء اللہ امت بننے والا کام ہوگا اور شیطان اور نفس خدا نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے دیہات میں محنت کرنے اور فضا بنانے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا۔ اور حسب معمول دعا پر تقریر ختم ہوئی۔

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

دعا

جن لوگوں نے حضرت مولانا مرحوم کو دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہیں سنا وہ بالکل اندازہ نہیں کر سکتے کہ کسی کا دعا میں یہ حال بھی ہوتا ہے اور کوئی اس طرح مجسم دعا بن کے بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے، حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو جن نعمتوں سے نوازا تھا انہیں سے ایک عظیم ترین نعمت حقیقتِ دعا تھی۔ ہماری بڑی آرزو تھی کہ اللہ کے کسی بندہ نے کسی اجتماع میں مولانا کی دعا کو لفظ بہ لفظ لکھا ہو اور وہ ہم کو مل جائے لیکن اسکی امید اسلئے نہ تھی کہ انکی دعا کے وقت ہر شخص اپنے امکان کی حد تک ظاہر و باطن سے انکی دعا میں شریک ہونا چاہتا تھا اس لئے جو حضرات تقریروں کا لفظ بہ لفظ لکھنا چاہتے تھے وہ دعا کا ایک لفظ بھی نہیں لکھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ آرزو اسطرح پوری فرمائی کہ ہمیں معلوم ہوا کہ مرادآباد کے آخری اجتماع میں آپ کی دعا کے وقت ایک صاحب نے خفیہ طور پر ریکارڈ مشین لگا کر آپکی دعا ریکارڈ کر لی تھی۔ اس کی مدد سے آپکی دعا لفظ بہ لفظ قلمبند کر لی گئی اور وہ بالکل حضرت مولانا مرحوم کے الفاظ میں ایک لفظ کی کمی بیشی کے بغیر ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرادآباد کے ان احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اسکو اہتمام اور محنت سے قلمبند فرما کر مرحمت فرمایا دعا میں جو الفاظ مکرر سہ کرر ہیں وہ اصل دعا میں اسی طرح ہیں

درود شریف کے بعد بالجہر دعا اس طرح شروع فرمائی :-

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ۝ يَآ اَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ
لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۝
يَا رَبَّنَا يَا سَيِّدَنَا يَا مَوْلٰنَا وَخَالِقَ اَنْفُسِنَا وَيَا غَايَةَ رَغْبَتِنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا
وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ
وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ
صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى
طَاعَتِكَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ
يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ ، يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ
قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ ، يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ اَللّٰهُمَّ
اِنَّ قُلُوْبَنَا وَنَوَاصِيَنَا وَجَوَارِحَنَا بِيَدِكَ لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْهَا شَيْئًا فَاِذَا
فَعَلْتَ ذٰلِكَ بِنَا فَكُنْ اَنْتَ وَلِيَّنَا وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ اَللّٰهُمَّ
اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا
اجْتِنَابَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ رَسُوْلِكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنَا
حُبُّهٗ عِنْدَكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنَا حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ
الْاَشْيَآءِ اِلَيَّ وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْيَآءِ عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ
اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ
وَالْعِصْمَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ
لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا كَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَهٗ
وَلَا ضُرًّا اِلَّا كَشَفْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

إِلَيْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنَا وَفِي أَنْفُسِنَا فَذَلِّلْنَا وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنَا
وَمِنْ سَيِّئِ الْأَخْلَاقِ فَجَنِّبْنَا وَعَلَى صَالِحِ الْأَخْلَاقِ فَقَوِّمْنَا وَعَلَى
الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ فَثَبِّتْنَا وَعَلَى الْأَعْدَاءِ أَعْدَائِكَ أَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ
فَانْصُرْنَا اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا وَلَا تَنْصُرْ عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ أَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا
اَللّٰهُمَّ آثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا اَللّٰهُمَّ امْكُرْ
لَنَا وَلَا تَمْكُرْ عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا
اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ صُدُوْرَنَا لِلْإِسْلَامِ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ وَ
زَيِّنْهُ فِي قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ الْمُهْتَدِيْنَ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا ۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّةَ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اَللّٰهُمَّ
أَلْهِمْهُمْ مَرَاشِدَ أُمُوْرِهِمْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ دُعَاةً إِلَيْكَ
وَإِلَى رَسُوْلِكَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُمْ عَلَى مِلَّةِ رَسُوْلِكَ ۔ اَللّٰهُمَّ أَوْزِعْهُمْ
أَنْ يَشْكُرُوْا نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَأَنْ يُوْفُوْا بِعَهْدِكَ
الَّذِيْ عَاهَدْتَهُمْ عَلَيْهِ ۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرْهُمْ عَلَى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ
إِلٰهَ الْحَقِّ آمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ ۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ هٰذَا
الْمُلْكَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ هٰذِهِ الْحُكُوْمَةَ ۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ النَّاسَ جَمِيْعًا
اَللّٰهُمَّ اهْدِ النَّاسَ جَمِيْعًا ۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ النَّاسَ جَمِيْعًا اَللّٰهُمَّ
عَلَيْكَ بِصَنَادِيْدِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ
بِأَشِدَّائِهِمْ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اقْطَعْ دَابِرَهُمْ
اَللّٰهُمَّ خُذْ مُلْكَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ اَللّٰهُمَّ فُلَّ أَسْلِحَتَهُمْ اَللّٰهُمَّ أَهْلِكْهُمْ
كَمَا أَهْلَكْتَ عَادًا وَثَمُوْدَ اَللّٰهُمَّ خُذْهُمْ أَخْذَ عَزِيْزٍ مُقْتَدِرٍ اَللّٰهُمَّ

اَخْرِجِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ
اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ اَللّٰهُمَّ
اَخْرِجِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ. اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ
الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ
الْيَهُوْدِيَّةَ وَالنَّصْرَانِيَّةَ وَالْمَجُوْسِيَّةَ وَالشُّيُوْعِيَّةَ وَالشِّرْكَ
عَنْ قُلُوْبِ الْمُسْلِمِيْنَ يَا مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ
تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ
بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْمُسْلِمِيْنَ
فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا بِالْاِمَامِ الْعَادِلِ وَالْخَيْرِ وَالطَّاعَاتِ
وَاِتِّبَاعِ سُنَنِ سَيِّدِ الْمَوْجُوْدَاتِ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُمْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى
وَاجْعَلْ اٰخِرَتَهُمْ خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَ
الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ
فِي الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ فِي الْمَمْلَكَةِ
الْهِنْدِيَّةِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْمَمَالِكِ الْمُلْحَقَةِ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا
فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْفَوْزَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا
وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنَا
اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا
وَاَوْلَادَنَا وَاَحْبَابَنَا وَاَقَارِبَنَا وَجَمِيْعَ الْمُبَلِّغِيْنَ وَالْمُتَعَلِّمِيْنَ مِنَ الْفَوَاحِشِ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَجَنِّبْنَا الْحَرَامَ حَيْثُ كَانَ وَاَيْنَ كَانَ وَعِنْدَ مَنْ
كَانَ وَحُلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اَهْلِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ
نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ
نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ اَللّٰهُمَّ
اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ
نَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ
الدَّجَّالِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ
فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَنَعُوْذُ
بِكَ مِنْ اَنْ نَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا اَللّٰهُمَّ تَثْبِيْتًا كَتَثْبِيْتِ مُوْسٰى
عَلَيْهِ السَّلَامُ اَللّٰهُمَّ تَثْبِيْتًا كَتَثْبِيْتِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَللّٰهُمَّ
تَثْبِيْتًا كَتَثْبِيْتِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَللّٰهُمَّ وَاقِيَةً كَوَاقِيَةِ الْوَلِيْدِ
اَللّٰهُمَّ وَاقِيَةً كَوَاقِيَةِ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ نَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَصَرَ اَصْحَابَهٗ اَللّٰهُمَّ نَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَنَصَرَ اَصْحَابَهٗ اَللّٰهُمَّ نَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَنَصَرَ اَصْحَابَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ
اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۝

اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ ہماری لغزشوں کو معاف فرما۔
اے اللہ ہم قصوروار ہیں ہم خطاکار ہیں ہم گنہگار ہیں ہم مجرم ہیں ہماری ساری زندگی خواہشات

کے اتباع میں گذر گئی اے خداوند قدوس ہم دنیا کو سامنے رکھ کر اس کے متاثر ہوئے اور اسی کے یقین میں جذب ہو گئے اور اسی کے طالب بنگئے اور اسی کے اندر اپنی ساری صلاحیتوں کو ہم نے ضائع کر دیا اے خدا ہماری محنت کے بگڑ جانے کے اس جرم عظیم کو معاف فرما جس جرم عظیم سے ہزاروں خرابیاں ہم میں پیدا ہو گئیں اور ہزاروں ہمارے اندر کی دولتیں لٹیں اے خدا اس محنت کا بدلنا یہ ہمارا جرم عظیم ہے ساری امت کے اس جرم عظیم کو معاف فرما اے خدا ساری امت محمد صلی اللہ علیہ کے اس جرم عظیم کو معاف فرما۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس محنت پر ڈال کر گئے اس محنت کو چھوڑ کر ان محنتوں میں الجھ گئے جن محنتوں سے نکال کر وہ گئے تھے اے خدا اس محنت کا بدلنا یہ ہمارا سب بڑا جرم ہے اس کو خصوصیت کے ساتھ معاف فرما اور اس محنت کو چھوڑ دینے کی بنا پر پھر جتنے جرائم میں ہم مبتلا ہوئے ایک ایک جرم کو اپنے کرم سے معاف فرما اور ایک ایک عصیان کو معاف فرما ایک ایک گناہ کو معاف فرما۔ اے اللہ کمائیوں کی لائن کی ہماری عصیان اور خرچ کی لائن کی ہماری عصیان اور معاشرت کی لائن کی ہماری عصیان، اے اللہ ہر لائن میں ہم عصیان کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں اے اللہ نکلنے کی ہمارے لئے کوئی صورت نہیں ڈوبا ہوا خود کہاں نکل سکتا ہے جو ڈوبا نہیں ہے وہی نکال سکتا ہے، اے خدا ہم سب ڈوبے ہوئے ہیں اور تو ہی نکالنے والا ہے، اے اللہ عصیان کے دریاؤں میں سے ہم کو نکال لے اپنے فضل سے نکال دے اپنے کرم سے نکال دے اے اللہ اپنی رحمت کی رسی ڈال اور ہمیں کھینچ لے اور ہمیں عصیان کے دریاؤں میں سے نکال دے اور ہمیں طاعت کی سڑکوں پر ڈالدے، اے اللہ ہمیں قربانیوں کی پہاڑیوں کی چوٹی پر پہونچا دے۔ اے اللہ ہمیں دین کی محنت کیلئے قبول فرما ہم سب کو دین کی محنت کیلئے قبول فرما اور اے اللہ سو فیصد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی محنت کے لئے قبول فرمالے علم کی محنت کے لئے ایمان کی محنت کیلئے عبادت کی محنت کے لئے ذکر کی محنت کے لئے اخلاق کی محنت کیلئے نمازوں کی محنت کے لئے حج کی محنت کیلئے روزوں کی محنت کیلئے زکوۃ کی محنت کے لئے ان سارے فرائض و عبادات کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے طریقہ پر آجانے کے لئے ہم سب کو اسکی پوری پوری توفیق کو محنت نصیب فرما، اے اللہ اے اللہ ہماری زندگی کے شعبوں کی بدعملیوں

کو بھی دور فرما کمائی کی بدعملیوں کو دور فرما اور کمائی کے اعمال صالحہ کو زندہ فرما، گھر کی زندگیوں کی بدعملیوں کو دور فرما اور اعمال صالحہ کو گھریلو زندگی میں زندہ فرما، معاشرت کی بدعملیوں کو ختم فرما اے اللہ عدل وانصاف والے اعمال کو ہماری معاشرت میں زندہ فرما، اے اللہ ہمیں نیک اعمال سے آراستہ فرما دے اور برے اعمال سے ہکو نکال دے اے خداوند قدوس جس قسم کے زمانے میں تو نے اس تبلیغ کے ذریعہ اس کلمہ ونماز پر محنت کی صورت پیدا فرمادی اور ہمارے تمام دوستوں کو اس پر جمع ہونے کی اور کہنے سننے کی اور اپنی راہ میں نکلنے کی توفیق دی اے اللہ جب تو نے اپنا کرم فرما کر اس کام کے کہنے سننے کا رُخ پیدا فرما دیا، اور اس کام کی نقل وحرکت کا رُخ پیدا فرما دیا۔ اے کریم اپنے کرم سے سبکو قبول فرما لے اور ان سب کی ایسی تربیت فرما کہ یہ نقل وحرکت تجھے پسند آجائے تو ہی اپنے کرم سے اس ترتیب کی اور نقل وحرکت کی تربیت فرما تو ہی مربی ہے تو ہی تربیت کرنے والا ہے تو ہی تزکیہ کرنے والا ہے اور تو ہی پاک وصاف کرنیوالا ہے، اے اللہ اس نقل وحرکت کو قبول فرما (انتہائی رقت کے ساتھ) اے خدا ان کو اخلاص نصیب فرما، اے اللہ انکو اخلاص نصیب فرما، اے اللہ ہم سب کو اخلاص نصیب فرما۔ اے اللہ ہم سب کو اپنی قدرت پر یقین نصیب فرما، ہم سب کو یقین نصیب فرما ہم سب کو اپنے وعدوں پر یقین نصیب فرما، یا اللہ ہمارے عقیدوں کو درست فرما دے اور اس محنت کے لئے ہمارے اندر وہ جذبات پیدا فرما دے! اے خدا جن قربانیوں سے اے اللہ یہ منی کے گندے قطرے کا بنا ہوا انسان تیرا دوست بنجاتا ہے اور جن قربانیوں سے تیرا محبوب بنجاتا ہے اے خدا ان قربانیوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے اے اللہ جس کرم سے تو نے یہ کام اٹھایا اب اس کام کو تکمیل تک پہونچا دے! اس کام میں لگنے والوں میں دنیا کی رغبت ان کے دلوں سے نکال دے ملک ومال کی رغبت ان کے دلوں سے نکالدے، اقتدار کی ہوس انکے دلوں سے نکالدے، دنیا کے نقشے کے بارے میں بے رغبتی ان کے دلوں میں پیدا فرما دے موت کی حقیقت انکو عطا فرما، قناعت کی دولت انکو نصیب فرما، اے اللہ صبر واخلاص، مجاہدے کی طاقت انکو نصیب

فرما۔ اے خدا جس مجاہدے پر انسان اندر سے تیرے انوارات سے جگمگا جاتا ہے اور تیرے صفات اخلاق ان اعلیٰ مجاہدوں پر اے اللہ ترقیات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اخلاق کی چوٹیوں پر انسان پہونچ جاتا ہے اے اللہ وہ مجاہدے کی دولت ہم سب کو نصیب فرما اے اللہ جس طرح تونے یہ کام اٹھایا اس کام کو ہدایت کے پوری دنیا میں آجانے کا سو فیصد ذریعہ قرار دیدے۔ اے اللہ سارے انسانوں کے لئے اور سارے ملکوں کے لئے اور سارے مسلمانوں کیلئے ہدایت ملنے کا سبب اسکو قرار دیدے سارے زمانوں قوموں ملکوں میں اس محنت کے پہونچنے کے لئے قبول فرمالے۔ اور یا اللہ ہدایت عام فرما ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو ہمارے رشتہ داروں کو اور اس کام میں لگنے والوں کو انکے متعلقین اور رشتہ داروں کو اور ان سے تعلق و محبت رکھنے والوں کو اس ہدایت میں سے نصیب فرما جو تو مجاہدین کو ہدایت دیا کرتا ہے اور تو داعیوں کو ہدایت دیا کرتا ہے اور جو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے ساتھیوں کو ہدایت نصیب فرمائی تھی اور تو نے انبیاء، سابقین کو اور اولیاء اللہ کو ہدایت و قربانی عطا فرمائی تھی اے اللہ اس ہدایت سے ہم سب کو بھرپور حصہ نصیب فرما۔ اے اللہ ان خالی ہاتھوں کو اپنے کرم سے بھر دے اور ان خالی دلوں کو اپنے کرم سے بھر دے اپنے عشق سے اور اپنی محبت سے ہدایت کا فرمان ہمارے لئے فرما دے۔ یا اللہ پوری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اے اللہ، اے اللہ جو انہیں ضلالت کی طرف کھینچے انکے ہاتھوں سے انہیں چھڑا دے اور جو انہیں ہدایت کی طرف کھینچے انکے ہاتھوں کی طرف انکو منتقل کر دے۔ اے خدا اس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ، مشرکین و ملحدین کے ہاتھوں سے چھڑا دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں پر انکو کھڑا کر دے اے اللہ انکے یقینوں کو ٹھیک کر انکو ہدایت نصیب فرما، اسلام کی دولت ان کے سینوں میں اتار دے اور ایمان و ذکر انکے دلوں کو نصیب فرما دے اور دنیا کی بے رغبتی نصیب فرما کر علم دین سیکھنے کے مطابق زندگی گذارنے کی ہدایت نصیب فرما عام انسانوں کو ہدایت نصیب فرما، اس ملک کے بسنے والوں کو ہدایت نصیب فرما۔ اے اللہ اس

ملک کے حاکم و محکوم کو یہاں کی اقلیت و اکثریت کو اے اللہ اس راستہ کی ہدایت نصیب فرما۔ اے اللہ درندوں کی اور اژدہوں کی قسم سے جتنے انسان اور درندے انسان ہیں اور جنکو تجھے انسانیت سے نوازنا ہی نہیں اے خدا ایسے ایسوں کو چن چن کر ہلاک فرما ایسوں کی زمینوں کو اس کیلئے پھاڑ دے، ایسوں کے مکانوں کو ان پر توڑ دے ایسوں سے نعمتوں کو اپنی چھین لے ایسی عبرتناک سزائیں عطا فرما کر دنیا دیکھ لے کہ جو اپنی انسانیت کو بگاڑتا ہے خدا اس کی صورتوں کو اسطرح بدلتا ہے اے خدا ظالم ترین مفسد ترین انسانوں کو چن چن کر ہلاک فرما۔ جن ناکوں کی ہدایت سے قوموں اور ملکوں میں ہدایت آجائے انکو ہدایت نصیب فرما، اور جن ناکوں کی اے اللہ ہلاکت سے قوموں اور ملکو ں کے ضلالت و فساد ختم ہو جائیں اے اللہ اس کو چن چن کر ہلاک فرما دے، اے خدا لوٹ کھسوٹ کے ماحول کو ختم کر، ظلم و ستم کے ماحول کو ختم کر، عدل و انصاف کے ماحول کو قائم کر۔ اے اللہ ہماری دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما ہمارے مقروضوں کے قرضے کی ادائیگی فرما ہمارے محتاجوں کی حاجتوں کو پورا فرما، ہمارے بیماروں کو تندرستی عطا فرما، جو آنکھ کے بیمار ہیں انکو آنکھ کی شفا عطا فرما، اے اللہ جو معدے کے بیمار ہیں ان کے معدے کو شفا عطا فرما اور بقیہ جتنے آدمیوں نے اس جلسے میں ہم سے دعاؤں کے لئے کہا یا آج تک اس سے پہلے ہم سے دعاؤں کو کہا یا آئندہ ہم سے دعاؤں کو کہیں اے اللہ سب کی حاجتوں کو پورا فرما اور سب کی پریشانیوں کو ختم فرما۔ اے اللہ اس جلسہ کو سارے ہی انسانوں کے لئے اور سارے عالم کے لئے اس جلسہ کو انتہائی باعثِ خیر و برکت، باعثِ رشد و ہدایت، باعثِ لطف و رفعت اور باعثِ فلاح و فوز اپنے لطف و کرم سے فرما۔ ہماری دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما ان نکلنے والوں کو اپنے کرم سے قبول فرما۔ آمین۔

اخبار و افکار

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ایسی نہ تھی جس سے دنیائے اسلام کو صدمہ نہ ہوتا جو جہاں تھا رنج و غم کی تصویر تھا ہزاروں نے اظہار افسوس کیا تعزیتی جلسے کئے غرض کہ جس عنوان سے بھی بن پڑا اظہار غم کیا اور اپنے جذبات کو تسکین دی۔

یوں تو آج کل دنیا ظاہر داری کی طرف بہت جا رہی ہے آئے دن ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ حکومتوں کی آپس میں لڑائیاں ہو رہی ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے کی خوشی پر مبارکباد اور حادثوں پر تعزیت بھی ہو رہی ہے۔ لیکن مجھے پختہ یقین ہے کہ حضرت جی کے بارے میں جس نے جو کچھ فرمایا وہ قلب کی گہرائی اور خلوص نیت سے تھا آخر کیوں نہ ہوتا مرحوم کسی کے نقصان میں تھوڑا ہی تھے آج ایک کافر حکومت کو بھی آپ سے شکایت نہیں ہے۔

سطور ذیل میں مختلف حضرات کے تعزیتی بیانات اور اخبارات کے اداریوں کا عطر پیش کیا جا رہا ہے۔ شروع میں تبرکاً حضرت شیخ الحدیث کے چند کلمات پیش ہیں اگرچہ انکو تعزیتی بیان یا کسی ذات کا اظہار عقیدت نہیں کہا جا سکتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان بڑے حضرات کی نظریں چھلکے پر نہیں مغز پر ہوتی ہیں یہ حضرات ظاہری ٹیپ ٹاپ سے ہمیشہ مجتنب رہتے ہیں پھر حضرت جی کی زندگی نے ہمارے لئے جو کچھ چھوڑا ہے اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ہر حال میں دعوتی و اصلاحی پہلو نمایاں رہنا چاہیئے وہی چیز حضرت شیخ الحدیث کے بیان میں ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ

نمائندہ الجمعیۃ دہلی کے سوال پر آپنے ارشاد فرمایا۔ میرے عزیز، ہم بوریہ نشین کوئی پیغام وغیرہ دینے کے عادی نہیں ہیں، مگر اس موقعہ پر میرا پیغام

بذریعہ الجمعیۃ عام مسلمانوں تک پہونچا دو کہ جس کام کے لئے مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کے والد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی زندگیاں لٹا ڈالیں ہر شخص اس میں اسی لگن اور جذبہ اور جوش کے ساتھ لگ جائے بس یہی میرا پیغام ہے اور یہی تاثرات ہیں۔[1]

مولانا اسعد صاحب مدنی

حضرت مولانا مرحوم کی موت ایک عالم کی موت ہے اس موت سے آپ کے لاکھوں عقیدت مندوں کو دلی صدمہ پہونچا ہے آپ نے امیر جماعت کی حیثیت سے فرائض سنبھالنے کے بعد تبلیغ و اصلاح کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا تھا روز و شب خدمت دین کے لئے سعی و جدوجہد میں مصروف رہے اور آپ نے اس مقصد کو کامیابی کی اعلیٰ منزلوں تک پہونچایا۔[2]

مفتی عتیق الرحمٰن صاحب

حضرت مولانا مرحوم کی وفات دنیائے اسلام کا نقصان ہے لاکھوں انسان انہیں اپنا مذہبی پیشوا مانتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ جس لگن اور ولولہ کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کی بے لوث خدمت کی ہے وہ اپنی مثال آپ تھے۔[3]

مولانا مودودی صاحب

لاہور میں تعزیت کے لئے مولانا مودودی اپنے احباب کے ساتھ تشریف لائے تھے مولانا انعام الحسن صاحب سے ملاقات کر کے فرمایا "مولانا کی وفات سے امت مسلمہ کو بہت نقصان پہونچا ہے، یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ تبلیغی جماعت کے ابتدائی زمانہ میں مولانا موصوف نے ترجمان القرآن میں شاندار الفاظ میں اس کام کو سراہا تھا

عبدالرحیم اشرف

ہم اس دنیا کے رہنے والے ایک شخصیت کو اپنے لئے اپنی ملت کے لئے اس دنیا کے بسنے والوں کیلئے اور بالآخر خدا کے دین برحق کے لئے اور اس کے کلمہ کی سربلندی کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اس عظیم شخصیت کے لاد سے پر ہزارہا بلکہ لاکھوں انسان گھربار

---

[1] الجمعیۃ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ [2] ایضاً ۱۴ اپریل ۱۹۶۳ء [3] ایضاً۔

چھوڑ کر اپنے بھائیوں کے قلب میں ایمان کی تخم ریزی اور اعمال صالحہ کی آبیاری کیلئے دیوانہ وار گھوم رہے ہیں جس شخص کی ایمان کی حرارت نے شرق و غرب اور عجم و عرب میں ایک حرکت پیدا کر دی ہے اس شخص کا موجود رہنا از بس ضروری ہے اگر یہ نہ رہا تو کام رک جائیگا نہیں تو کمزور تو ضرور پڑ جائے گا اور نہیں کہا جاسکتا کہ کب وہ دانائے راز آئے گا جو پھر سے ایمان کی منادی دے اور اس کے جواب میں آمنا کی ایمان خیز صدائیں بلند ہوں۔

یہ درست ہے کہ اللہ کی رحمت کی جا پر منتقل ہونے والا وہ عظیم انسان تھا اسکو خلاق ازل نے محیر العقول قبولیت سے نوازا تھا اس کی زبان میں بے پناہ تاثیر ودیعت فرمائی تھی اور اس کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے عالم اسلام میں حیات نو کے آثار دکھائی دینے لگے تھے لیکن ان کی عظمت کو اس کی عظمت سے کیا نسبت جسکے لاکھوں غلاموں میں سے ایک غلام محمد یوسف نور اللہ مرقدہ تھے [۱]

الجمعیۃ دہلی

حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات دنیائے اسلام کا وہ نقصان ہے کہ جسکی تلافی کے لئے کوئی شکل نہیں ہے مرحوم کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے جس کام کو شروع کیا تھا اسے آفاقی بنانے میں آپنے تن من دھن کی بازی لگا دی ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ جو بزرگ بھی آپکے جانشین مقرر ہوں وہ ان کے مشن کو نہ صرف پورا کریں بلکہ اور آگے بڑھائیں [۲]

دعوت دہلی

جس نے یہ خبر سنی وہ مہر بلب تھا کہ یہ کیا ہو گیا دل میں کچھ کے چبھنے لگے کہ رشد و ہدایات کی وہ آواز کہ جس نے کلمہ و نماز کی دلوں میں لگن پیدا کر دی تھی ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی کلمہ و نماز کی تبلیغ مولانا مرحوم کی زندگی کی واحد دلچسپی تھی اسی کے لئے آپکا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا تھا سفر و حضر ہر جگہ یہی کام آپکی تگ و دو کا محرک بنتا اسی کام کیلئے آپ لاہور تشریف لے گئے تھے [۳]

مدینہ بجنور

جو لوگ حضرت جی رح سے ایک بار بھی مل لئے ہیں اور تھوڑی دیر بھی انکے پاس بیٹھ لئے ہیں اس حقیقت سے آشنا ہونگے

---

[۱] المنیر ۶/۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ [۲] الجمعیۃ ۵/اپریل ۱۹۶۵ء [۳] دعوت ۶/اپریل ۱۹۶۵ء

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے موصوف کی شخصیت میں بلا کی کشش اور جاذبیت ودیعت کردی تھی پہلی ہی نظر میں ان سے محبت بھر عقیدت ہو جاتی تھی اور پھر دو چار ملاقاتوں کے بعد تو ایسا محسوس ہونے لگتا تھا کہ ملنے والا حضرت جی کے قریبی عزیزوں ہی میں سے ہے۔ یہی شخصیت کی وہ ساحرانہ جاذبیت تھی کہ جس کی بنا پر نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عالم اسلام کے اندر پھیلے ہوئے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو حضرت جی کے اچانک انتقال سے دلی صدمہ ہوا ہے۔ [1]

ایشیا لاہور مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال کتنا عظیم ملی سانحہ ہے اس کا اندازہ ان کی دینی سرگرمیوں اور مصروفیات سے لگ سکتا ہے ان کے جلیل القدر والد مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ اس وقت شروع کیا تھا جب کہ میوات کے مشہور علاقے میں شدھی کی تحریک جاری تھی اور دین کے ابتدائی اصولوں سے بھی ناواقف ہونے کے باعث کفر کا آسانی سے لقمہ بن سکتی تھیں مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کر کے دہلی کے قریب ایک بستی نظام الدین کی ایک مسجد کو مرکز بنا کر میوات کے علاقے میں اسلامی دعوت پھیلانے کے لئے ایک مخصوص عام فہم طریقۂ کار اختیار کیا جب ان کے بعد ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب انکے جانشین ہوئے تو انہوں نے حق نیابت ادا کر دیا۔ [2]

آج کا میسور مولانا کی اچانک موت نے ہندو پاک کے تمام عقیدتمند دل اور قدردانوں کو گرداب اضطراب میں غرق کر دیا مرحوم کا تبلیغی نہ صرف ہندوستان اور عرب ممالک تک ہی محدود نہیں بلکہ یورپ کے اکثر ممالک امریکہ جاپان انڈونیشیا اور افریقہ وغیرہ تک اسکے اثرات و برکات ظاہر ہونے لگے ہیں [3]

ترجمان اسلام لاہور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تقاریر اکثر الہامی طرز کی ہوتی تھیں ہر وقت اللہ کی مدد ان کے شامل حال رہتی تھی ان کے متبعین کو خارق عادات حالات پیش آتے رہتے ہیں یہ سب

---

[1] مدینہ ۹ر اپریل ۱۹۶۵ء [2] ایشیا ۱۸ر اپریل ۱۹۶۵ء [3] آج کا میسور ٹیپو سلطان نمبر"

باتیں انکی حقانیت اور خلوص کی دلیل ہیں حضرت مولانا کی عمر صرف ۴۸ سال تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس جوان کی نوکری اتنے ہی عرصہ کے لیئے لگا رکھی تھی اس میں توسیع نہیں ہو سکتی تھی جب چاہا اپنے پاس بلا لیا [۱]

آزاد ہند کلکتہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح مشہور عالم دین اور تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے صاحبزادے تھے آپ نے اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اسے بہت دور تک پھیلایا جس کا دائرۂ عمل برصغیر ہند و پاک سے نکل کر دنیا کے دوسرے ملکوں تک پھیل گیا آپکی تبلیغی جماعت سے لاکھوں مسلمان وابستہ ہیں اور دنیا کے کونے کونے میں آپ کے عقیدتمند موجود ہیں آپ کی وفات سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ایک سرگرم عمل مجاہد اٹھ گیا۔ [۲]

بیباک سہارنپور تاریکی کے جس بھیانک دور سے آج کی دنیا گذر رہی ہے اور اس کے مقابلے کے لیئے رحمت خداوندی نے جو شمع ہدایت روشن کی ہے اس کے دفعتًا گل ہو جانے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلامیانِ ہند کے لیئے یہ پہلا اور نیا سانحہ ہے اور دنیائے انسانی کو پہلی بار تاریکی نے گھیر لیا ہے۔ [۳]

انقلاب بمبئی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے تبلیغی کاموں کو جس جوش اور ولولہ کے ساتھ آگے بڑھایا تھا یہ ان کی زندگی کا کامیاب ترین کارنامہ ہے والد مرحوم رح نے اپنی ساری زندگی ایک علاقہ کی اصلاح پر صرف کر کے دینداروں کی ایک جماعت تیار کی تھی جس نے ہندوستان میں گھوم گھوم کر دین کا کام کیا اور مرحوم صاحبزادے نے اپنے عزم اور ارادہ کی برکت سے اسے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچایا اخلاص للہیت، دین کی سچی تڑپ اور اسلام پر فدائیت کا جو رنگ مولانا مرحوم پر تھا وہ

---

[۱] ۹ اپریل ۱۹۶۵ء [۲] ۵ اپریل ۱۹۶۵ء [۳] ۷ اپریل ۱۹۶۵ء

انہی کا حق تھا ان کے ساتھ ساتھ ختم ہوگیا۔ [1]

ندیم بھوپال مولانا مرحوم پیکر عمل تھے اور یہی روح انہوں نے اپنے متوسلین اور عقیدتمندوں میں پھونکی تھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مشن کو جس حسن وخوبی کے ساتھ حضرت جی رح نے بڑھایا تھا وہ انہیں کا حصہ تھا انکی ذات کیساتھ تبلیغی جماعت کے کارکنوں کو جو والہانہ شیفتگی پیدا ہوگئی تھی کسی دوسری شخصیت کے ساتھ جذبات کا جڑنا محال ہے اور لاکھوں عوام کی یہ عقیدت بجائے خود بہت بڑی بات ہے۔

جن لوگوں نے مولانا کی تقریریں سنی ہیں اور خاص طور پر انکی دعاؤں میں شرکت کی ہے وہی صحیح کیفیت کا اندازہ کرسکتے ہیں دعا کا اعلان ہوتے ہی مجمع مسجد کی طرف بیقرار ہوکر اس طرح دوڑتا تھا کہ جیسے کوئی غیبی طاقت انہیں پکڑ کر کھینچ رہی ہے دعا میں سینکڑوں لوگ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دیا کرتے تھے [2]

برہان دہلی مولانا ہند وپاک کے اکابر علماء میں سے تھے مطالعہ تحریر وتصنیف کا ذوق فطری تھا ہزاروں مصروفیتوں کے باوجود روزانہ چند گھنٹے مطالعہ ضرور کرتے اور لکھتے تھے "حیاۃ الصحابہ" کے نام سے عربی زبان میں ایک ضخیم کتاب تین جلدوں میں "دائرۃ المعارف" حیدرآباد دکن کی طرف سے شائع ہوچکی ہے علم وعمل اخلاق وعادات اور تقویٰ وطہارت میں علمائے سلف کا نمونہ تھے لیکن ان کا نہایت عظیم الشان کارنامہ جو مسلمانوں کے موجودہ حالات میں ایک نہایت اہم موثر کی حیثیت رکھتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وفات کے بعد انکے جاری کئے ہوئے تبلیغی کام کو اور اسکے نظم ونسق کو باقی رکھا بلکہ اسے ترقی دیکر کہیں سے کہیں پہونچادیا اور پھر اسی شان اور وضع کے ساتھ۔ [3]

الرحیم کراچی اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وفات کے بعد انکی قائم کردہ تبلیغی جماعت کے کام کو آپنے بڑی خوبی سے جاری کیا تھا اور آپ کی کوششوں سے اسمیں کافی توسیع بھی ہوگئی تھی۔ دہلی کی نظام الدین

---

[1] ۵ اپریل ۱۹۶۵ء۔ [2] ۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء

اودیار کی چھوٹی سی بستی سے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی بابرکت ذات سے اشاعت اسلام کا جو چشمہ جاری ہوا تھا مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جانشینی کے دور میں اس حلقہ کی فیضان کی حدیں بہت دور دور تک پھیل گئیں یہ اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہے جو یقیناً رب العالمین کی بارگاہ میں مقبول ہوگی۔

معارف اعظم گڈھ شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی وفات پوری ملت اسلامیہ کا حادثہ ہے اسوقت ہندوستان کی تمام جماعتوں میں تبلیغی جماعت اپنے اثرات اور نتائج کے لحاظ سے سب سے زیادہ مفید کام انجام دے رہی ہے اس نے لاکھوں نامسلمانوں اور منکروں کو مسلمان اور مسلمانوں کو مومنِ کامل اور اسلام کا مبلغ بنا دیا اسکے قافلے ساری دنیا میں رواں دواں ہیں جس کی مثال قرون اولیٰ کے بعد نہیں ملتی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اس بارِ امانت کو سنبھالا اور لگن سے چلایا اس کا دائرہ ایشیا سے نکل کر افریقہ اور یورپ تک پھیل گیا [1]

الفرقان لکھنؤ دین کے احیاء کی وہ تحریک جسے تبلیغی کام سے موسوم کیا جاتا ہے جو شخص بھی اس کی جسقدر افادیت کا قائل ہے اسی قدر رنج والم کے ساتھ اس نے یہ خبر سنی ہوگی کہ اس کام کے سربراہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اچانک وفات پائی اور احیاء دین کی جدوجہد میں وہ مثالی شخصیت جس کے جذبۂ عمل کے مشاہدے اور جسکے انفاس گرم کی تاثیر سے کتنوں ہی کو ہمہ سوز و ہمہ عمل ہوجانے کی توفیق ملی وہ آج راہ خدا کے ان دیوانوں کے درمیان موجود نہیں ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ❊ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما [2]

فاران کراچی خانقاہی اصطلاح میں جسے شیخ وقت کہا جاتا ہے یہ لقب حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو ہر طرح زیب دیتا ہے مولانا مرحوم جہاں جاتے روزے نماز کے چرچے اور اللہ کے ذکر سے ماحول منور اور معطر ہوجاتا تھا ان کے وعظ کا خاص انداز تھا سادہ لب ولہجہ مگر پُرسوز اور اثر انگیز [3]

---

[1] معارف اپریل ۱۹۶۵ء [2] الفرقان اپریل ۱۹۶۵ء [3] فاران جون ۱۹۶۵ء کراچی

ندائے ملت لکھنؤ ندائے ملت لکھنؤ نے اپنی ۹ر اپریل ۱۹۶۵ء عیسوی کی اشاعت میں لکھا ہے:۔

- ایک ایسے داعی کا انتقال جسکا پوری دنیا میں ثانی تلاش کرنا مشکل ہے۔
- ایک ایسے مجاہد کا انتقال جس نے بیس سال میں سینکڑوں سال کا کام کیا۔
- ایک ایسے مبلغ کا انتقال جس کی ہمت مردانہ سے دنیا کے دور دراز گوشوں میں دینی دعوت واصلاح کا پیغام پہونچ گیا۔
- ایک ایسے عالم کا انتقال جس کی زندگی سرتاپا عمل تھی
- ایک ایسے روحانی پیشوا کا انتقال جو ہر دم میدانِ جہاد میں سرگرم کار رہا
- ایک ایسے بندہ کا انتقال جس نے اس چودھویں صدی میں قرنِ اول کے اسلام کا نمونہ پیش کیا۔
- ایک ایسے امتی کا انتقال جس نے دنیا کو ایک بار پھر سنت محمدی ﷺ کی جھلکیاں دکھلائیں۔
- ایک ایسے انسان کا انتقال ہے جس کی قوت کارکردگی کے سامنے سینکڑوں افراد کی اجتماعی کارکردگی ہیچ تھی۔
- ایک ایسے صاحب دل بزرگ کا انتقال ہے جسکا دل سوز و تپش کی بھٹی تھا
- ایک ایسے معلم کا انتقال جس نے لاکھوں انسانوں کو علم دین سکھلایا آج حضرت جی رح کے غم میں پورا عالم سوگوار ہے۔ کام ہو گا مگر کام کو فروغ دینے والا نہیں تحریک جاری رہے گی مگر تحریک کو پھیلانے والا نہیں۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

الہامی تحریک ملک کی مقتدر اور اسلامی سیاست کی واحد حامل جماعت جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے ہفت روزہ آرگن ترجمان اسلام نے حضرت جی رح کی وفات کو "اسلامی دنیا کا عظیم نقصان قرار دیا ہے فاضل مدیر نے لکھا ہے۔

• تبلیغی جماعت کی بنیاد اور اس کا طریقۂ کار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص القاء واشارات پر شروع ہوا تھا اور یہ ایسا بے ضرر اور مفید طریقۂ تبلیغ تھا کہ اس نے چند سالوں میں سارے عالم اسلام کی جھولیاں اسلامی تڑپ کے موتیوں سے بھر دیں، یہ طریقہ کار بظاہر بڑا آسان اور بے ضرر ہے مگر نفس کشی اور ریاضت میں اسکو اعلیٰ مقام حاصل ہے"۔

ہر امیر وغریب، نیک وبد، نرم ودرشت انسان کو خطاب کرکے اس کو مسجد میں لے جانا یہ بنیادی طور سے مسلمان بنا کر اسلاف کے ماحول سے خوگر بنا دینا معمولی کام نہیں ہے بڑے بڑے سرکاری افسر اور عہدیدار، اہل دفاتر اور اونچے اونچے دنیا دار بستر اٹھائے تبلیغ دین کے نام سے گھر سے نکل کر سنتِ اسلاف کو زندہ کرتے ہیں حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کی تقاریر اکثر الہامی طرز کی ہوتی تھیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شاملِ حال رہتی تھی ان کے متبعین کو خارق عادات حالات پیش آتے رہتے ہیں یہ سب باتیں انکی حقانیت اور خلوص کی دلیل ہیں۔

ملک کے مشہور مذہبی اور اسلامی سیاست کے قائد حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہٗ کا تبلیغ کے الیاسی یوسفی طرز پر تبصرہ اس کے بہترین اثرات کا اعتراف محتاج توضیح نہیں۔ خصوصاً مخطط جملے اس نیک تحریک سے متعلق آپ کے گہرے اعتماد اور اس کے متعلق جذبات کا مظہر ہیں۔

انقلاب انگیز نظام ملک میں مذہبی دینی عربی مدارس کے وسیع حلقہ میں مدرسہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی کو علامہ محمد یوسف صاحب البنوری کی سرپرستی اہتمام اور شیخ الحدیث ہونے کی وجہ سے جو مقام حاصل ہے اور اس حلقہ میں جس امتیازی شان کا وہ حامل ہے وہ ارباب علم وتقویٰ سے پوشیدہ نہیں ہے مدرسہ مذکورہ کا ذمہ دار ماہنامہ بیّنات آپ کی محبوب تحریک "انقلاب انگیز

نظام قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے :۔

"بینات کی کتابت ہو چکی تھی اور پریس میں کاپی جانے والی تھی کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ملی۔ اس حادثہ فاجعہ سے کلیجا منھ کو آگیا مدرسہ میں فوراً تعطیل کر کے ختم قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا اور ایک جلسہ تعزیت منعقد کیا گیا اور جلسہ کی قرار داد اور حضرت ممدوح کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں آئندہ ماہ کچھ لکھا جاوے گا اس وقت تو جناب باری میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور درجات و مراتب بلند فرمائے اور کسی باصلاحیت شخص کو توفیق عطا فرمائے کہ جو تبلیغ کے اس مفید اور انقلاب انگیز نظام کو جاری رکھ سکے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

(بینات بابت ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ)

ایک بے نظیر اور عالمگیر نظام

مذہبی رسائل، اخبارات اور جرائد میں سب سے کثیر الاشاعت اور محبوب ترین بین المسالک والمشارب ہفت روزہ "خدام الدین لاہور" نے آپ کی وفات پر بھرپور صدمہ محسوس کیا اس نے عنوان قائم کیا: "آسمانِ اصلاح و تبلیغ کا آفتاب غروب ہو گیا۔"

وہ اپنے غم بھرے اداریہ میں لکھتا ہے :

"آپ کی موت دنیائے اسلام کا ایک ایسا نقصان ہے جسکی تلافی کی بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی آپنے اکر (اپنی طرز تبلیغ کو) آفاقی بنانے میں تن من کی بازی لگا دی اور اتنے جوش و ولولہ کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا کہ دور حاضر میں اس کی نظیر ملنا محال ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے اتنے بڑے نظام کی سربراہی کے باوجود کہ جس کے ڈانڈے ساری دنیا میں

پھیلے ہوئے تھے کسی کے سامنے امداد کے لئے ہاتھ نہ پھیلائے، نہ اشتہار بازی کی نہ پروپیگنڈا کے موجودہ طریقے اختیار کیئے، نہ بیانات اور انٹرویو سے دلچسپی لی۔ ہمیں رب العزت سے اُمید ہے کہ وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت جیؒ مرحوم کے مشن اور صدقہ جاریہ کو جاری رکھے گا اور وہ تمام راستے کھلے رہیں گے جو اُن کے ناخنِ تدبیر نے کھولے اور جن پر چل کر لاکھوں انسان ذکر اللہ میں مگن اور آخرت میں مست ہیں۔"

(خدام الدین ۱۳ ر ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ)

حضرت جی مرحوم کے کمالات، آپ کی تحریک کے خصوصیات اور اسکی عام افادیت پر خدام الدین جیسے ذمہ دار مذہبی ہفت نامہ کے مندرجہ بالا مخطط جملے محتاج تبصرہ و توضیح نہیں ہیں اور اس کی صداقت، حقانیت اور اہمیت پر کھلی شہادت ہے۔

عالمی تنظیم

لائل پور کا خورد سال مگر تیز گام "لولاک"، آپکی تحریک کو عالمی تنظیم سمجھتا ہے وہ لکھتا ہے:-

- آپکا اور آپ کی جماعت کا مرکز دہلی میں نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تھا وہیں سے آپ تبلیغ کی عالمی تنظیم کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

تبلیغی جماعت اگرچہ ہماری روایتی، مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی طرح دفاتر اور عہدے داروں وغیرہ کی مرہونِ منت نہیں تاہم وہ ایک جماعت کی حیثیت سے متعارف ہے جو نہ صرف برصغیر ہی میں بلکہ دنیا کے دوسرے اکثر ممالک میں بھی متعارف ہو چکی ہے اس کے وفود امریکہ، برطانیہ، جاپان اور دوسرے یورپی اور افریشیائی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے نہایت کامیاب طریقہ سے تبلیغ

کرنے جاتے رہتے ہیں اور اس طرح یہ ایک غیر سیاسی خالص
مذہبی عالمی تنظیم بن چکی ہے۔"

یہ صرف چند ایک ان دینی اور ملک وملت کے اسلامی طرز پر خدمت کرنے والے اداروں کے تاثرات ہیں جو آپس میں عملی اختلاف اور طریق کار میں متفاوت ہونے کے باوجود اس پر متفق ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کے جانشین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین کا جو کام کیا وہ نہایت اہم اور عمدہ کام ہے

فہرست عنوانات

نمبر شمار	نام عنوان	نمبر صفحہ
۱	حرفِ اول	۴ تا ۶
۲	مقدمہ مولانا احتشام الحسن صاحب	۸ تا ۱۵
۳	ابتدائیہ مؤلف	۱۶ تا ۲۰
	باب اول	
۴	خاندانی تعارف	۲۱ تا ۳۷
	باب دوم	
۵	ایام طفولیت اور تعلیم وغیرہ	۳۷ ۴۸
	باب سوم	
۶	حضرت جی رح کا علمی مقام	۴۹ تا ۶۱
	باب چہارم	
۷	افکار اور نظریات	۶۲ تا ۷۴
	باب پنجم	
۸	سلوک اور تصوف	۷۵ تا ۸۹
۹	نظام الاوقات	۹۰ تا ۹۴
	باب ششم	
۱۰	اخلاق اور عادات	۹۵ تا ۱۰۵
	باب ہفتم	
۱۱	دعوت سے پہلے اور بعد	۱۰۶ تا ۱۰۷
۱۲	حضرت کی جانشینی	۱۰۸ تا ۱۳۲
	باب ہشتم	

نمبر شمار	نام عنوان	نمبر صفحہ
۱۳	اطراف عالم میں دعوت	۱۲۳ تا ۱۲۴
۱۴	لندن میں اجتماع	۱۲۴ تا ۱۳۱
۱۵	جاپان میں اجتماع	۱۳۱ تا ۱۳۴
۱۶	حاجی عمر میتا صاحب	۱۳۵
۱۷	سیتو صاحب کا اسلام	۱۳۹
۱۸	ایلنجی بدھ مندر	۱۳۷
۱۹	امریکہ میں دعوت	۱۴۵ تا ۱۵۷
	باب نہم	
۲۰	سفر آخرت	۱۵۸ تا ۱۸۹
۲۱	ڈھاکہ کا اجتماع	۱۶۰
۲۲	سلہٹ کا قیام	۱۶۱
۲۳	کراچی کو روانگی	۱۶۵
۲۴	رائیونڈ کا اجتماع	۱۶۷
۲۵	حضرت علیل ہوگئے	۱۷۴
۲۶	چند اشارے	۱۷۷
۲۷	آخری اوقات	۱۷۸
۲۸	رفیق اعلیٰ سے ملاقات	۱۸۱
۲۹	لاہور میں نماز جنازہ	۱۸۴
۳۰	دہلی آمد	۱۸۶
	باب دہم	
۳۱	تبلیغ کے چھ نمبر	۱۹۰ تا ۱۹۲
۳۲	آخری ملفوظات	۱۹۳ تا ۲۲۰
۳۳	آخری تقریر	۲۲۱ تا ۲۳۱
۳۴	دعاء	۲۳۲ تا ۲۴۰
۳۵	اخبار وافکار	۲۴۱ تا ۲۵۲

تالیفات مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری

۱- تفسیر تقریر القرآن (اردو)

بالکل جدید اور معیاری تحفہ

جسکی غالباً آٹھ جلدیں ہو جائیں گی۔ اردو زبان میں اپنی نوعیت کی تنہا وہ تفسیر ہے

کہ جسکی زبان سادہ اور سلیس ہونیکے باوجود معیاری تحقیقات اسمیں موجود ہیں۔

۱- ہر سورت کے شروع میں اس کی وجہ تسمیہ، زمانہ نزول دلائل کیساتھ بیان کیے گئے ہیں

۲- ہر سورت میں مذکور تمام مباحث کا شروع میں تعارف کرایا گیا ہے۔

۳- ہر سورت کا مقصدی اور مرکزی مضمون شروع میں بیان کر دیا ہے اور اس پر دلائل بھی قائم کیے گئے ہیں۔

۴- ہر سورت کا ماقبل والی سورت سے ربط اور تعلق اور اسکے مضامین کا تسلسل بیان بیان کیا گیا ہے۔

۵- تفسیر کرتے وقت شروع میں ماقبل والی آیات سے ربط اور بعد کے مضامین کا تسلسل بیان کیا ہے لکھا

۶- تفسیر میں لغات کی تحقیق، شان نزول اور احادیث کو بیان کیا گیا ہے۔

۷- قرآن کے دعوتی اسلوب کو نمایاں کیا گیا ہے اور قرآنی مضامین کا موجودہ حالات سے انطباق کیا گیا ہے۔ اسکے باوجود نہایت آسان قسطوں اور مناسب ہدیہ پر۔ خرید کر قرآن پاک کی اشاعت میں تعاون فرمائیں۔ طباعت، کتابت، بائنڈنگ نہایت عمدہ اور دلکش ہے۔ قیمت جلد اول -/۶۰ و دوم -/۹۰ روپیہ۔

۲۔ سیرتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت پاک پر عربی، اردو، فارسی، انگریزی، ہر زبان میں بیشمار کتابیں ہیں جو دنیا کے چپہ چپہ پر ملتی ہیں یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح چلتا رہیگا ہماری کتاب "سیرت رسالت مآب" میں جو خصوصیات ہیں ہندوستان اور پاکستان کی اردو زبان میں کسی کتاب کو وہ خصوصیات حاصل نہیں ہیں (۱) یہ کتاب سن کے اعتبار سے مرتب ہے ہر سن کو مستقل ایک بڑے باب کی شکل دیدی گئی ہے (۲) ہر سن میں جس قدر واقعات ہوئے ہیں انکو ترتیب وار لکھدیا گیا ہے (۳) ہر واقعہ کو مستند حوالہ کے ساتھ لکھا گیا ہے (۴) جو مباحث بحث طلب ہیں ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے (۵) حاشیہ میں قرآن پاک کی بہت سی سورتوں کا سن نزول لکھدیا گیا ہے (۶) حالات حاضرہ اور جدید مسائل پر سیرت پاک کی روشنی میں رہنمائی کی گئی ہے۔ غرضیکہ یہ کتاب بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ صفحات ۲۷۶ جلد نہایت خوشنما قیمت -/۷۰ روپیہ

'اسلامی لٹریچر میں سب سے پہلی اور بینظیر کتاب'

۳۔ تاریخ الاحکام

کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب تمام اسلامی مسائل کی مدلل اور مکمل تاریخ ہے۔ اسلام کے چودہ سو سالہ لٹریچر میں کسی مصنف کی اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں دکھلائی جاسکتی۔

(۱) قرآن پاک کی تمام سورتوں کا سن نزول اور اس پر دلائل ۲۔ تمام اسلامی احکامات کی ابتداء اور انکے تدریجی منازل اور اصلیت ۳۔ تمام احکامات کی تاریخ اور انکا پس منظر ۴۔ سیرت پاک صلعم سے احکامات کا تعلق اور انضباط ۵۔ قرآن پاک اور حدیث کی بیمثال توضیح اور تفسیر ۶۔ کتابت، طباعت اور جلد سازی اعلیٰ قسم کی قیمت مجلد -/۲۲ روپیہ

سیرت سید المرسلین

فی آیات کتاب مبین۔ تالیف مفتی عزیز الرحمٰن

نام ہی سے سیرت پاک کی اس کتاب کا مکمل تعارف ہو رہا ہے۔ تاہم یہ سیرت پاک اپنی نہج پر اسلامی لٹریچر میں پہلی کتاب ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور بعثت، نبوت وغیرہ آپ سے قبل اقوام ماضیہ۔ غرضیکہ ۶۳ سال کے تمام جزوی اور کلی حالات صرف قرآن پاک کی مدد سے مرتب کیے ہیں۔ تھوڑا انتظار فرمائیں۔

عزیز المفتی

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب۔ میرے والد محترم کے چالیس سال کے وہ بیش قیمت فتاوٰی اور اہم فقہی و علمی مضامین کا مجموعہ جو اسلامیات کے ہر گوشہ پر مشتمل مسائل اور فتاوٰی اس کتاب میں آگئے ہیں۔ تمام جدید مسائل اور ضروری اور مشکل مسائل کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ انتظار فرمائیں۔

عابد الرحمٰن بی اے۔ مظاہری

مدنی دار التالیف۔ بجنور۔ یوپی ۲۴۶۷۰۱